بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علوم اسلامیہ کی ۱۴۷ سالہ قدیم وعظیم اقامتی یونیورسٹی

جامعہ نظامیہ

کا علمی، دینی ادبی اور اصلاحی سالانہ مجلّہ

انوار نظامیہ

جلد:۱ شمارہ ۲۷

جمادی الاولیٰ ۱۴۳۹ھ م فبروری ۲۰۱۸ء

مجلس ادارت

حضرت مولانا مفتی خلیل احمد صاحب شیخ الجامعہ جامعہ نظامیہ (مدیر مسؤل)

حضرت مولانا محمد خواجہ شریف صاحب (مدیر) مولانا ڈاکٹر محمد سیف اللہ صاحب (مدیر عربی)

مولانا محمد فصیح الدین صاحب نظامی (نائب مدیر) مولانا حافظ محمد لطیف احمد (نائب مدیر عربی)

مولانا حافظ محمد عبید اللہ فہیم صاحب قادری ملتانی (معاون)

مراسلت کا پتہ: مدیر مسؤل انوار نظامیہ، جامعہ نظامیہ حیدرآباد۔ فون: ۲۴۴۱۶۸۴۷ فیاکس ۲۴۵۰۳۲۶۷

کتابت: مولوی محمد وحید الدین کمپیوٹر آپریٹر جامعہ نظامیہ طباعت: مطبعۃ ابوالوفاء الافغانی جامعہ نظامیہ

Email: fatwa@jamianizamia.org Web: jamianizamia.org

تجلیات انوار نظامیہ

۱	پیش لفظ	مدیر مسؤل	۳
۲	جامعہ کے شب روز	ادارہ	۴
۳	مذاہب اربعہ حق ہیں	بانی جامعہ نظامیہ شیخ الاسلام قدس سرہ العزیز	۲۲
۴	الإفتاء	حضرت مولانا مفتی محمد عظیم الدین صاحب، مفتی جامعہ نظامیہ	۳۲
۵	صلوۃ وسلام کی شان	حضرت مولانا محمد خواجہ شریف صاحب، شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ	۳۵
۶	کل علوم کی روح کلام اللہ (بلا نقطہ مضمون)	مولانا شاہ محمد فصیح الدین نظامی صاحب، مہتمم کتب خانہ جامعہ نظامیہ	۳۸
۷	حالات حاضرہ اور طلاق ثلاثہ	مولوی حافظ محمد عبدالروف صاحب، کامل الفقہ جامعہ نظامیہ	۴۰
۸	شیخ الاسلام، بحیثیت نعت گو شاعر	مولوی حافظ سید محمد مصباح الدین عمیر صاحب، فاضل جامعہ نظامیہ	۴۴
۹	استاذ سلاطین دکن کے درخشاں پہلو	مولوی محمد سمیع الدین طاہر، عالم سندی، جامعہ نظامیہ	۵۵
۱۰	درود وسلام اور اس کی شرعی حیثیت	مولوی محمد حسین قریشی نظامی، عالم سندی جامعہ نظامیہ	۵۸
۱۱	ڈاکٹر حمید اللہؒ، شخصیت اور کارنامے	مولوی محمد محی الدین ہاشم، عالم اول، جامعہ نظامیہ	۶۱
۱۲	تعلیم کی اہمیت	مولوی محمد عتیق الرحمٰن، عالم اول، جامعہ نظامیہ	۶۵
۱۳	فہرست مضامین مجلہ 'انوار نظامیہ' ۱۹۹۲ تا ۲۰۱۷	مولوی سید محبوب قادری صاحب، متعلم اردو جامعہ نظامیہ	۶۸
۱۴	تحفظ ختم نبوت اور عصر حاضر کے جدید فتنوں کا رد	سیدہ درخشاں فاطمہ، متعلمہ فاضل اول، کلیۃ البنات جامعہ نظامیہ	۸۹
۱۵	نعت	خواجہ	۱۰۱
	علمی مذاکرہ بعنوان ''علوم القرآن'' منعقدہ ۱۹ر فبروری ۲۰۱۷ء بروز یکشنبہ، بمقام جامعہ نظامیہ		۱۰۲
۱	تخلیق انسانی قرآن مجید اور سائنس کی روشنی میں	مولانا حافظ ڈاکٹر سید بدیع الدین صابری صاحب، پروفیسر عربی عثمانیہ	۱۰۳
۲	معاشی نظام اور قرآن	مولانا حافظ سید ضیاء الدین نقشبندی قادری، صاحب شیخ الفقہ جامعہ نظامیہ	۱۲۳
۳	قرآن اور سائنس	جناب ڈاکٹر محمد اسلم پرویز صاحب، وائس چانسلر، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی	۱۳۸
	علمی مذاکرہ بعنوان ''بری وبحری ماکولات ومشروبات شریعت کی روشنی میں'' منعقدہ ۱۱ر فبروری ۲۰۱۸ء بروز یکشنبہ، بمقام جامعہ نظامیہ		۱۴۶
۱	کھیکڑا، گھوڑ پھوڑ اور جھینگا کا شرعی حکم	حضرت مولانا محمد خواجہ شریف صاحب، شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ	۱۴۷
۲	خشکی کے حلال وحرام جانور اور مشینی ذبیحہ	مولانا حافظ ڈاکٹر سید بدیع الدین صابری صاحب، پروفیسر عربی عثمانیہ	۱۵۱
۳	سمندر ماکولات ازروئے شریعت	مولانا حافظ سید ضیاء الدین نقشبندی قادری، صاحب شیخ الفقہ جامعہ نظامیہ	۱۶۷
۴	ماکولات ومشروبات میں حرام اشیاء کی آمیزش شریعت کی روشنی میں	مولانا حافظ محمد لطیف احمد صاحب، نائب شیخ الفقہ جامعہ نظامیہ	۱۸۸

القسم العربی ۱۹۶

پیش لفظ

الحمد لله رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین و علی آله الطبیین و اصحابه الاکرمین اجمعین . اما بعد !

قارئین کرام! حسب روایت سنین ماضیہ امسال بھی آپ کے مطالعہ کے لئے جامعہ نظامیہ کا سالنامہ ''انوار نظامیہ'' آپ کی خدمت میں پیش ہے۔

اس مجلّہ میں اساتذہ' طلبہ جامعہ کے علاوہ کلیۃ البنات جامعہ نظامیہ کی معلمات و طالبات کے علم آفرین مضامین شامل ہیں۔ان مضامین سے علم میں اضافہ' عقیدہ کی اصلاح' ادب عربی و اردو کی ترویج ہوگی۔سال حال علمی مذاکرہ بعنوان ''بری و بحری ماکولات ومشروبات شریعت کی روشنی میں'' منعقد کیا گیا۔کیونکہ چند دن پہلے میڈیا کی جانب سے جھینگا حلال ہے یا حرام پر غیر ضروری تبصرے ہوتے رہے۔

عامۃ المسلمین کو حقیقت سے آگاہ کرنے کبار علماء سے مقالہ جات تیار کرائے گئے جنہیں اس مجلّہ میں شائع کیا جارہا ہے۔حیدرآباد میں اکثر دعوتوں میں غیر شعوری طور جھینگا پکایا جارہاہےاور بغیر کسی کراہت کے استعمال کررہے ہیں۔ فقہ حنفی کی روسے چونکہ یہ مکروہ ہے ہمارے ملک ہندوستان میں تقریبا (۹۰) فیصد مسلمان حنفی فقہ پر عمل کرتے ہیں اس تناظر میں یہ عنوان بہت مفید ہوگا۔

اس مجلّہ کا دوسرا حصہ عربی ادب پر مشتمل ہے۔اس میں لکھنے والے بھی جامعہ کے اساتذہ طلبہ' معلمات وطالبات ہیں۔ اس کے مطالعہ سے قارئین کو خود اہمیت وافادیت کا اندازہ ہوگا۔دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیک توفیق دے۔

آمین بجاہ سید الانبیاء والمرسلین وعلی آله الطیبین و اصحابه أجمعین .فقط ۔

مدیر مسؤل

(حضرت مولانا) **مفتی خلیل احمد** عفی عنہ

شیخ الجامعہ' جامعہ نظامیہ

جامعہ نظامیہ کے شب و روز

ادارہ

’’ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا‘‘

- تعلیمی رپورٹ بابت ۱۴۳۸ھ م ۲۰۱۷ء
- قرآنی علوم‘ جدید دنیا کی تمام تر ترقی کی بنیاد‘ جامعہ نظامیہ میں علمی مذاکرہ‘ علمائے ودانشوران کا خطاب
- علماء عصر حاضر کے چیالنجس سے خود ہم آہنگ کریں‘ مفکر اسلام کا خطاب
- عالم اسلام کے اضطراب آمیز حالات‘ احادیث سے دوری کا نتیجہ

  جلسہ ختم بخاری شریف میں شیخ الحدیث کا درس
- جامعہ نظامیہ کے اسناد عثمانیہ یونیورسٹی کے ڈگریوں کے مماثل‘ یونیورسٹی کا اعلامیہ
- جامعہ نظامیہ کے اسناد‘ عثمانیہ نیورسٹی کے مماثل قرار دینا اہم کارنامہ: امیر جامعہ نظامیہ
- جامعہ نظامیہ میں عصری آڈیٹوریم کی تعمیر تیزی سے جاری
- جامعہ نظامیہ میں عصری کمپیوٹر سنٹر و ڈیجیٹل کلاسیس کا افتتاح

not found.

تعلیمی رپورٹ بابتہ ماہ شعبان ۱۴۳۸ھ ماہ مئی ۲۰۱۷ء جامعہ نظامیہ

الحمد لله، جامعہ نظامیہ کو عارف باللہ شیخ الاسلام حضرت العلام مولانا حافظ محمد انوار اللہ فاروقی فضیلت جنگ علیہ الرحمۃ والرضوان نے بہ اشارہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲۹۲ھ میں تقویٰ وتوکل کے اساس پر قائم فرمایا۔ یہ ایک اقامتی دینی درسگاہ ہے جو (۱۴۷) سال سے علم دین کی تعلیم واشاعت میں مصروف ہے۔ مورخہ ۹؍شوال المکرّم ۱۴۳۸ھ م ۴؍جولائی ۲۰۱۷ء کو نئے تعلیمی سال کا آغاز ہوا۔ اس سال (۲۸۴) جدید طلبہ کو داخلہ دیا گیا دارالاقامہ میں (۷۰۰) طلبہ کے لئے مفت قیام وطعام کی گنجائش رکھی گئی ہے مابقی طلبہ بیرونی حیثیت سے تعلیم حاصل کررہے ہیں۔ اسطرح کل تعداد (۹۴۷) رہی۔ سال حال زیر تعلیم کلیۃ البنات کی طالبات کی جملہ تعداد (۵۴۵) ہے اس طرح کُل تعداد (۱,۴۹۲) رہی۔

امتحانات سالانہ منعقدہ ماہ شعبان المعظم ۱۴۳۸ھ م ماہ مئی ۲۰۱۷ء میں جملہ (۶,۲۰۹) طلبہ شریک ہوئے جنکی تفصیل یہ ہے۔

(۱) سال آخر سندی درجات میں شرکاء امتحان کی جملہ تعداد (۵۳۷) رہی اور کامیاب (۴۴۵) نتیجہ کامیابی ۸۲% فیصد رہا۔ جن میں مولوی (۱۹۹) عالم (۱۰۴) فاضل (۹۵) کامل الحدیث (۸) کامل الفقہ (۳۸)۔ کامل التفسیر (۱)۔

(۲) مولوی تا کامل سال اول غیر سندی درجات میں شریک امیدواروں کی تعداد (۹۹۳) رہی جن میں کامیاب امیدواروں کو سال آخر سندی درجات میں شرکت کا اہل قرار دیا گیا۔ کامیاب طلبہ کی تعداد (۵۹۵) رہی اور نتیجہ کامیابی ۷۱% فیصد رہا۔

(۳) تحتانی، وسطانی واہل خدمات شرعیہ وحفاظ درجات میں شریک امیدواروں کی تعداد (۵۹۸) رہی جن میں (۴۰۴) طلبہ نے کامیابی حاصل کی۔ کامیاب طلبہ کو آگے کی جماعت میں شرکت کا اہل قرار دیا جاکر ترقی دی گئی اور نتیجہ کامیابی ۸۴% فیصد رہا۔ نیز جامعہ کے ملحقہ مدارس دارالعلوم عربیہ کاورم پیٹہ، دارالعلوم النعمانیہ شاہ علی بنڈہ نئی روڈ انوارالعلوم الحبیبیہ عثمان باغ، مدرسہ عربیہ انوارالعلوم بھوانی نگر، مدرسہ انوارالعلوم لطیفیہ، امان نگر (بی)۔ دارالعلوم البرکاتیہ چندرائن گٹہ، مدرسہ انوار عثمان عنبر پیٹ، دارالعلوم سیف الاسلام مسجد تیغ جنگ خلوت، مدرسہ انوارالعلوم کریم نگر، مدرسہ عربیہ سراج العلوم رائچور، سے شعبہ وسطانی میں (۶۲) طلبہ شریک رہے اور مختلف درجوں سے کامیابی حاصل کی۔

(۴) جامعہ کے شعبہ ''تحفیظ القرآن الکریم'' میں (۱۱) طلبہ نے حفظ قرآن مجید کی تکمیل کی۔ نیز جامعہ کے ملحقہ مدارس سے (۳۱۲) طلباء شریک رہے جن میں (۲۴۲) طلباء نے حفظ قرآن مجید کی تکمیل کی جن میں (۶۵) طالبات بھی شامل ہیں۔

(۵) امتحانات قراءت سبعہ وعشرہ وقرات سیدنا امام عاصم کوفیؒ کے شرکاء امتحان کی تعداد (۲,۳۱۱) رہی جن میں ذکور کی تعداد (۸۹۹) اناث کی تعداد (۱,۴۱۲) ہے امتحانات قرات میں جملہ (۱,۶۴۵) امیدواروں نے مختلف درجوں سے کامیابی حاصل کی اور نتیجہ کامیابی ۷۹% فیصد رہا

(۶) امتحانات نصاب ''اہل خدمات شرعیہ'' ان امتحانات میں شریک امیدواروں کی تعداد (۱,۳۹۵) رہی۔

جنکی تفصیل حسب ذیل ھے۔

نام امتحان	تعداد شرکاء امتحان	کامیاب شدگان
نائب قضاءت	۳۱۱	۲۳۵
خطابت	۱۱۸	۸۹
امامت	۶۳۸	۴۶۱
مؤذنی	۱۳۲	۸۹
ملا	۳۲۰	۲۰۲
جملہ شرکاء امتحان	۱,۵۱۹	کامیاب۔ ۱,۰۷۶

نتیجہ کامیابی % ۷۰ فیصد رہا۔

ہر سال کی طرح امسال بھی قرأت سیدنا امام عاصم کوفیؒ اور نصاب اہل خدمات شرعیہ کے امتحانی مراکز شہر کے علاوہ اضلاع وتعلقہ جات' کاورم پیٹ' جڑ چرلہ 'محبوب نگر' کولم پلی' ہمگنور' کرنول' کاماریڈی' 'رائچور' گلبرگہ شریف' بیجاپور' ہنے گاوں' بیدر شریف' گنگاوتی' ناندیڑ' پربھنی' اورنگ آباد وغیرہ میں قائم کئے گئے۔

(۷) ''ڈپلوما ان عربک'' یہ امتحان عربی زبان سیکھنے کے خواہشمند اصحاب کیلئے مقرر کیا گیا ہے تاکہ عوام میں عربی زبان اور قرآن فہمی کا شوق پیدا ہو۔ سال حال اس امتحان میں جملہ (۳۳۵) طلبہ وطالبات شریک رہے جن میں (۲۸۸) امیدواروں نے کامیابی حاصل کی اور نتیجہ کامیابی %۹۰ فیصد رہا۔ الحمدللہ اس سال جدہ (سعودی عربیہ) میں ڈپلوما ان عربک کا سنٹر قائم کیا گیا۔

(۸) **کلیۃ البنات جامعہ نظامیہ**: کلیۃ البنات جامعہ نظامیہ واقع قاضی پورہ لڑکیوں کی اعلیٰ دینی تعلیم وتربیت کا مرکز ہے جس کو جامعہ نظامیہ نے 1997ء میں قائم کیا۔ الحمدللہ کلیۃ البنات ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ امسال شریک امتحان طالبات کی تعداد (۸۳۰) رہی جن میں (۷۶۱) طالبات نے کامیابی حاصل کی' کامیاب طالبات کو آگے کی جماعتوں میں ترقی دی گئی۔ اور نتیجہ کامیابی %۸۷ فیصد رہا۔ مولوی (۲۳۷)' عالم (۱۵۳)' فاضل (۴۹)' کامل الحدیث (۱۱)' کامل التفسیر (۱) کامل الادب (۲) ڈپلوما ان عربک (۵۷)' قرأت عاصم کوفیؒ (۸۱)' اہل خدمات شرعیہ (۱۵۱)۔ سال حال زیر تعلیم طالبات کی تعداد (۵۴۵) ہے۔

مندرجہ بالا تفصیلات کی روشنی میں شرکاء امتحانات سالانہ منعقدہ ماہ مئی ۲۰۱۷ء کی جملہ تعداد (۴,۶۰۹) رہی جن میں کامیاب طلبہ کی تعداد (۴,۶۲۳) رہی اور نتیجہ کامیابی ۷۰ فیصد رہا۔

سندی درجات مولوی تا کامل میں جملہ (۴۴۵) امیدواروں اور حفظ قرآن مجید سے فارغ (۲۴۲) طلبہ وطالبات کو اسناد اور حسب روایت قدیم (۹۵) فاضلین جامعہ اور (۲۴۲) حفاظ جامعہ کو دستار فضیلت وخلعت حفظ شیوخ کرام جامعہ نظامیہ کے دست مبارک سے بموقع عرس شریف بانی جامعہ نظامیہ وجلسہ تقسیم اسناد وعطائے خلعت ودستار بندی منعقدہ ۱۶ر فبروری ۲۰۱۸ء عطا کئے گئے۔

گولڈ میڈلس (طلائی تمغہ جات)

جامعہ نظامیہ کے امتیازی درجہ سے کامیاب طلبہ وطالبات کو گولڈ میڈلس بزم طلبائے قدیم ومحبان جامعہ نظامیہ (جدہ) کی جانب سے دیئے جاتے ہیں الحمدللہ سال حال حسب ذیل اصحاب کی جانب سے دس (۱۰) گولڈ میڈلس دیئے جارہے ہیں۔

سلسلہ	نام امیدوار	جماعت	منجانب	گولڈ میڈل
۱	محمد سراج بن حاجی محمد فاروق	کامل الفقہ	محترم محمد مصلح الدین جاوید صاحب بتوسط بزم طلبا قدیم ومحبان جامعہ (جدہ)	حضرت شیخ الاسلام حافظ محمد انوار اللہ فاروقی قدس سرہ بانی جامعہ نظامیہ
۲	حافظ محمد عبدالرؤف بن محمد داؤد حسین	کامل الفقہ	خانقاہ روضۃ الاصفیاء شاہ ولی اللہیؒ سکندرآباد	حضرت شاہ ولی اللہ صوفی محدث دہلویؒ
۳	محمد عبدالحمید بن محمد عبدالرحیم	کامل الفقہ	محترم حکیم مظفر علی سجاد صاحب	حکیم سجاد صاحب
۴	محمد عمران عثمانی بن حافظ عبدالہادی عثمانی	فاضل	محترم بیرسٹر اسد الدین اویسی صاحب صدر کل ہند مجلس اتحاد المسلمین ورکن پارلیمنٹ حیدرآباد	حضرت شاہ آغا محمد داؤد ابوالعلائیؒ
۵	شیخ حسین بن چاند پاشاہ	فاضل	خانقاہ روضۃ الاصفیاء شاہ ولی اللہیؒ سکندرآباد	حضرت شاہ عبدالعزیز صوفی محدث دہلویؒ
۶	محمد عامر الدین غوری بن محمد ولی الدین غوری	فاضل	خانقاہ روضۃ الاصفیاء شاہ ولی اللہی' سکندرآباد	حضرت شاہ عبدالقادر صوفی محدث سکندرآبادؒ
۷	محمد عقیل بن محمد فتح علی	فاضل	محترم سراج محمد خان صاحب (صدر الحراء ایجوکیشنل سوسائٹی)	محترم سرتاج محمد خان صاحب مرحوم
۸	فاضل بنت محمد شرف الدین	فاضل	انتظامی کمیٹی درگاہ حضرت خواجہ محبوب اللہ شاہ علیہ الرحمہ	حضرت خواجہ محبوب اللہ شاہ علیہ الرحمہ
۹	سمیرہ فاطمہ بنت محمد کریم الدین	فاضل	محترم بیرسٹر اسد الدین اویسی صاحب صدر کل ہند مجلس اتحاد المسلمین رکن پارلیمنٹ' حیدرآباد	حضرت امام سُبکی علیہ الرحمہ
۱۰	مریم سلطانہ بنت محمد عبدالقیوم	فاضل	محترم حکیم مظفر علی سجاد صاحب	حکیم سجاد صاحب

علاوہ ازیں امتیازی درجہ سے کامیاب شدہ طلبہ وطالبات کو انعام تعلیمی و گولڈ میڈلس اور انعامات تقریری بدست مہمانان خصوصی عطا کئے گئے۔

و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ و نور عرشہ سیدنا محمد ن النبی الامی و علی الہ وصحبہ و بارک وسلم اجمعین والحمد للّٰہ ربّ العالمین

قرآنی علوم جدید دنیا کی تمام ترترقی کی بنیاد

جامعہ نظامیہ میں ''علوم القرآن'' پرعلمی مذاکرہ' علماء ودانشواران کا خطاب

علوم القرآن جدید دنیا کی تمام ترترقی کی اصل ہیں ۔قرآن کریم چشمہ ہدایت اور صبح قیامت تک پیش آنے والے مسائل کے لئے رہنما ہے ۔قرآن کی آفاقیت سے واقف ہونے کے بعد ہی مسلمان کما حقہ ترقی کرسکتا ہے ۔مسلمانوں کی پستی محض قرآن سے دوری کا نتیجہ ہے ۔زمانہ کے فتنوں اور چیالنجس سے مقابلہ کے لئے ضروری ہے علماء عوام الناس کے سامنے قرآن کی مقامی اورقومی زبانوں میں تعبیر وتشریح پیش کریں ۔علوم اسلامیہ کی عظیم درسگاہ جامعہ نظامیہ میں 20فبروری 2017 کو منعقد ہونے والے علمی مذاکرہ بعنوان ''علم القرآن'' سے خطاب کرتے ہوئے علماءاور دانشوروں نے ان خیالات کا اظہار کیا ۔اس علمی مذاکرہ کی نگرانی حضرت مولانا سید شاہ علی اکبر نظام الدین حسینی صابری امیر جامعہ نظامیہ نے کی ۔مفکراسلام حضرت مولانا مفتی خلیل احمد شیخ الجامعہ جامعہ نظامیہ نے صدارت کی ۔حضرت مولانا عبدالحمید محمد سالم القادری سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ بدایوں شریف اتر پردیش نے بحیثیت مہمان خصوصی شرکت کی اور دعائیہ کلمات سے نوازا ۔علامہ سالم القادری نے کہا کہ جامعہ نظامیہ سے میرا روحانی تعلق ہے ۔اس لئے کہ یہ جامعہ نظامیہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر قائم کردہ ہے ۔انہوں نے کہا کہ علما جامعہ نظامیہ زمانہ کے تقاضوں کے مطابق دین وسنت کی ترویج میں مصروف ہیں ۔اس سمینار میں مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر محمد اسلم پرویز نے پاور پوائنٹ پریزنٹیشن کے ذریعہ قرآن اور سائنس کے موضوع پر کلیدی مقالہ پیش کیا ۔ڈاکٹر محمد اسلم پرویز نے کہا کہ کائنات کی آفاقیت اس کے خالق کا واضح پتہ دیتی ہے ۔انہوں نے کہا کہ معرفت الٰہی کے بے شمار ذرائع ہیں جن میں سائنس بھی موثر ترین ذریعہ ہے ۔اللہ اپنے بندوں کو کائنات کے مظاہر کی طرف دعوت دے رہا ہے ۔وہ اللہ کی طرف راغب ہوں اور اللہ کی معرفت حاصل کریں ۔اللہ نے تخلیق اس لئے فرمائی ہے کہ خالق حقیقی کو پہچانا جاسکے ۔ڈاکٹر محمد اسلم پرویز نے آخری میں جامعہ نظامیہ کی خدمات کواور کارناموں کوخراج تحسین پیش کیا ۔حضرت مولانا محمد خواجہ شریف شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ نے باوجود ناسازی صحت کے اعجاز القرآن کے موضوع پر تفصیلی روشنی ڈالی ۔انہوں نے کہا کہ قرآن الٰہی معجزہ ہے اوراس کا اعجاز صبح قیامت تک باقی ہے ۔زائد از 1400 سال میں ماہرین نے اس کا مطالعہ کیا اوراس میں کسی قسم ۔کی بھی نشاندہی نہ کرسکے ۔قرآن کے نزول کے بعد عربوں کو اپنی فصاحت اور بلاغت پر جو ناز تھا وہ ختم کرنا پڑا ۔کعبۃ اللہ پران کے معلقات ہٹادیئے گئے اور قرآن کی آیتوں سے بڑھ کر کوئی موثر کلام پیش نہ کیا جاسکا ۔انہوں نے

جامعہ نظامیہ کے سابق اساتذہ کے حوالے دیتے ہوئے اس موضوع پر اظہار خیال کیا۔ انہوں نے کہا کہ جامعہ نظامیہ ہمیشہ سرسبز وشاداب رہے گا۔ اوراس کی بزم ہمیشہ آباد رہے گی۔ انہوں نے علماء کو مشورہ دیا کہ وہ قرآن کے بلاغی پہلوؤں پر اپنے نظروں کو مرکوز کریں۔ انہوں نے اپنے خطاب کے آخر میں کہا کہ مستشرقین نے محض قرآن میں غلطیوں کی نشاندہی کرنے کی غرض سے اپنی زندگیاں صرف کیں اور عربی زبان میں دسترس حاصل کیا تاہم انہیں قرآن کی حقانیت کا اعتراف ہی کرنا پڑا بلکہ بے شمار مستشرقین کو اللہ نے ہدایت کی توفیق بھی بخشی وہ دامن اسلام سے وابستہ ہوئے۔

مولانا ڈاکٹر حافظ سید بدیع الدین صابری پروفیسر جامعہ عثمانیہ نے ''تخلیق انسان قرآن وسائنس کی روشنی میں'' عنوان پر مقالہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ بہت سے سائنسی حقائق قرآن مجید سے مطابقت رکھنے کے باوجود قرآن کو سائنس کی کسوٹی پر نہیں رکھا جاسکتا اور نہ قرآن اپنی حقانیت کے ثبوت کے لئے سائنس کا محتاج ہے۔ انہوں نے کہا کہ سائنس کے نظریات میں تبدیلی آسکتی ہے لیکن قرآن حکیم کے حقائق اور ابدی اور عالم گیری ہیں۔ کیونکہ وہ اللہ کا کلام ہے جو قطعی اور حتمی ہے۔ اس کے برخلاف سائنس قطعی اور حقیقی علم مہیا کرنے سے عاجز ہے۔ جس کا اعتراف بے شمار سائنسدانوں نے کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ سائنس کا دائرہ کار صرف عالم شہود تک ہے۔ عالم غیب اس کی دسترس سے باہر ہے جبکہ قرآن عالم شہود کے ساتھ عالم غیب کی بھی خبر دیتا ہے۔ قرآن مجید کے اندر ہر علم کی بنیاد موجود ہے۔ قاضی ابوبکر ابن عربی کی کتاب قانون التاویل کے حوالے سے انہوں نے بتایا کہ قرآن میں **77,450** علوم ہیں۔ ڈاکٹر صابری نے کہا کہ جس طرح قرآن مجید میں انسان کی تخلیق کی خارجی تشکیل کے اسباب کو بیان کیا ہے اس طرح بہت ہی واضح طور پر ہر ماں کے پیٹ میں جنین کی داخلی تشکیل وارتقاء کا ذکر کیا ہے۔ یہ آیات تخلیق انسانی کے مراحل پر تحقیق کرنے والے سائنس دانوں کے لئے دعوت فکر ہیں۔ قرآنی حقائق زبان حال سے اس بات کی گواہی دے رہے ہیں قرآن جہاں کتاب ہدایت ہے وہیں انسانی ہدایت کے لئے روشن معجزہ بھی ہے اور انسانی زندگی کا ضابطہ حیات بھی ہے۔ اور مخلوقات میں غور کر کے خالق تک پہنچنے کا ذریعہ بھی ہے۔

مولانا مفتی حافظ سید ضیا الدین نقشبندی شیخ الفقہ جامعہ نظامیہ نے ''معاشی نظام اور قرآن'' کے موضوع پر مقالہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ اللہ نے اپنے مبارک کلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے ذریعہ جو معاشی نظام عطا فرمایا' جو افراد و تفریط کے درمیان ہے اعتدال وتوازن والا ایسا قانون ہے جس میں فرد کو مکمل اختیارات حاصل رہتے ہیں تاہم کچھ خدائی پابندیاں بھی ہیں۔ اس کے نتیجہ میں معیشت پر کسی کی اجارہ داری قائم نہیں رہتی۔ اللہ کا دیا ہوا اسلامی نظام معیشت کے تمام مسائل کا حل پیش کرتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ سرمایہ دارانہ نظام میں دولت منجمد ہو کر رہ جاتی ہے اس کے برخلاف قرآن کریم میں عطا کردہ اصول قوانین سے دولت گردش کرتی ہے۔ مالدار زکوۃ ادا کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ مختلف غلطیوں کی پاداش

میں کفارہ کے بطور صدقہ دیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے دولت کا ایک قابل لحاظ حصہ غریبوں اور ضرور تمندوں تک رسائی پاتا ہے۔ مولانا نقشبندی نے کہا کہ اسلام کا معاشی نظام چاہتا ہے کہ دولت کی گردش کرتی رہے۔ سرمایہ مخصوص گروہ، مخصوص طبقہ، مخصوص خاندان یا مخصوص افراد کے ہاتھوں میں نہ رہے۔ انہوں نے کہا کہ آج معیشت کا سب سے بڑا مسئلہ ''معاشی بحران'' ہے۔ اشتراکی نظام کی ناکامی کے بعد اب سرمایہ دارانہ نظام دم توڑتا نظر آرہا ہے۔ معاشی بحران میں سوپر پاور ملک کی معیشت تک کو متزلزل کردیا ہے۔ اس کی زد میں سوپر پاور ملک کی معیشت تک متزلزل کردیا ہے۔ اس کی زد میں بہت سارے ممالک آئے ہیں۔ اس کے بالمقابل اسلامی نظام اس بحران سے نمٹنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

مولوی سید احمد علی معتمد جامعہ نظامیہ کے شکریہ پر علمی مذاکرہ کا اختتام عمل میں آیا۔ مولانا محمد عبید اللہ فہیم قادری الملتانی منتظم جامعہ نظامیہ نے انتظامات کی نگرانی کی۔ مولانا محمد انوار احمد نائب شیخ التفسیر جامعہ نظامیہ نے نظامت کی۔ ابتدائی میں مولوی حافظ محمد عمران عثمانی متعلم ہشتم نے قرأت کلام پاک پڑھی۔ علمی مذاکرہ میں جامعہ نظامیہ کے شیوخ، اساتذہ، علماء و مشائخ اور طلبہ قدیم کے علاوہ طلبہ جامعہ نظامیہ کی کثیر تعداد شریک تھی۔ اس سمینار کا اہتمام دار التفسیر میں کیا گیا جبکہ خواتین و طالبات کے لئے دار الحدیث میں علحدہ نظم رکھا گیا۔ اس طرح تدریس کی عمارت میں طلبہ کے لئے اسکرین کی سہولت کے ساتھ نظم کیا گیا۔

(روزنامہ رہنمائے دکن حیدرآباد۔ 20 فبروری 2017ء)

علماء عصر حاضر کے چیالنجس سے خود کو ہم آہنگ کریں

جامعہ نظامیہ کے 146 ویں سالانہ جلسہ تقسیم اسناد سے مفتی خلیل احمد، اے کے خان کا خطاب

سائنس اور مادیت کی ترقی نے زمانہ کو ایک نئے رخ پر لاکر کھڑا کیا ہے، جس کے نتیجہ میں اقوام عالم ہدایت سے مسلسل دور ہوتے جارہے ہیں۔ ان حالات میں دینی علوم کے ماہرین کے لئے ضروری ہے کہ وہ عصر حاضر کے چیلینجس سے ہم آہنگ ہوں۔ علماء پر لازم ہے کہ وہ علوم دینیہ کے ساتھ مختلف زبانیں، فنون اور ہنر سیکھیں اس سے دونوں جہاں یعنی دنیا و آخرت میں کامیابی حاصل ہوگی۔ اور اسلام کے پیغام کو صحیح طور پر پیش کیا جاسکے گا۔ نیز جامعہ نظامیہ عصر حاضر میں علوم اسلامیہ کے فروغ کے سلسلہ میں ذمہ دارانہ کردار ادا کررہا ہے، جس کا نتیجہ ہے کہ سال حال امتحانات میں 6473 طلبا و طالبات نے شرکت کی جس کی مثال ملک بھر میں بجز ایک یا دو کہ شائد ہی کسی اور دینی ادارہ میں مل سکے گی۔ مفکر اسلام مولانا مفتی خلیل احمد شیخ الجامعہ جامعہ نظامیہ، جناب عبد القیوم خان مشیر اقلیتی بہبود حکومت تلنگانہ کے علاوہ دیگر شیوخ نے جامعہ نظامیہ کے 146 ویں سالانہ جلسہ سے حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ کے 102 ویں عرس شریف کے موقع پر ان خیالات کا اظہار کیا۔ مولانا سید شاہ

علی اکبر نظام الدین حسینی صابری امیر جامعہ نظامیہ نے صدارت کی۔ مولانا مفتی خلیل احمد شیخ الجامعہ نے کہا کہ جامعہ مسلسل ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ طلباء علوم اسلامیہ کو جدید طرز میں حاصل کررہے ہیں۔ ریسرچ اور بحث وموازنہ کے عصری طریقہ کار کو بروئے کار لایا جارہا ہے۔ انہوں نے حدیث پاک کے حوالے سے کہا کہ سب سے بہترین انسان وہ ہے جس سے دوسروں کو فائدہ پہونچے۔ فائدہ کئی طرح کا ہوسکتا ہے لیکن بہترین فائدہ یہ ہے کہ علم کا اثاثہ چھوڑا جائے تو اس سے قوم کو خود بخود فائدہ ہوتا رہے گا۔ بانی جامعہ نے 146 سال قبل جو علمی پودا لگایا تھا آج اس کے بہتر ثمر برآمد ہورہے ہیں۔ اس طویل سفر کے دوران اس جامعہ سے ہزاروں علماء فارغ ہوکر دنیا بھر میں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ آج بھی جامعہ کا مقصد یہی ہے کہ اس سے ملت اسلامیہ اور ملک وقوم کو فائدہ ہو۔ جامعہ نظامیہ کا علمی سفر اور ترقی کا سفر جاری ہے۔ علمی فیضان کا پھیلنا علمی ادارہ کی ترقی ہوتی ہے۔ شیخ الجامعہ نے کہا کہ علماء موجودہ حالات کے تقاضوں کے مطابق مختلف علوم اور فنون کو سیکھیں کیونکہ کسی زبان سے اسلام کی دشمنی نہیں ہے۔ جامعہ نظامیہ میں زمانے کی دشمنی نہیں ہے۔ جامعہ نظامیہ میں زمانے کے تقاضوں کے مطابق علماء کی انگریزی سے ہم آہنگ کیا جارہا ہے تاکہ فارغین صرف مسجد ومدرسہ تک محدود نہ رہ سکیں۔ انہوں نے کہا کہ موجودہ دور میں مسلمان دیگر اقوام سے پیچھے رہ گئے ہیں۔ فکری اور عملی اعتبار سے کمزور ہوگئے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ علماء زمانے کے چیلنجس کے مطابق تیار ہوں تاکہ وہ ان کا موثر جواب دے سکیں۔ جناب عبدالقیوم خان مشیر اقلیتی بہبود حکومت تلنگانہ نے کہا کہ بانی جامعہ شیخ الاسلام حضرت انوار اللہ فاروقیؒ نے تقریباً 150 برس قبل اس جامعہ کو قائم کیا وہ آصف جاہی بادشاہوں کے استاذ تھے اگر چاہتے تو اپنے لئے محل اور دولت مانگ لیتے لیکن انہوں نے جامعات قائم کرنے کا مشورہ دیا اور خود بھی علوم دینیہ کا جامعہ قائم فرمایا۔ جناب اے کے خان نے کہا کہ جامعہ نظامیہ اب صرف ایک ادارہ نہیں بلکہ ایک دینی تحریک بن چکا ہے۔ یہاں کے اسناد کو جامعہ ازہر، جامعہ مدینۃ المنورہ، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی اور دیگر یونیورسٹیوں میں تسلیم کیا جاتا ہے۔ عثمانیہ یونیورسٹی میں جامعہ نظامیہ کے ڈگریوں کو تسلیم کرنے کا مسئلہ برسوں سے زیر التواء ہے اس کی جلد از جلد یکسوئی کردی جائیگی۔ انہوں نے فارغ علماء کو مشورہ دیا کہ وہ مختلف شہروں ومواضعات میں پہلے سے زیادہ قومی اتحاد اور بھائی چارہ کے پیام کو پہنچائیں۔ اے کے خان نے کہا کہ بانی جامعہ نے دائرۃ المعارف العثمانیہ بھی قائم کیا تھا۔ اس ادارہ کے ذریعہ ساتویں صدی سے پندرہویں صدی کے درمیان اسلام کے سنہرے دور کی نایاب کتابوں کا ترجمہ اور اشاعت کا کام ہوتا ہے۔ اس ادارہ کو بھی بچانا ضروری ہے۔ انہوں نے بتایا کہ جامعہ نظامیہ میں آڈیٹوریم کی تعمیر کا کام تیزی سے جاری ہے امکان ہے کہ اندرون 6 ماہ سے مکمل کرلیا جائیگا۔ ابتداء میں اس کے لئے 10 کروڑ کا تخمینہ لگایا تھا لیکن اس کے اخراجات تقریباً 15 کروڑ ہورہے ہیں حکومت اسے مکمل کرے گی۔ انہوں نے امید ظاہر کی کہ آئندہ سالانہ جلسہ جامعہ نظامیہ آڈیٹوریم میں منعقد ہوگا۔ جناب اے

کے خان نے بحیثیت پولیس کمشنر شہر میں خدمات کی انجام دہی کے دوران جامعہ نظامیہ کے اشتراک وتعاون کا تفصیلی تذکرہ کیا اور علماء جامعہ نظامیہ کی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا۔ مولانا سید شاہ عزیز اللہ قادری افتخاری شیخ المعقولات جامعہ نظامیہ نے بھی سالانہ جلسہ سے خطاب کیا۔ مولانا ڈاکٹر سیف اللہ نائب شیخ الجامعہ جامعہ نظامیہ نے تعلیمی رپورٹ میں بتایا کہ اس سال 1711 طلبا وطالبات اندرون جامعہ تعلیم حاصل کررہے ہیں جن میں سے تقریباً 700 طلباء کو مفت قیام وطعام کی سہولت حاصل ہے۔ تعلیمی سال 17-2016 طلبا وطالبات نے جامعہ کے مختلف امتحانات میں شرکت کی۔ سالانہ جلسہ میں مولوی 192 ' عالم 113 ' فاضلین 29 ' کامل الحدیث 2 ' کامل الفقہ 24 ' کامل التفسیر 4 ' کامل التاریخ 2 اور 214 حفاظ طلبہ کو اسناد عطائے خلعت ودستار بندی سے سرفراز کیا گیا۔ 8 طلبا وطالبات کو گولڈ میڈلس عطاء کئے گئے جن میں حافظ سید خواجہ معین الدین (فاضل) کو حضرت شیخ الاسلام حافظ محمد انوار اللہ فاروقیؒ بانی جامعہ نظامیہ گولڈ میڈل منجانب محترم محمد مصلح الدین جاوید بتوسط بزم طلبائے قدیم ومحبان جامعہ نظامیہ (جدہ) دیا گیا۔ حافظ سید جمیل الدین (فاضل) کو حضرت شاہ ولی اللہ صوفی محدث دہلویؒ گولڈ میڈل منجانب خانقاہ روضۃ الاصفیاء شاہ ولی اللّٰہی سکندرآباد دیا گیا۔ حافظ محمد زاہد علی (فاضل) کو حضرت شاہ آغا داؤد ابوالعلائی " گولڈ میڈل منجانب بیرسٹر اسد الدین اویسی صدر کل ہند مجلس اتحاد المسلمین ورکن پارلیمنٹ حیدرآباد دیا گیا۔

(روزنامہ اعتماد' حیدرآباد۔ 27 رفبروری 2017ء)

عالم اسلام کے اضطراب آمیز حالات احادیث سے دوری کا نتیجہ

جامعہ نظامیہ میں جلسہ ختم بخاری شریف میں مولانا محمد خواجہ شریف صاحب کا درس

جامعہ نظامیہ کے شیخ الحدیث فضیلۃ الشیخ مولانا محمد خواجہ شریف صاحب نے آج جامعہ میں بخاری شریف کی آخری حدیث کا متاثر کن درس دیا۔ انہوں نے کہا کہ بخاری شریف علوم ومعارف کا سرچشمہ ہے' جس میں قیامت تک پیش آنے والے تمام مسائل کا حل موجود ہے ۔ انہوں نے کہا کہ موجودہ پرآشوب حالات میں مسلمان اپنی زندگی کو احادیث کے مطابق گزاریں' انہوں نے کہا کہ عالم اسلام کے موجودہ اضطراب آمیز حالات احادیث سے دوری کا نتیجہ ہے۔ مفکر اسلام مولانا مفتی خلیل احمد شیخ الجامعہ جامعہ نظامیہ نے اس موقعہ پر اپنے خیر مقدمی خطاب میں کہا کہ یوں تو بخاری شریف کو ملک کی تمام جامعات میں پڑھایا جاتا ہے لیکن جامعہ نظامیہ کا اسلوب تدریس سب سے منفرد اور جداگانہ نوعیت کا ہے۔ یہاں احادیث کے ترجمہ وتفہیم پر ہی اکتفاء نہیں کیا جاتا بلکہ مسائل کے استنباط' فقہی نظائر' اصول حدیث اور روایت ودرایت کے تمام مباحث کو مدلل طور پر شامل درس کیا جاتا ہے۔ انہوں نے مزید کہ عصر حاضر میں پہلے زیادہ اس بات کی ضرورت ہے کہ علم حدیث میں کامل

مہارت حاصل کی جائے تاکہ موجودہ زمانہ کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے دین متین کی خدمت صحیح طور پر انجام دی جاسکے۔حضرت شیخ الجامعہ نے کہا کہ طلبہ ریسرچ وتحقیق کی راہ کو اپنائیں‘ انہوں نے اس موقع پر حضرت شیخ الحدیث کو مبارکباد پیش کی اور کہا کہ مولانا محترم کے درس سے حاضرین کو اندازہ ہوگا کہ حدیث فہمی کیا چیز ہے اور درس حدیث کیا ہوتا ہے۔مولانا محمد خواجہ شریف شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ نے اپنے درس میں کہا کہ بخاری شریف کی آخری حدیث اپنے معانی ومطالب کے اعتبار سے نہایت جامع اور دنیاوآخرت میں سکون وراحت کی ضامن ہے اس کو کسی بھی مجلس کے آخر میں پڑھ لیا جائے تو کفارہ مجلس ہے۔ یہ حدیث شریف ظاہر وباطن کی تمام بیماریوں کا علاج بھی ہے۔اس میں عقیدہ‘ اعمال اور حسن خاتمہ اور کامرانی کی ساری چیزیں موجود ہیں۔مولانا نے سلسلہ درس جاری رکھتے ہوئے کہا کہ حدیث کی ہر کتاب میں حلاوت ولذت پائی جاتی ہے۔لیکن یہ کیفیت بخاری شریف میں بہت زیادہ ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے احادیث کو 16 سال میں جمع کیا۔ آپ ہر حدیث کو لکھنے سے پہلے غسل فرماتے اور دو رکعت نماز ادا کرتے آپ نے بخاری شریف کا ہر عنوان مدینہ منورہ میں روضہ اقدس کے روبرو لکھا اور لکھنے سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتے اور عنوان کو حضور کی بارگاہ میں پیش کرتے۔مولانا نے سلسلہ خطاب جاری رکھتے ہوئے کہا کہ بخاری شریف کی آخری حدیث ’’**سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم** ‘‘ کے ورد سے روحانی تسکین حاصل ہوتی ہے۔مولانا محمد خواجہ شریف نے کہا کہ بخاری شریف کی آخری حدیث تمام کتاب کا خلاصہ ہے۔حدیث شریف کا پڑھنا‘ سننا اور اس کو سمجھنے کی کوشش کرنا سعادتمندی ہے اس سے نہ صرف اخروی فوائد وابستہ ہیں بلکہ دنیا میں بھی خوشحالی اور تازگی نصیب ہوتی ہے۔مولانا نے کہا کہ بخاری شریف‘ قرآن مجید کے بعد صحیح ترین کتاب ہے۔علامہ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم رویاء میں بخاری شریف کو اپنی کتاب قرار دیا۔ بخاری شریف کے پڑھنے سے آفات ومصائب دور ہوجاتے ہیں۔انہوں نے کہا کہ جامعہ نظامیہ میں ابتداء ہی سے بخاری شریف کی تدریس کا خصوصی اہتمام ہے۔یہاں مسند حدیث وفقہ پر ملک کے بلند پایہ علماء فائز رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ علامہ عسقلانیؒ کے مطابق بخاری شریف میں 3907 عنوانات کے تحت 9082 احادیث ہیں۔انہوں نے یہ بات بھی کہی کہ بخاری شریف میں 22 ثلاثیات ہیں یعنی وہ حدیث جو صرف تین واسطوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے۔لیکن امام اعظمؒ کے پاس ثلاثیات کا ایک بڑا مجموعہ ہے بلکہ آپ کے پاس ثنائیات اور وحدانیات بھی ہیں جو امام بخاریؒ کے پاس نہیں ہیں۔انہوں نے کہا کہ بخاری شریف کی 20 ثلاثیات مکی بن ابراہیم سے مروی ہیں۔اور مکی بن ابراہیم حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے شاگرد ہیں۔ حضرت امام بخاری احناف کے قدر شناس ہیں کیونکہ وہ خود ایک واسطہ اور دو واسطوں سے حضرت امام اعظم کے شاگرد ہیں۔طلباء جامعہ نظامیہ نے حضرت شیخ الحدیث کا عربی زبان میں لکھا گیا کلام پیش

کیا جو ختم بخاری کی مناسبت سے نظم کیا گیا تھا۔ حضرت مولانا مفتی محمد عظیم الدین مفتی جامعہ نظامیہ نے درس کے اختتام پر علامہ سید احمد بن دھلانؒ کی دعائے ختم بخاری کو نہایت رقت کے ساتھ پڑھا۔ جناب سید احمد علی معتمد جامعہ نظامیہ نے شکریہ ادا کیا۔ مولانا محمد فصیح الدین نظامی نے نظامت کے فرائض انجام دیئے۔ اس موقعہ پر شیوخ جامعہ اساتذہ' علماء اور طلبہ قدیم وجدید اور عامۃ الناس کی کثیر تعداد موجود تھی۔ مولانا حافظ محمد عبیداللہ فہیم قادری ملتانی منتظم جامعہ نظامیہ نے انتظامات کی نگرانی کی۔ طلبائے فاضل سندی نے شیوخ واساتذہ جامعہ کی گلپوشی کی۔ حافظ محمد عبدالواجد کی قرات اور محمد عامر الدین کی نعت شریف سے پروگرام کا آغاز ہوا۔ ختم بخاری اور امام بخاری کی عظمت کے موضوع پر محمد عبدالحنان اور مولوی منور بیگ نے نظم پیش کی۔

(روزنامہ سیاست' حیدرآباد۔ 16 اپریل 2017ء)

جامعہ نظامیہ کے اسناد عثمانیہ یونیورسٹی کے ڈگریوں کے مماثل

دیرینہ مطالبہ کی تکمیل' یونیورسٹی کا اعلامیہ جاری' مفتی خلیل احمد کا اظہار تشکر

عثمانیہ یونیورسٹی کی جانب سے جامعہ نظامیہ کے اسناد کو تسلیم کرنے کیلئے اعلامیہ جاری کردیا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں عثمانیہ یونیورسٹی کے اکیڈیمک رجسٹرار نے اعلامیہ جاری کرتے ہوئے مولوی تا کامل جامعہ نظامیہ کے اسناد کو عثمانیہ یونیورسٹی کی مسلمہ حیثیت فراہم کرتے ہوئے بتایا کہ جامعہ نظامیہ کے مختلف کورسیس' یونیورسٹی کے مختلف ڈگریوں کے مماثل ہیں دوسال قبل جامعہ نظامیہ کے سالانہ جلسہ عام کے موقع پر بانی جامعہ نظامیہ فضیلت جنگ حضرت محمد انواراللہ فاروقی قدس سرہ کے سالانہ عرس میں جناب اکبرالدین اویسی قائد مجلس مقننہ پارٹی کی جانب سے چیف منسٹر کے چندر شیکھر راو سے جامعہ کے اسناد کو عثمانیہ یونیورسٹی کی جانب سے تسلیم کرنے کے سابقہ طریقہ کار کو بحال کرنے کی اپیل کی گئی تھی' جس پر فوری ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے چیف منسٹر کے چندر شیکھر راؤ نے جلسہ عام میں تیقن دیا تھا کہ جامعہ نظامیہ کے سابقہ تعلیمی موقف کو بحال کیا جائے گا اور اس کی ڈگریوں کو یونیورسٹی کی سطح پر تسلیم کیا جائیگا۔ کیونکہ اس جامعہ سے کئی سپوت فارغ ہوکر ملک و بیرون ملک اپنے شہر ریاست اور ملک کا نام روشن کررہے ہیں۔ جناب اکبراویسی نے اس مسئلہ کو اسمبلی میں بھی اٹھایا تھا۔ جناب اکبرالدین اویسی نے اس کے بعد علحدہ علحدہ طور پر چیف منسٹر کے سی آر کو کئی مکتوب روانہ کئے اور ڈپٹی چیف منسٹر و وزیر اعلیٰ تعلیم کڈیم سری ہری سے ملاقات کرتے ہوئے جامعہ نظامیہ کے اسناد کو عثمانیہ یونیورسٹی کی ڈگریوں کے مماثل تقسیم کرنے نمائندگی کی تھی۔ قائد مجلس کی ڈپٹی چیف منسٹر سے ملاقات کے بعد انہوں نے اسپیشل چیف سکریٹری اعلیٰ تعلیم شریمتی راجیو رنجن اچاریہ سے اس کی تفصیلی رپورٹ طلب کی تھی۔ اسپیشل چیف سکریٹری اعلیٰ تعلیم نے اس مسئلہ پر بورڈ آف سیکنڈری ایجوکیشن اور بورڈ آف انٹرمیڈیٹ سے بھی رپورٹس طلب کیں کیونکہ جامعہ نظامیہ کے اسناد کو ایس

ایس سی اور انٹر کے مماثل تسلیم کرنے کے لئے احکام جاری کرنے ضروری تھے ۔مسئلہ طوالت اختیار کر گیا تھا جس پر قائد مجلس کی حکومت سے نمائندگی پر حکومت نے مشیر حکومت اے کے خان کے ذریعہ اس وقت کے انچارج وائس چانسلر ورجسٹرار یونیورسٹی سے اس معاملہ کورجوع کیا تھا۔ سکریٹری اقلیتی بہبود سید عمر جلیل نے بھی ایک علحدہ رپورٹ روانہ کی ۔اس کے باوجود مسئلہ تاخیر کا شکار ہوگیا تھا۔ مسلسل تاخیر پر ارباب جامعہ نظامیہ کی جانب سے صدر مجلس بیرسٹر اسدالدین اویسی ایم پی سے توجہ دہانی پر انہوں نے یونیورسٹی کے وائس چانسلر پروفیسر رام چندرم سے اس مسئلہ میں تاخیر پر تفصیلات طلب کیں اوراس کی جلد یکسوئی کا مشورہ دیا تھا۔ صدر مجلس کی وائس چانسلر یونیورسٹی سے کئی مرتبہ بات چیت کے بعد عثمانیہ یونیورسٹی کے اسٹانڈنگ کمیٹی کا اجلاس گذشتہ ماہ منعقد ہوا۔ اجلاس میں یونیورسٹی کے تمام شعبوں کے ڈین بھی شریک تھے جس میں ڈین فیکلٹی آف اورینٹل لینگوئجس مولانا ڈاکٹر محمد ذوالفقار محی الدین صدیقی نے یونیورسٹی کی اسٹانڈنگ کمیٹی کے روبرو جامعہ نظامیہ کے اسناد اوراس کے نصاب کے علاوہ جامعہ کی جانب سے اختیار کردہ تعلیمی طریقہ کار اوراس کی تاریخ پر تفصیلی وضاحتیں کیں ۔انہوں نے جامعہ نظامیہ میں دینی تعلیم کے ساتھ انگریزی اور عصری تعلیم سے متعلق بھی تفصیلات پیش کیں ۔جس کے بعد اسٹانڈنگ کمیٹی نے اس کو منظوری دی ۔یونیورسٹی کی جانب سے جو اعلامیہ جاری کیا گیا ہے اس کے مطابق جامعہ نظامیہ کے مختلف کورسیس عثمانیہ یونیورسٹی کے کورسیس کے مماثل کورسیس قرار دیئے گئے ہیں۔اعلامیہ کی تفصیلات کے مطابق شہادۃ المولوی کو عثمانیہ یونیورسٹی کے انٹرنس ٹسٹ (ایس ایس سی) کے مماثل قرار دیا ہے۔شہادۃ العالم کو یونیورسٹی کے پری ڈگری کورس (انٹر) کے مماثل‘ شہادۃ الفاضل کو یونیورسٹی کے ڈگری کورس بی اے (لینگویجس) اورشہادۃ الکامل کو یونیورسٹی کے پوسٹ گریجویٹ کورس ایم اے (لنگویجس) کے مماثل قرار دیا گیا۔اس سلسلہ میں مفکر الاسلام مولانا مفتی خلیل احمد شیخ الجامعہ جامعہ نظامیہ نے چیف منسٹر جناب کے چندر شیکھر راؤ صاحب کا شکریہ ادا کیا۔انہوں نے اس کے ساتھ ڈپٹی چیف منسٹر وزیر تعلیم کڈیم سری ہری‘ بیرسٹر اسدالدین اویسی صدر کل ہند مجلس اتحاد المسلمین ورکن پارلیمنٹ حیدرآباد اور جناب اکبرالدین اویسی کا بھی شکریہ ادا کیا اور کہا کہ ان کی مساعی جمیلہ سے ایک دیرینہ مسئلہ کی تکمیل ہوئی ۔شیخ الجامعہ جامعہ نظامیہ نے کہا کہ چیف منسٹر نے تقریباً ڈھائی سال قبل یہ اعلان کیا تھا لیکن دفتری کارروائیوں میں تاخیر ہوئی لیکن مجلسی قیادت کی جانب سے مسلسل اس سلسلہ میں پیروی کی جاتی رہی جس کے بعد یونیورسٹی نے اعلامیہ جاری کردیا۔مولانا مفتی خلیل احمد شیخ الجامعہ‘ جامعہ نظامیہ نے کہا کہ اس اعلان سے جامعہ نظامیہ کے طلبہ کو اعلیٰ تعلیم کے لئے سہولت حاصل ہوگی ۔جامعہ نظامیہ کے مختلف کورسیس سے فراغت حاصل کرنے کے بعد یہاں کے طلبہ راست طور پر یونیورسٹی کے مختلف کورسس میں داخلہ حاصل کرسکیں گے اور کامل کے فارغ طلبہ راست طور پر جامعہ عثمانیہ میں ڈاکٹریٹ کے لئے رجوع ہوسکیں گے۔اس سے طلبہ میں اعلیٰ تعلیم کے لئے ایک نیا حوصلہ پیدا ہوگا۔

(روزنامہ اعتماد حیدرآباد۔ 21 ستمبر 2017ء)

جامعہ نظامیہ کے اسناد کو عثمانیہ یونیورسٹی کے مماثل قرار دینا اہم کارنامہ

چیف منسٹر کے چندر شیکھراؤ کے فیصلے سے ملت اسلامیہ کے نوجوانوں کا مستقبل روشن

مولانا اکبر نظام الدین امیر جامعہ نظامیہ کا ردعمل

امیر جامعہ حضرت مولانا سید شاہ اکبر نظام الدین حسینی صابری سجادہ نشین درگاہ حضرت شاہ خاموشؒ نے حکومت تلنگانہ کی جانب سے جامعہ نظامیہ کے اسناد کو عثمانیہ یونیورسٹی کے اسنادات کے مماثل قرار دیئے جانے پر اظہار تشکر کرتے ہوئے کہا کہ چیف منسٹر تلنگانہ جناب کے چندر شیکھر راو صاحب نے ارباب جامعہ و مسلمانان دکن سے کئے گئے وعدہ کو پورا کرتے ہوئے ملت اسلامیہ کے نوجوانوں کے روشن تعلیمی مستقبل کی راہیں ہموار کئے ہیں۔ مولانا سید شاہ اکبر نظام الدین حسینی صابری نے اپنے بیان میں کہا کہ جنوبی ہند کی عظیم دینی درسگاہ جامعہ نظامیہ کے اسنادات شہادت مولوی' شہادت عالم' شہادت فاضل' اور شہادت کامل کو عثمانیہ انٹرنس' پی ڈی سی' بی اے' اور ایم اے کے مماثل قرار دیا جانا دینی علوم حاصل کرنے والے علماء فارغین کو اعلیٰ تعلیم کے حصول کا زریں موقع فراہم کرنے کے مترادف ہے۔ امیر جامعہ نظامیہ نے ریاستی حکومت اور عثمانیہ یونیورسٹی انتظامیہ کی جانب سے کئے گئے فیصلہ کو جامعہ نظامیہ اور مسلم نوجوانوں کے حق میں بہترین اور فائدہ مند فیصلہ قرار دیتے ہوئے کہا کہ جامعہ نظامیہ کے فارغین کو فراغت علوم کے بعد دیگر جامعات میں داخلوں کے حصول میں جو مشکلات پیش آ رہی تھیں اب وہ ختم ہوچکی ہیں۔ جامعہ نظامیہ نے 21 ستمبر کو جاری کردہ اعلامیہ میں اس بات سے ارباب جامعہ نظامیہ کو واقف کروایا کہ جامعہ عثمانیہ کے 28 اور 29 اگسٹ کو منعقد ہوئے اسٹانڈنگ کمیٹی کے اجلاس میں جامعہ نظامیہ کی جانب سے 21/جنوری 2017 کو روانہ کردہ مکتوب کے علاوہ تلنگانہ ریاستی کونسل برائے اعلی تعلیمات کی جانب سے موصولہ مکتوبات کا جائزہ لینے کے بعد جامعہ عثمانیہ نے فیصلہ کیا ہے کہ جامعہ نظامیہ کے کورس شہادت مولوی کو عثمانیہ انٹرنس' شہادت عالم کورس کو پی ڈی سی' شہادت فاضل کو جامعہ عثمانیہ کے بی اے اور شہادت کامل کو جامعہ عثمانیہ کے ایم اے کے مماثل قرار دیا جائے۔ مولانا سید شاہ علی اکبر نظام الدین حسینی صابری امیر جامعہ نظامیہ نظامیہ نے جامعہ عثمانیہ کے چانسلر وائس چانسلر اور اسٹانڈنگ کمیٹی کا بھی شکریہ ادا کرتے ہوئے نوجوانوں کو مشورہ دیا کہ وہ اس زریں موقع سے استفادہ کرتے ہوئے دینی و دنیاوی دونوں علوم کے حصول کی سمت رغبت اختیار کریں تاکہ انہیں دونوں جہاں میں سرخروی حاصل ہوسکے۔

(روزنامہ سیاست' حیدرآباد۔ 24 ستمبر 2017ء)

جامعہ نظامیہ میں عصری آڈیٹوریم کی تعمیر تیزی سے جاری

صدرنشین وقف بورڈ جناب محمد سلیم اور رکن اسمبلی جناب احمد پاشاہ قادری کا معائنہ

جنوبی ہند کی سب سے قدیم اسلامی یونیورسٹی جامعہ نظامیہ میں عصری آڈیٹوریم کی تعمیر کا کام تیزی سے جاری ہے۔ صدرنشین تلنگانہ وقف بورڈ محمد سلیم نے وقف بورڈ کے سی ای او منان فاروق اور رکن اسمبلی حلقہ چارمینار جناب سید احمد پاشاہ قادری کے ساتھ آج آڈیٹوریم کے تعمیری کاموں کا معائنہ کیا۔ یہاں یہ تذکرہ بیجا نہ ہوگا کہ چیف منسٹر چندرشیکھر راؤ نے جامعہ نظامیہ کی ایک تقریب میں عصری آڈیٹوریم کی تعمیر کا اعلان کیا تھا اور اس کے لئے فنڈس بھی جاری کیا گیا۔ عصری آڈیٹوریم کے تعمیری کام تیزی سے جاری ہیں جس کا آج صدرنشین وقف بورڈ جناب محمد سلیم کی زیر قیادت وفد نے معائنہ کیا اور اطمینان کا اظہار کیا۔ قبل ازیں وقف کے ارکان نے بانی جامعہ نظامیہ شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد انواراللہ فاروقیؒ کے مزار پر فاتحہ خوانی کی۔ شیخ الجامعہ' جامعہ نظامیہ حضرت مولانا مفتی خلیل احمد نے وفد کا خیر مقدم کیا اور جامعہ نظامیہ کی ضروریات اور دیگر امور سے واقف کروایا۔ انہوں نے تلنگانہ حکومت کی جانب سے آڈیٹوریم کی تعمیر کے لئے اظہار تشکر بھی کیا۔ تلنگانہ حکومت نے جامعہ نظامیہ کی ڈگری کو ریاست کی ڈگری کی مماثل قرار دیا ہے جس کا چیف منسٹر نے اعلان کیا ہے۔

(روزنامہ صحافی دکن' حیدرآباد۔ 18/اکتوبر 2017ء)

جامعہ نظامیہ کے طلبہ کو بیرونی یونیورسٹیوں میں تعلیم کی اجازت دینے سے اتفاق

چیف منسٹر کے چندرشیکھر راؤ نے اوورسیز اسکالرشپ اسکیم کے تحت اقلیتی طلبہ کو محدود ممالک کے بجائے کسی بھی ملک کی یونیورسٹی میں داخلے کی سہولت فراہم کرنے کا اعلان کیا۔ محکمہ اقلیتی بہبود کو ہدایت دی کہ اوورسیز اسکالرشپ اسکیم سے استفادہ کے لئے آمدنی کی حد کو 5 لاکھ اور شادی مبارک اسکیم کے لئے سرٹیفکیٹ کی رعایتوں سے متعلق احکامات فی الفور جاری کئے جائیں۔ چیف منسٹر نے اعلیٰ سطحی اجلاس میں اقلیتی بہبود کے سلسلہ میں اسمبلی میں کئے گئے اعلانات اور تیقنات پر عمل آوری کی پیشرفت کا جائزہ لیا۔ سکریٹری اقلیتی بہبود کو اوورسیز اسکالرشپ میں آمدنی کی حد 5 لاکھ مقرر کرنے اور شادی مبارک اسکیم کے لئے آدھار کارڈ کی جگہ کسی اور سرکاری سرٹیفکیٹ کو قبول کرنے کی اجازت سے متعلق احکامات جاری کرنے کی ہدایت دی گئی۔ شادی مبارک اسکیم کے لئے اب آدھار کارڈ' ووٹر آئی ڈی کارڈ' ایس ایس سی میمو' ڈرائیونگ لائیسنس قابل قبول رہیں گے۔ اوورسیز اسکیم میں خلیجی ممالک کو شامل کرنے کی نمائندگی کی گئی تھی جس پر چیف منسٹر نے کہا کہ کسی بھی ملک کو مسلمہ یونیورسٹی میں

داخلے پر اوورسیز اسکالرشپ دی جائے گی ۔شرط یہ ہوگی کہ یونیورسٹی مسلمہ ہو۔انہوں نے جامعہ نظامیہ کے طلبہ کو بیرونی یونیورسٹیوں میں تعلیم کی اجازت دینے سے اتفاق کیا اور کہا کہ جامعہ نظامیہ کی ڈگری بیرون ملک یونیورسٹیز میں قبول کی جائیگی ۔انہوں نے اسکالرشپ اسکیم کے بجٹ کو گرین چینل میں شامل کرنے کا مشورہ دیا تاکہ طلبہ کو دشواری نہ ہو۔

(روزنامہ رہنمائے دکن' حیدرآباد۔ 21/نومبر 2017ء)

جامعہ نظامیہ میں عصری کمپیوٹر سنٹر و ڈیجیٹل کلاسس کا افتتاح

امیر جامعہ' شیخ الجامعہ کے علاوہ علماء اور مشائخ کی شرکت

حضرت مولانا سید شاہ علی اکبر نظام الدین حسینی صابری امیر جامعہ اور مولانا مفتی خلیل احمد شیخ الجامعہ کے ہاتھوں جامعہ نظامیہ میں ایک جدید اور عصری سہولتوں سے آراستہ کمپیوٹر سنٹر (کمپیوٹر لیاب) کا ایک سادہ تقریب میں افتتاح عمل میں آیا۔ اس موقع پر حضرت مولانا محمد خواجہ شریف شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ' مولانا ڈاکٹر محمد سیف اللہ نائب شیخ الجامعہ' جامعہ نظامیہ' مولانا سید شاہ ظہیر الدین علی صوفی قادری' مولانا سید ناصر الدین نوری الجیلانی' مولانا مفتی حافظ سید ضیاء الدین نقشبندی شیخ الفقہ جامعہ نظامیہ' جامعہ کے شیوخ' اساتذہ' طلبہ کی کثیر تعداد موجود تھی۔اس کمپیوٹر لیاب میں عصری ٹکنالوجی پر مبنی کمپیوٹرس کی تنصیب عمل میں لائی گئی ۔ جدید طریقہ تدریس کے تحت ڈیجیٹل کلاس روم کا بھی قیام عمل میں آیا۔مولانا سید شاہ علی اکبر نظام الدین حسینی صابری امیر جامعہ نظامیہ نے اس موقع پر اپنے خطاب میں کہا کہ استاذ سلاطین آصفیہ فضیلت جنگ حضرت مولانا انوار اللہ فاروقی قدس سرہ نے توکل کی اساس پر جامعہ نظامیہ کو قائم کیا تھا۔اسی بنیاد پر جامعہ نظامیہ کا کارروان جاری ہے۔ جامعہ کے قیام کی صدی تقاریب کے موقع پر مختلف پروگرامس کے نشانے مقرر کئے گئے تھے جس میں کلیۃ البنات کا قیام اہم تھا۔کلیۃ البنات انتہائی کامیابی کے ساتھ کام کررہا ہے۔مولانا مفتی خلیل احمد نے کہا کہ جامعہ نظامیہ میں 1995 سے کمپیوٹر لیاب موجود ہے لیکن اب اس لیاب کی ہمہ جہتی بنیادوں پر توسیع عمل میں لائی گئی ہے۔انہوں نے کہا کہ مستقبل کے علماء کے لئے علوم دین کے ساتھ صنعت وحرفت اور موجودہ زمانہ کے تقاضوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے معیشت کو بہتر بنانے کے لئے بھی اقدامات ضروری ہیں ۔اس لئے عصری وجدید کمپیوٹر سیکشن کا آغاز کیا گیا۔کمپیوٹر نہ صرف تعلیم اور نصاب بلکہ معیشت سے بھی مربوط ہے ۔اس لئے جدید سنٹر قائم کیا گیا ہے۔انہوں نے بتایا کہ فی الحال جامعہ نظامیہ میں 744 طلبا اور 495 طالبات اس طرح سے جملہ 1239 طلبا وطالبات مرکز میں زیر تعلیم ہیں جبکہ جامعہ نظامیہ کی سینکڑوں شاخوں میں ہزاروں طلبہ زیر تعلیم ہیں ۔ مستقبل میں کلیۃ البنات میں بھی عصری کمپیوٹر سنٹر قائم کیا جائے گا۔جناب ابراہیم خان نے اس مرکز کے لئے 15 کمپیوٹرس کا

عطیہ اورایک ٹیچر کے تنخواہ کا انتظام کیا۔مولانا سیدشاہ ظہیرالدین علی صوفی قادری کی کوششوں سے کمپیوٹرسنٹر کا کام تیزی کے ساتھ تکمیل کو پہنچا۔مولانا محمد خواجہ شریف شیخ الحدیث کی دعاء پرتقریب اختتام کو پہنچی۔ابتداء میں حافظ عامر عثمانی نے قرات کلام پاک اور حافظ حماد نے نعت شریف پیش کی ۔ جناب سید احمد علی معتمد جامعہ نظامیہ نے شکریہ ادا کیا۔مولانا حافظ عبیداللہ فہیم قادری الملتانی نے انتظامات کی نگرانی کی ۔

(روزنامہ اعتماد حیدرآباد 15/ڈسمبر 2017)

جامعہ نظامیہ کے اسناد کی مسلمہ حیثیت کی بحالی

درگاہ حضرت خواجہ محبوب اللہؒ قاضی پورہ کی جانب سے مصری گنج میں تہنیتی تقریب‘ علماء کرام کا خطاب

جامعہ نظامیہ کے اسناد کوعثمانیہ یونیورسٹی کی جانب سے مسلمہ قرار دینے پر بارگاہ حضرت خواجہ محبوب اللہؒ قاضی پورہ کی جانب ایک تہنیتی تقریب 14ڈسمبر 2017 کو ریاض مدینہ مصری گنج میں منعقد ہوئی ۔تقریب میں بیرسٹر اسدالدین اویسی صدر کل ہند مجلس اتحادالمسلمین ورکن پارلیمنٹ حیدرآباد کے علاوہ مولانا سید شاہ علی اکبر نظام الدین حسینی صابری امیر جامعہ نظامیہ‘ مولانا مفتی خلیل احمد شیخ الجامعہ‘ جامعہ نظامیہ‘ جناب سید احمد پاشاہ قادری معتمد عمومی مجلس ورکن اسمبلی چارمینار کے علاوہ علماء ومشائخ کی کثیر تعداد شریک تھی ۔مولانا سید محمد صدیق حسینی عارف سجادہ نشین بارگاہ حضرت خواجہ محبوب اللہؒ نے صدارت کی ۔صدارتی خطاب میں مولانا سید صدیق حسینی نے جامعہ نظامیہ کی خدمات انجام دینے والوں کے لئے اجرعظیم کی دعا کی ۔انہوں نے کہا کہ جامعہ نظامیہ سے اہل دکن کے عوام وخواص کومنفردقرار دیا۔مولانا سید شاہ علی اکبر نظام الدین حسینی صابری نے کہا کہ جس وقت جامعہ نظامیہ قائم ہوا اس وقت دکن میں کوئی جامعہ نہیں تھی اور جامعہ کی جانب سے 2 طرح کے کورس ایک روزگار پرمبنی اور دوسرا اسلامی کورس چلائے جاتے تھے ۔جامعہ کے علماء نے دنیا بھر میں مادرعلمیہ کا نام روشن کیا جن میں قابل ذکر ڈاکٹر حمید اللہ ہیں ۔انہوں نے کہا کہ چیف منسٹر چندر شیکھر راؤ صاحب کو جامعہ نظامیہ کی تقریب میں شرکت کی دعوت دی گئی اور انہیں جامعہ کے منفرد خدمات اوراس کے فارغین کا حوالہ دیا گیا۔بتایا گیا کہ فارغین میں ریاست حیدرآباد کے پہلے چیف منسٹر بی رام کرشنا راؤ سابق مرکزی وزیر شیوشنکر‘ سابق وزیر باگا ریڈی بھی شامل ہیں ۔چیف منسٹر کے چندر شیکھر راؤ نے فوری طور پر فائل کی منظوری دی لیکن عہدیداروں کی منفی سوچ تھی جس کے بعد سیاسی دباؤ ضروری تھا ۔بیرسٹر اسدالدین اویسی اور مسٹر اکبرالدین اویسی کی کاوشیں‘ احمد پاشاہ قادری کی مسلسل پیروی اورعثمانیہ یونیورسٹی کے دفتری امور میں مولانا ظہیرالدین علی

صوفی کے رول سے اسناد کی مسلمہ حیثیت بحال ہوئی ۔سابق میں جامعہ نظامیہ دیگر یونیورسٹیوں کے اسناد کے تصدیق کرتا تھا۔ 2004 میں شرانگیزی سے اس کے اسناد کو غیر مسلمہ کر دیا گیا تھا۔سیاسی طاقت کی بنیاد پر اس کی بحالی عمل میں آئی جس پر وہ قائدین مجلس کے احسان مند ہیں۔مولانا مفتی خلیل احمد شیخ الجامعہ جامعہ نظامیہ نے کہا کہ جب تک جامعہ نظامیہ کے طلبہ کو فائدہ ہوتا رہے گا تب تک ان حضرات کو نیکیاں ملتی رہیں گی ۔ جامعہ نظامیہ کے اسناد کی مسلمہ حیثیت کی بحالی پر مفتی خلیل احمد نے بیرسٹر اسدالدین اویسی‘ جناب اکبرالدین اویسی اور جناب احمد پاشاہ قادری کا شکریہ ادا کیا اور دعا کی کہ اللہ انہیں سلامت باکرامت رکھے۔انہوں نے کہا کہ اسناد کی مسلمہ حیثیت کی بحالی کے ضمن میں دیگر حضرات نے بھی رول ادا کیا۔لیکن صدر مجلس اور قائد مجلس کا اس میں نمایاں رول رہا جو انتہائی قابل قدر اور لائق تحسین ہے۔اس اقدام کے نتیجہ میں جامعہ کے فارغین کے لئے اعلیٰ تعلیم کے مواقع کھل گئے ہیں۔اس سلسلہ میں شیخ الجامعہ نے خود اپنی مثال پیش کرتے ہوئے کہا کہ وہ جامعہ کی سند کی بدولت ایوننگ کالج میں لکچرر رہے اور بحیثیت پرنسپل ریٹائرڈ ہوئے۔اسی بنیاد پر آج بھی انہیں وظیفہ ملتا ہے۔اس اقدام سے جامعہ کے فارغین کو اعلیٰ تعلیم اور روزگار میں زبردست مواقع حاصل ہوں گے۔انہوں نے کہا کہ 147 سالہ دور میں جامعہ نے کئی نشیب وفراز دیکھے لیکن ترقی کی راہ پر گامزن رہا۔جامعہ کی شہرت اور تعلیمی خدمات کے پیش نظر یہاں عرب طلبہ نے بھی دکتورہ کورس میں داخلہ لیا اور ڈگریاں حاصل کیں۔فضیلت جنگ حضرت مولانا انوار اللہ فاروقی قدس سرہ العزیز نے دکن میں پہلی یونیورسٹی جامعہ نظامیہ قائم کی۔اس سے قبل یہاں کے طلبہ کو پنجاب یونیورسٹی سے منشی فاضل کے امتحانات کامیاب کرنے پڑتے تھے۔جامعہ سے ہندو مسلم دونوں نے استفادہ کیا۔گذشتہ 25 برس میں جامعہ نے مثالی ترقی کی۔اس دوران اس کی کرڑوں کی جائیدادیں قائم ہوئیں تو دوسری جانب چرم قربانی جیسی سالانہ کروڑ روپئے سے زائد آمدنی ختم ہوگئی۔جامعہ کے مالیہ کے استحکام اور علمی خدمات کے فروغ دونوں کام جاری ہیں ۔ جناب سید احمد پاشاہ قادری معتمد عمومی مجلس ورکن اسمبلی چارمینار نے کہا کہ صدر مجلس بیرسٹر اسدالدین اویسی اور جناب اکبرالدین اویسی کی نمائندگی پر بے شمار مسائل حل ہوئے ۔ 2004ء میں جامعہ نظامیہ کے اسناد کی مسلمہ حیثیت ختم کردی گئی تھی۔کئی حکومتیں آئیں لیکن انہوں نے نمائندگی کے باوجود کام نہیں کیا۔موجودہ حکومت سے قائدین مجلس کی نمائندگی پر اس کی تفصیلی جانچ کے بعد منظوری عمل میں آئی جو نہ صرف جامعہ بلکہ جنوبی ہند کے دینی طلبہ کے لئے عظیم کارنامہ ہے۔اس سے ان کا مستقبل درخشاں ہوگا۔جناب احمد پاشاہ قادری نے کہا کہ قائدین مجلس نے ایوانوں میں زبردست کارنامے انجام دیئے۔تقریب میں حضرت شاہ آغا محمد قاسم صاحب قبلہ ابوالعلائی سجادہ نشین درگاہ شریف‘ حضرت شاہ محمد حسن صاحب قبلہ ابوالعلائیؒ‘ مولانا سید اسرار حسین رضوی‘ مولانا سید شاہ ظہیرالدین علی صوفی قادری‘ مولانا سید محمد پاشاہ قادری‘ مولانا سید شاہ فضل اللہ قادری‘ مولانا سید محمد بادشاہ قادری زریں کلا‘ مولانا سید حامد

محمد قادری افتخار پاشاہ‘ مولانا سید مرتضی تاج الدین حیدر قادری‘ مولانا ہبت اللہ حسینی‘ مولانا عبداللہ صفی حسینی‘ مولانا حیدر علی حسینی‘ مولانا احمد علی حسینی‘ مولانا برکت اللہ حسینی‘ مولانا خواجہ علی سعید مدنی‘ مولوی سید احمد علی معتمد جامعہ نظامیہ‘ مولانا سید شاہ نعمت اللہ قادری‘ مولانا فصیح الدین نظامی‘ مولانا سید صدیق محمودی‘ مولانا محمد حامد حسین حسان فاروقی‘ مولانا سید احمد الحسینی سعید قادری اور دوسرے موجود تھے۔ مولانا سید غلام صمدانی علی قادری صدر نشین سریت النبیؐ اکیڈیمی نے خیر مقدم کیا اور کہا کہ اسناد کی مسلمہ حیثیت کی بحالی کا قائدین مجلس نے جو کارنامہ انجام دیا اس سے ہزاروں دینی مدارس کے طلبہ کو فائدہ ہوگا۔ مولانا سید غلام قادر قطب حسینی نے کارروائی چلائی۔ ابتداء میں سید حسن محی الدین خواجہ میاں نامزد سجادہ بارگاہ حضرت خواجہ محبوب اللہؒ کی قرات کلام پاک سے جلسہ کا آغاز ہوا۔

(روزنامہ اعتماد حیدرآباد 14/ڈسمبر 2017)

مجلس اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ نادر و نایاب تحقیقی کتب کی طباعت کا ادارہ

مجلس اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ کے قیام کو 110 سال ہوئے ہیں یہ مجلس علوم اسلامیہ کی مفید‘ نادر تحقیقی اصلاحی اور معلومات آفریں کتب کی اشاعت کا ایک معتبر ادارہ ہے‘ جس کو حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ نے 1330ھ میں قائم فرمایا۔ حضرت شیخ الاسلام نے زمانہ کے تقاضے اور ضرورت کے مطابق جو مسائل قوم وملت کے درپیش ہوتے ان موضوعات پر قلم اٹھایا اور آپ سے ایسی تصانیف عالم وجود میں آئیں جو قوم وملت کیلئے نہایت مفید ہوئیں نیز وقت کے علماء اعلام کو بھی شیخ الاسلام کسی نہ کسی موضوع پر تصنیف کا حکم دیتے اور اس کی طباعت کا انتظام کرواتے۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا حافظ محمد انوار اللہ فاروقی علیہ الرحمہ والرضوان کی صد سالہ عرس شریف کے موقع پر کئی ایک کتب شائع ہوئیں‘ مزید کئی کتب زیر طبع ہیں‘ یہ بات قابل ذکر ہے کہ ملک کی ہر عدالت جامعہ نظامیہ کے فتاوی کو تسلیم کرتی ہے۔ جدید طباعت میں مسائل کو ابواب کے تحت یکجا کیا گیا اور اس کی ترتیب میں فقہ کی مشہور کتاب ''ہدایہ'' کی ترتیب ملحوظ رکھی گئی ہے تمام عربی عبارتوں کو چھان بین اور مراجعت کے بعد درستگی کا اہتمام کیا گیا ہے

مذاہب اربعہ حق ہیں

افادات: شیخ الاسلام حضرت مولانا حافظ محمد انوار اللہ فاروقی المخاطب بہ فضیلت جنگ قدس اللہ سرہ بانی جامعہ نظامیہ

یہ بات اہل علم پر پوشیدہ نہیں کہ جب کسی مسئلہ میں احادیث بکثرت وارد ہوں اور توثیق ممکن نہ ہو تو بعض احادیث کو متروک کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ فقہاء نے اس باب میں وہ طریقہ اختیار کیا جو صدیق اکبر وغیرہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اُن کو دکھلایا تھا کہ مضمون پر غور کرکے اجتہاد اور قیاس سے کام لیا جائے۔ یعنی اگر کوئی حدیث دوسری احادیث اور قیاس صحیح اور آیات کے خلاف ہو تو وہ حدیث ترک کر دی جائے۔ اور امام بخاری وغیرہ محدثین نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ جس حدیث کی اسناد میں وہ شرطیں پائی جائیں جو خود نے مقرر کئے ہیں تو وہ واجب العمل ہے اور جس میں وہ نہ پائی جائیں تو وہ متروک العمل ہے۔ چنانچہ امام بخاریؒ وغیرہ نے حدیث مرسل کو ساقط الاعتبار کر دیا اور امام مالک اور امام ابوحنیفہ اور امام احمد رحمہم اللہ کے نزدیک مرسل بھی صحیح حدیث ہے۔ اور اُس میں کل صحابہ اور تابعین کا اجماع ہے۔ چنانچہ دوسری صدی کے آخر تک سب علماء اُس کو قابل قبول سمجھتے آئے۔ اور کسی امام فن سے اس بات کا انکار مروی نہیں۔ **کذا فی تدریب الراوی للسیوطیؒ**۔ اور ''کشف بزدوی'' میں لکھا ہے کہ مراسیل کے قابل قبول ہونے پر کُل صحابہ کا اتفاق ہے اور وہ اس قدر کثرت سے ہیں کہ جو جمع کئے گئے ہیں وہ قریب پچاس جز کے ہیں۔ اگر یہ قاعدہ ٹھیرا دیا جائے کہ مرسل قابل قبول نہیں تو اتنی حدیثیں بیکار ہوئی جاتی ہیں حالانکہ محدثین نے مشقتیں اٹھا کر اُن کو محفوظ رکھا۔

امام بخاریؒ وغیرہ کو چونکہ احادیث کی تقلیل منظور تھی اس لئے مراسیل پر یہ الزام لگا کر ساقط الاعتبار کر دیا کہ راوی نے جب سلسلہ اسناد میں کسی کا نام چھوڑ دیا تو یہ معلوم نہیں ہوسکتا کہ شخص متروک عدل وضابط تھا یا اس اسناد کی وجہ سے حدیث ساقط الاعتبار ہوگی۔ فقہاء کہتے ہیں کہ جس راوی نے ارسال کیا اُس کا حال دیکھنا چاہئے کہ اگر وہ ثقہ اور عدل ہے اور اہل قرون ثلٰثہ میں سے ہے تو اُس کی حدیثِ مرسل قابل اعتبار ہے، کیونکہ صحابہ کی مراسیل کو محدثین مانتے ہیں اور اُن کا منشاء صرف حسن ظن ہے۔ تو قرون ثلٰثہ کے ثقات جو مبشر بالخیر ہیں اس حسن ظن سے کیوں محروم رکھے جائیں؟ حالانکہ صحیح حدیث ہے: **عن ابن عمرؓ، ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ خطب بالجابیۃ، فقال: قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقامی فیکم، فقال: استوصوا باصحابی خیراً، ثم الذین یلونھم، ثم الذین یلونھم، ثم یفشو الکذب ۔ رواہ الامام احمد فی مسندہ**۔ البتہ اس حدیث شریف کی رو سے قرون ثلٰثہ کے بعد والے مراسیل نہ مانی جائیں تو اس کے لئے ایک وجہ نکل سکتی ہے کہ شیوع کذب کا زمانہ ہے۔

پھر محدثین اس کو بھی مانتے ہیں کہ اگر کوئی ثقہ کسی ایک راوی کا نام نہ بیان کر کے مبہم طور پر کہدے کہ مجھے ایک ثقہ یا عدل یا ایسے شخص سے روایت پہونچی ہے جسے میں جھوٹا نہیں کہہ سکتا۔ ایسی روایت بھی مقبول ہے۔ حالانکہ جس طرح مرسل میں نام چھوڑا جاتا ہے اس میں بھی چھوڑ دیا گیا۔ اور جس طرح مرسل میں متروک الاسم کی تحقیق نہیں ہوسکتی اس روایت میں مجہول الاسم کی تحقیق نہیں ہوسکتی اور جس طرح یہاں راوی کا ثقہ ہونا ضرور ہے جس کے اعتبار پر متروک الاسم ثقہ مان لیا جائے اسی طرح مرسل میں بھی ارسال کرنے والے کی شرائط میں داخل ہے کہ وہ ثقہ متدین بلکہ قرون ثلثہ میں ہو، اور ایسا شخص ہو کہ جس پر تدلیس کا گمان نہ ہو۔ مثلاً حسن بصریؒ '' **قال رسول الله صلى الله عليه وسلم** '' کہیں تو ہر شخص سمجھتا ہے کہ انہوں نے کسی صحابی کا نام کسی مصلحت سے ترک کردیا، چنانچہ تدریب الراوی میں امام سیوطیؒ نے یونس بن عبیدؒ کا قول نقل کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ حسن بصریؒ سے میں نے پوچھا کہ حضرت آپ '' **قال رسول الله صلى الله عليه وسلم** '' کہدیا کرتے ہیں۔ حالانکہ آپ نے حضرت کا زمانہ نہیں پایا، فرمایا: تم نے ایک ایسی راز کی بات پوچھی کہ اگر تمہارے ساتھ خصوصیت نہ ہوتی تو اس کی وجہ کبھی نہ بتلاتا! بات یہ ہے کہ تم جانتے ہو کہ ہم کس زمانہ میں ہیں، یعنی حجاج کی حکومت ہے، اس وقت میں علی رضی اللہ عنہ کا نام نہیں لے سکتا۔ اس لئے جو روایتیں علی رضی اللہ عنہ سے مجھے پہونچی ہیں اُن میں صرف '' **قال رسول الله صلى الله عليه وسلم** '' کہدیا کرتا ہوں۔

غرضکہ جب ایسے مستند شخص ارسال کریں تو اُن کے اعتبار پر متروک الاسم کو موثق مان لینا کوئی نئی بات نہیں بلکہ بعض وجوہ سے تو مستند پر بھی مرسل کی فضیلت ثابت ہوتی ہے، اس لئے کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ جو شخص ایسی بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرے جو حضرت نے نہیں فرمایا تو وہ دوزخی ہے۔ پھر جب ارسال کرنے والے متدین اور عدل ہوں تو جب تک یقینی طور پر اُن کو ثابت نہ ہو کہ وہ حدیث حضرت ہی کا ارشاد ہے۔ کبھی اُس کی روایت کرنے پر جرأت نہیں کرسکتے۔

اس سے ظاہر ہے کہ جس راوی کا نام انہوں نے ذکر نہیں کیا وہ اُن کے نزدیک کمال درجہ کا ثقہ اور ضابط ثابت ہوا ہے۔ گویا وہ کہ اُس کا نام ذکر نہ کرکے اُس کی توثیق کا ذمہ لے رہے ہیں۔ اور یہ کہہ رہے ہیں کہ ہماری تحقیق میں وہ شخص ایسا مُسلَّم ہو چکا ہے کہ مزید تحقیق کی ضرورت نہیں۔ بخلاف اُس کے جب نام کو ذکر کردیا تو وہ اُس ذمہ داری سے سبکدوش ہوگئے۔ '' کشف بزدوی '' میں حسن بصریؒ کا قول نقل کیا ہے کہ جو حدیث چار صحابیوں سے سنی ہوئی مجھے یاد ہے اُس کو مرسل کردیا کرتا ہوں اور اُس میں لکھا ہے: '' **و عن الحسنؒ انه قال متى قلت لكم "حدثنى فلان" فهو حديثه لا غير ، و متى قلت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فقد سمعته من سبعين او اكثر** '' یعنی حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ جب میں **حدثنى فلان** کہتا ہوں تو وہ حدیث اسی شخص سے سنی ہوئی ہوتی ہے، اور جب **قال رسول الله صلى الله عليه وسلم** کہتا ہوں تو وہ کبھی ستر اور اُس سے زیادہ شخصوں سے سنی ہوئی ہوتی ہے۔

غرضکہ متدین راویوں کو جب تک پورے طور سے اطمینان نہیں ہوتا وہ ارسال نہیں کرتے، اسی وجہ سے مرسل انہیں محدثوں کو مقبول ہے جو ثقہ متدین ہوں اور قرون ثلثہ میں ہوں۔ بہرحال متروک الاسم اور مجہول الاسم میں فرق کرنا ترجیح بلا مرجح ہے۔

اگر کوئی راوی کہے''روی فلان عن فلان'' تو محدثین جانتے ہیں کہ اس میں احتمال ہوتا ہے کہ کوئی راوی ترک ہوگیا ہو، کیونکہ کوئی لفظ اس میں ایسا نہیں جس سے سماع ثابت ہو، پھر اگر بحسب احتمال کسی راوی کا نام فی الواقع ترک ہوگیا ہو تو اُس میں وہی جہالت ماننی پڑے گی جو ارسال میں ہے۔ باوجود اس کے محدثین اس قسم کی روایت کو مانتے ہیں، پھر فقہاء نے اگر مرسل کو متدین راوی کے اعتماد پر مان لیا تو کونسی نئی بات ہوگئی؟

حدیث معنعن میں محدثین کہتے ہیں کہ اگر دونوں شخص ایک زمانہ میں ہوں تو حسن ظن سے یہ کہا جائیگا کہ دونوں کی ملاقات ہوئی ہوگی۔ اس وجہ سے اُس کو متصل اور صحیح کہتے ہیں، مگر امام بخاریؒ کا اجتہاد ہے کہ یہ حسن ظن اُس وقت ہوگا کہ دونوں کی ملاقات کسی طریقہ سے ثابت ہوجائے اور اگر ایک ملاقات بھی ثابت نہ ہو وہ، حدیث متصل نہ سمجھی جائیگی۔ امام مسلمؒ نے دیباچہ صحیح مسلم میں امام بخاریؒ کی اس شرط پر سخت اعتراض کیا ہے، مگر چونکہ محدثین کو بھی حتی الامکان صحیح حدیثوں کی تقلید منظور ہے، اس لئے اس شرط کی نسبت فتح الباری میں لکھا ہے کہ اس شرط سے اتصال بخوبی ظاہر ہے۔ کیونکہ معاصرت کی وجہ سے جب حسن ظن پر اتصال کا حکم کیا جاتا ہے تو حالات کے نسبت ثابت ہونے پر بطریق اولیٰ اس کا اتصال ثابت ہوگا۔

یوں تو جتنی شروط زیادہ لگائی جائیں اتصال اور صحت کے قرائن زیادہ ہوں گے۔ مثلاً یہ شروط لگا دی جائیں کہ ہر روایت میں ''حدثنا و اخبرنا''ضرورت ہے تو حدیث معنعن میں جو عدم ملاقات کا احتمال ہے وہ باقی ہی نہ رہتا۔ اور جس طرح''مدخل''میں لکھا ہے کہ بخاری میں ایسی روایتیں ہیں کہ صحابی سے دو تابعی روایت کئے ہیں پھر تابعی سے دو تبع تابعی، اسی طرح امام بخاری تک ہر استاذ سے دو دو شاگردوں نے روایت کی ہے۔ یہ اہتمام اور التزام اس وجہ سے کیا گیا ہے کہ شہادت علی الشہادت کی شرط صادق آجائے۔ انتہی۔

اگر فی الواقع بخاری میں اس شرط کی پابندی ہوتی تو صحیح حدیثوں کی تقلیل بخوبی ہوجاتی ہے، اور صحت میں قوت بھی ہوتی مگر ''تدریب الراوی''میں لکھا ہے کہ امام بخاریؒ نے یہ التزام ہرگز نہیں کیا۔ انتہی۔

صاحب''مدخل''وغیرہ کو اس بیان پر جراءت اس وجہ سے ہوئی کہ امام بخاریؒ نے صحیح حدیثوں کو کم کرنے کی غرض سے احتیاط کا مسلک اختیار کیا ہے۔ اور چونکہ روایت کرنی بھی ایک قسم کی گواہی ہے کہ گویا راوی استاذ کے بیان پر گواہی دیتا ہے کہ میں نے خود اُس کی زبانی سنا ہے۔ اس لئے اُس بیان پر اور ایک گواہی کی ضرورت ہے، جیسے شہادت علی الشہادت میں ہوا کرتا ہے۔ غرض احتیاط کا مسلک یہی تھا کہ جو صاحب''مدخل''نے حسن ظن سے امام بخاریؒ کی طرف منسوب کیا اور اُس سے بڑھا ہوا حسن ظن میانجیؒ کا ہے جو''کتاب ما لا یسع المحدث جھلہ''میں ظاہر کیا ہے، جس سے تدریب الراوی میں نقل کیا ہے، وہ یہ ہے کہ

شیخین نے صحیح حدیث کی یہ شرط قرار دی ہے، اور صحیحین میں اُس کا التزام بھی کیا ہے کہ وہی حدیث ذکر کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دو صحابی یا زیادہ اُس کو روایت کئے ہوں اور ہر صحابی سے چار تابعی روایت کریں اور ہر تابعی سے چار شخصوں سے زیادہ راوی ہوں۔ انتہی۔

فی الحقیقت اگر یہ شرط لگائی جاتی تو اعلیٰ درجہ کی صحت ہو جاتی اور صحیح حدیثوں کی پوری تقلیل ہو جاتی، مگر اُس کے ساتھ ہی بخاری شریف کا حجم بھی بہت کم ہو جاتا اور شاید دس پانچ حدیثیں اُس میں رہ جاتیں یا اتنی بھی نہ رہتیں۔ اس لئے کہ تدریب الراوی میں شیخ الاسلامؒ کا قول نقل کیا ہے کہ تمام بخاری میں اس شرط کی ایک حدیث بھی نہ پائی جائیگی۔ انتہی۔

ہر چند امام بخاریؒ نے صحت حدیث کی شرطیں بڑھادی ہیں، جن سے تقلیل صحاح منظور ہے۔ مگر ان کا یہ مقصود نہیں کہ کوئی صحیح حدیث باقی ہی نہ رہے۔ جیسا کہ در باطن معتزلہ کا مقصود ہے۔ اسی وجہ سے انہوں نے اس قسم کی شرطیں لگائیں، چنانچہ ابوعلی جبائی معتزلی کا قول ہے کہ اگر کوئی خبر ایک عدل بیان کرے تو وہ قبول نہ کی جائے؛ جب تک دوسرے عدل کی خبر اُس کے ساتھ ضم نہ کی جائے اور استاذ ابونصر تمیمی نے ابوعلی سے روایت کی ہے کہ جب تک چار شخص کسی حدیث کو روایت نہ کریں قبول نہ ہوگی۔ **کذا فی تدریب الراوی۔** امام بخاریؒ کو اس تقلیل صحاح سے مقصود یہ ہے کہ جب کسی مسئلہ میں کئی حدیثیں موجود ہوں تو جو صحت میں بڑی ہوئی ہو اس پر عمل کیا جائے۔

''تدریب الراوی'' میں ابن العربی کا قول شرح مؤطا سے نقل کیا ہے کہ شیخین کا مذہب یہ ہے کہ جب تک کسی حدیث کو دو (۲) راوی روایت نہ کریں، وہ ثابت نہیں، اور یہ مذہب باطل ہے۔ بلکہ ''**روایۃ الواحد عن الاحد**'' صحیح ہے۔ اور ذکر کیا کہ انہوں نے شرح بخاری میں اعتراض کیا ہے، لکھا ہے کہ حدیث اعمال صرف عمر رضی اللہ عنہ سے وارد ہے؛ حالانکہ امام بخاری نے شرط لگائی ہے کہ ادنیٰ درجہ دو راویوں سے روایت ہونی چاہئے۔ پھر خلاف شرط یہ روایت انہوں نے بخاری شریف میں کیوں داخل کی؟ اس پر ابن حیان نے اپنی صحیح کے اوائل میں لکھا کہ ابن العربی وغیرہ نے جو ادعا کیا ہے کہ شیخین نے جو شرط لگائی ہے وہ شرط خود مستحیل الوجود ہے۔ کسی نے ابن العربی سے کہدیا کہ شیخین نے وہ شرط لگائی ہے، اگر تصریح کہیں ہوتی تو پیش کی جاتی۔ اور اگر استقراء ہے تو باطل ہے۔ اُن کو حدیث اعمال ہی سمجھنے کے لئے کافی تھی جو بخاری کی پہلی حدیث ہے، جس کو صرف عمر رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے، پھر اُن سے علقمہ نے اور اُن سے صرف محمد ابن ابراہیم نے اور اُن سے فقط یحییٰ بن سعید نے روایت کی ہے اور یحییٰ بن سعید کے بعد اُس کے روای بہت ہو گئے۔ انتہی

الحاصل گو امام بخاریؒ نے صحت حدیث کی شرطیں بڑھائیں، مگر عام طور پر جو مشہور ہے کہ ہر روایت کا دو راویوں سے مروی ہونا بھی انہوں نے شرط کیا ہے، وہ غلط بلکہ مستحیل الوجود ہے، جیسا کہ ابن حیانؒ کے قول سے معلوم ہوا۔ امام بخاریؒ نے شروط

کے بارے میں ایسا تشدد نہیں کیا جیسا کہ معتزلہ نے کیا ہے کہ جب تک چار شخصوں سے روایت نہ پہونچے قابل قبول نہیں۔
دیکھئے! جب دو راویوں سے ہر روایت کا ہر طبقہ میں مروی ہونا مستحیل ہے تو چار راویوں سے ہر ایک روایت کا مروی ہونا کیونکر ممکن ہوگا؟ پھر جب ایسی روایتیں ملتی ہی نہیں تو احادیث کو ساقط الاعتبار کردینے کا موقع معتزلہ کو مل گیا۔ اور آزادانہ، قرآن میں رائے لگانے لگے اور جیسا جی چاہا تاویلیں کرکے اپنا مطلب نکالا۔ دین کو دَرْہم وبرہم کرنے والے جتنے خودغرض نکلتے جاتے ہیں سب کا یہی طریقہ ہے، چنانچہ وہ صاف کہتے ہیں کہ بخاری بھی قابل اعتبار نہیں، اس لئے کہ وہ بھی اخبار آحاد سے بھری ہوئی ہے۔ اس کی حدیثیں متواتر نہیں جو قابل اعتبار ہوں۔
یہ بات قابل توجہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا زمانہ قیامت تک ہے اور حق تعالیٰ کا خطاب ''**وما اٰتاکم الرسول فخذوہ**'' فقط صحابہ ہی کو نہ تھا، بلکہ تمام اُمت جس طرح ''**اقیموا الصلوٰۃ**'' کی مخاطب ہے اسی طرح اس خطاب کی بھی مخاطب ہے۔ پھر جب صحیح حدیثوں کے پہونچنے کا راستہ ہی بند ہوجائے تو حضرت کے عطا کئے ہوئے فوائد دارین کے لینے کی کیا صورت؟ اور مجتہدین وغیرہم کو اس آیت شریفہ پر عمل کرنے کا کیا طریقہ؟ اس سے ظاہر ہے کہ خدا اور رسول کو ہرگز منظور نہیں کہ ایسی شروط لگائی جائیں جن سے امت کو صحیح حدیثوں کے پہونچنے کا راستہ ہی مسدود ہوجائے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ جس کو اپنے نبی کی قدر اور اُن کے ساتھ محبت ہوگی اُس کو یہ خواہش ضرور ہوگی کہ اُن کے احوال، افعال، اقوال، عادات وغیرہ کو صحیح طور پر معلوم کرے، کیونکہ آدمی کی فطرتی بات ہے کہ اپنے مقتدا اور محسن کے حالات کو تلاش کرتا ہے۔
دیکھئے! جاں نثار رعایا کو اپنے محسن بادشاہ کے حالات اور اصلی احکام وغیرہ معلوم کرنے کا کس قدر شوق ہوتا ہے کہ بصرف زر خطیر، ان امور پر مطلع ہوتے ہیں۔ اور یہ بات قابل تسلیم ہے کہ جو چیز بمقتضائے فطرت ہوتی ہے۔ اُس کی تکمیل کے اسباب بھی فطرتی ہوتے ہیں، اس لئے فطرتی طریقہ سے صحیح حدیثوں کا پہونچنا بھی ضرور تھا، سو بفضلہٖ تعالیٰ وہ موجود ہیں، جس کا انکار نہیں ہوسکتا۔ دیکھ لیجئے! ہر شخص کی فطرت میں داخل ہے کہ جب اپنے معتمد علیہ بزرگ سے کوئی خبر سنتا ہے تو اُس کا یقین آجاتا ہے۔ اسی وجہ سے صحابہ اور تابعین اور لاکھوں علماء نے اپنے بہت سے ذاتی کام چھوڑ کر تبلیغ اخبار میں کوششیں کیں؛ تاکہ آئندہ آنے والی نسلوں کو شکایت کا موقع نہ ملے کہ ہمارے اسلاف نے ہم کو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال واقوال کے علم سے محروم رکھا۔ اگر اُن کو یہ معلوم ہوتا کہ آئندہ ایسی شرطیں لگنے والی ہیں جن سے ہماری سب محنت اکارتھ ہوجائیگی تو ضرور اُس سے وہ پہلوتہی کرتے۔ یا یہ کرتے کہ دو دو چار چار محدث مل مل کر حدیثیں پہونچاتے پھرتے، تاکہ حجت تمام ہو۔ انہوں نے صرف مقتضائے فطرت ہی کو پورا نہیں کیا بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی بھی پوری تعمیل کی، جو حضرت نے فرمایا ہے کہ ''**فلیبلغ الشاھد الغائب**'' یعنی ہر ایک حاضر شخص جو کچھ سنے اور دیکھے تو غائب شخص کو پہونچادے۔ تاکہ وہ سمجھے اور یاد رکھے

اور عمل کرے اور دوسروں کو پہنچادے۔

اب دیکھئے کہ اگر ایک راوی کی بات قابل اعتبار نہ ہوتی تو حضرت کبھی نہ فرماتے کہ جو شخص سنے دوسرے کو پہنچادے بلکہ اُس وقت یہ فرماتے کہ جب دوسرے کو پہونچانا چاہے تو دو دو، چار چار شخص اکٹھے ہو کر بیان کیا کریں۔ کیا کوئی عقل والا شخص ''**فلیبلغ الشاهد الغائب**'' کے یہ معنی سمجھے گا، یا یہ خیال کرے گا کہ اُس ارشاد سے مراد یہ ہوسکتی ہے؟ بخاری، مسلم، ابوداؤد وغیرہ میں یہ حدیث موجود ہے کہ قبا میں لوگ صبح کی نماز بیت المقدس کی طرف پڑھ رہے تھے۔ ایک شخص نے اُن کو خبر دی کہ کعبہ شریف کی طرف متوجہ ہونے کا حکم نازل ہوگیا ہے، یہ سنتے ہی عین نماز میں سب کعبہ کی طرف متوجہ ہوگئے۔

دیکھئے! ایک شخص کی خبر پر کس قدر وثوق ہوا کہ عین نماز میں اُس کو واجب العمل سمجھا۔ اب ہم قرآن شریف سے بھی دو نظیریں پیش کرتے ہیں کہ ایک ہی شخص کی بات کی تصدیق کرنی، اُن سے ثابت ہے۔ دیکھئے! موسیٰ علیہ السلام کو ایک ہی شخص نے خبر دی تھی کہ آپ کے قتل کے باب میں مشورے ہو رہے ہیں، میں خیر خواہانہ کہتا ہوں کہ آپ یہاں سے چلے جائیں! موسیٰ علیہ السلام نے اُس کی تصدیق کی، یہاں تک کہ اُس کے آثار آپ پر نمایاں ہوئے، یعنی خوف پیدا ہوا، اور وہاں سے چلے بھی گئے۔ ''**کما قال اللہ تعالیٰ : و جاء رجل من اقصی المدینة یسعیٰ قال یاموسیٰ ان المَلأَ یأتمرون بک لیقتلوک فاخرج انی لک من الناصحین۔ فخرج منها خائفاً یترقب ، قال ربّ نجنی من القوم الظالمین**''۔

اگرچہ اس آیۂ شریفہ میں اُمت سابقہ کا واقعہ مذکور ہے، چونکہ اُس پر کوئی انکار اور اعتراض نہیں فرمایا گیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ وہ فعل خلاف مرضی الٰہی نہ تھا، ورنہ صاف ارشاد ہوتا کہ اُن کو سزاوار نہ تھا کہ ایک آدمی کی خبر کی تصدیق کر کے اس قدر پریشان ہوتے۔ اسی طرح جب شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی تن تنہا موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں اور اپنے والد بزرگوار کا پیام پہونچایا تو آپ نے اُن کی تصدیق کی، اور فوراً اُن کے ساتھ ان کے گھر چلے گئے'' **کما قال اللہ تعالیٰ : و جاء ت احداهما تمشی علی استحیاء قالت ان ابی یدعوک لیجزیک اجر ما سقیت لنا فلما جاء ہ ...** '' **الآیة**۔

غرضکہ قرآن شریف سے ثابت ہے کہ قرائن ہو تو ایک شخص کی بھی تصدیق کی جائے۔ البتہ فاسق کی خبر قابل تصدیق نہیں بلکہ اُس کی تحقیق کی ضرورت ہے، جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے: ''**ان جاء کم فاسق بنبأ فتبینوا**'' **الایة** ۔ اس لئے کہ اُس کا فسق خود اس بات پر قرینہ ہے کہ وہ صدق کو ضروری نہیں سمجھتا۔ کیونکہ اُس کو خوف خدا ہے نہ تدین، نہ مسلمانوں سے شرم وحیا۔ بخلاف اُس کے جس مسلمان شخص میں ثقاہت، عدالت، تقویٰ، تدین، خوف خدا اور صدق وغیرہ صفات حمیدہ پائے جائیں اور عمر بھر اُن اوصاف کے ساتھ متصف اور مشہور رہے، تو کیا کسی عاقل مسلمان کے نزدیک ایسے شخص کی خبر اور ایک فاسق کی خبر جس کو جھوٹ سچ کی کچھ پروا نہ ہو، برابر ہوسکتی ہے؟ ہرگز نہیں! انسان کی فطرت میں یہ بات داخل ہے کہ وہ دونوں کو ہرگز برابر نہیں سمجھ سکتا۔

غرضکہ ثقہ راوی کی خبر کے صدق پر کئی قرینے شہادت دیتے ہیں کہ وہ کبھی جھوٹ کا مرتکب نہ ہوگا۔ خصوصاً دینی معاملات میں،

خاص کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احادیث میں، جن میں تھوڑی جھوٹ بھی کوئی شامل کردے تو وہ مستحقِ دوزخ ہوجاتا ہے۔

یہ بات مشاہد ہے کہ جب کوئی ہندو بقال راست بازی کے ساتھ مشہور ہوجاتا ہے تو تمام ہندو مسلمان اُس کے قول کا اعتبار کرتے ہیں اور اُس کی منہ بولی قیمت دینے میں کچھ تامل نہیں کرتے اور جو چیز اُس سے خریدتے ہیں اُس وقت ایک اطمینانی کیفیت اپنے دل میں پاتے ہیں کہ اس میں کوئی دھوکہ فریب نہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ راستبازوں کے خبر کی تصدیق کرلینا انسان کی فطرت میں داخل ہے، اور خود ہر شخص کی طبیعت اُس کے صدق پر گواہی دیتی ہے۔

الحاصل جب صدق کے پورے پورے قرائن راوی میں موجود ہوں تو اُس کی خبر فطرۃً، عقلاً، شرعاً ہر طرح سے صحیح اور قابل قبول ہے، پھر ایسی خبر کی صحت میں توقف کرنا اُن تمام قرائن کو بیکار اور فطرت وعقل کو بے اعتبار کردینا ہے۔ اس سے ثابت ہے کہ فقہاء جن شرائط سے حدیث مرسل وغیرہ کو صحیح سمجھتے ہیں وہ صحیح ہیں۔ اب رہا یہ کہ مزید احتیاط کے لئے شروط لگائے جاتے ہیں، جن سے احتمالات بعیدہ بھی ساقط ہوجائیں تو یہ امر غور طلب ہے۔ اس لئے کہ جب راوی متدین اور عدل مان لیا گیا تو اُس کا اعتبار خود اس بات پر مجبور کرتا ہے کہ اُس کی معنعن حدیث بھی مان لی جائے اور اُس میں یہ احتمال کہ باوجود معاصرت کے شاید ملاقات نہ ہوئی ہو، ناشی بلا دلیل ہے، ایسے احتمالات کا انسداد شرائط سے نہیں ہوسکتا؛ کیونکہ ایک ملاقات ثابت ہوجائے تو بھی وہی احتمال لگا ہوا ہے جو ایک ملاقات ثابت ہونے سے پہلے تھا۔ اس لئے کہ اب اس کی خبر کی تصدیق محتاج شرط ہوئی، تو معلوم ہوا کہ اُس کا تدین وغیرہ کافی سمجھا گیا، حالانکہ مفروض وہی معنعن اور مرسل ہے، جس کا راوی متصف با وصف وشروط عدالت ہو۔ غرضکہ ایسے مستند راویوں کی تصدیق کو امور خارجیہ کے محتاج بنانا اُن کے عدل وتدین مفروضہ کو بے اعتبار اور غیر مفروض بنادینا ہے، اسی وجہ سے فقہاء نے صحیح حدیث میں صرف یہ شرط لگائی کہ اُس کے راوی کا عدل وضبط وغیرہ ضروری صفات دیکھ لیجائیں اور جب عقلاً وشرعاً اُس کی بات قابل تسلیم ہو تو امور خارجیہ کے دیکھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ البتہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ شروط بھی پائے جائیں تو **نور علی نور** ہے۔ چونکہ فقہاء کو عقل واجتہاد سے بہت کام لینے تھے جو معانی نصوص اور قرائن وغیرہ سے متعلق ہیں، اس لئے انہوں نے صحت حدیث کے لئے جو امور ضروری تھے ان ہی پر اکتفا کرکے ہمہ تن اجتہاد کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور محدثین کو اجتہاد سے کوئی تعلق نہ تھا، جیسا کہ اعمشؒ وغیرہ کے حالات سے معلوم ہوا، اس لئے وہ صرف اسنادوں کی طرف متوجہ رہے۔ اور یہ عادتی بات ہے کہ آدمی کو جس چیز کی طرف توجہ تام ہوتی ہے اُس سے متعلق اُس کو ایسی باتیں سوجتی ہیں جو دوسروں کو نہیں سوجتیں۔ پھر وہ نزاکتیں اور ضرورت سے زیادہ امور اُس کے خیال میں ایسے ضروری معلوم ہونے لگتے ہیں جیسے دوسروں کو اپنے اپنے ضروریات۔ چونکہ محدثین کا کام تحقیق اسناد ہے اور عمر بھر اُن کو اسی کا مشغلہ رہتا ہے، اس لئے انہوں نے روایتوں میں ضرورت سے زیادہ امور کی پابندی کی۔ اور ایسی روایتوں کا انتخاب کیا جن کی اسنادوں میں اتفاقی طور پر اعلیٰ درجہ کے رواۃ اور محسنات تھے، اور باقی کو متروک کردیا۔ گو اُن کے راوی عدل وضابط ہوں۔

اگر ممکن ہوتا تو امام بخاریؒ، ابن العربی وغیرہ کے خیالی شرطوں والی حدیثوں کو ضرور جمع کر دیتے۔ جس سے بڑا فائدہ یہ ہوتا کہ معتزلہ کو بھی ان روایتوں میں کلام کرنے کی گنجائش نہ ملتی۔ مگر دراصل وہ کام ہی بے ضرورت اور فضول تھا۔ مقصود حاصل ہونے کے لئے فقہاء نے جس قدر شرطیں لگائی ہیں کافی ہیں۔ باوجودیکہ امام بخاری نے اس انتخاب میں بہت کچھ پابندیاں کیں، مگر بہت سارے امور میں ان کو بھی اغماض کی ضرورت ہوئی۔ غرضکہ جس قدر ضرورت سے زیادہ شرطیں کسی حدیث میں پائی جائیں گی گو اُس سے زیادہ حسن آ جائیگا؛ مگر یہ نہیں کہہ سکتے کہ نفسِ صحتِ حدیث اُن سے متعلق ہے۔ اسی وجہ سے امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ روئے زمین پر علم حدیث میں ''موطا'' سے زیادہ صحیح کتاب نہیں، حالانکہ اُس میں مرسل اور منقطع اور بلا اسناد حدیثیں بھی موجود ہیں، جن میں صرف ''بلغنی'' ہوتا ہے، جیسا کہ مقدمہ فتح الباری میں شیخ الاسلام ابن حجرؒ نے لکھا ہے:

''روینـاه عـن الشـافعـی رضـی الله عنه ، انه قال : ما اعلم فی الارض کتاباً فی العلم اکثر صواباً من کتـاب مـالک ۔ قال و منهم من رواه بغیر هذا اللفظ یعنی بلفظ اصح من الموطا ۔ و ایضاً فیها : فقد استشـکـل بعض الأئمة اطلاق اصحیة کتاب البخاری علی کتاب مالک مع اشتراکهما فی اشتراط الـصـحة والـمبـالغة فی التحری و التثبت ، و کون البخاری اکثر حدیثاً لا یلزم منه افضلیة الصحة . والـجـواب عـن ذلک ان ذلک مـحـمول علی اصل اشتراط الصحة ، فمالک لا یری الانقطاع فی الاسـنـاد قادحاً ، فلذلک یخرج المراسیل والمنقطعات والبلاغات فی اصل موضوع کتابه'' ... الخ

۔ اس سے ظاہر ہے کہ نفس صحت، مرسل اور منقطع میں بھی موجود ہے۔ اور یہ نہیں کہہ سکتے کہ موطا میں، مثلاً آدھی یا تین پاو صحت ہے اور بخاری میں کامل۔ کیونکہ صحت متجزی نہیں بلکہ نفس صحت میں دونوں برابر ہیں، البتہ بخاری شریف میں امور زائدہ کا بھی التزام کیا گیا۔ جو، ازقبیل محسنات ہے۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ تعارض کے وقت وہ حدیث جس میں شروط محسنہ ہوں راجح ہو اور دوسری صحیح حدیث متروک ہو جائے۔ دیکھ لیجئے! جس حدیث کی پوری اسناد میں ''حـدثـنـا'' ہو اور سماع پر قطعی دلالت کرتی ہے، باوجود اس کے، تعارض کے وقت صحیح معنعن علی شرط البخاری متروکہ نہ ہوگی۔ بلکہ دوسرے اسباب توفیق وغیرہ دیکھے جائیں گے۔ محدثین کی اسانید کی طرف توجہ اور اُن کے محسنات کی جانب اشتغال اس سے ظاہر ہے کہ امام سخاویؒ نے ''**الـجـواهر المکللة فی الاخبار المسلسلة**'' میں ایک سوا یک حدیثیں جمع کی ہیں، جن کی اسنادوں میں عجیب عجیب التزام ہیں، مثلاً بعض اسنادوں میں اول سے آخر تک حرف عین کا التزام ہے، جیسے: عبدالرحمٰن، عزاء ابن جماعہ، عبداللہ وغیرہ اور بعضوں میں نون کا التزام ہے، مثلاً: عبدالرحمٰن وابوالفضل المنسوب الی السقلان وابونعیم رضوان وغیرہ اور بعضوں میں صرف شامیین اور بعضوں میں صرف عراقیین اور بعض اسنادوں میں اول سے آخر تک ایسے لوگوں کے نام ہیں جن کی عمر ستر (۷۰) سے متجاوز ہوئی اور ہر ایک نے اس کی تصریح کی۔ ہر چند یہ امور ضرورت سے زائد ہیں؛ مگر اُن سے تبحر علمی اور کثرت

معلومات اور قوت حافظہ کا اعلیٰ درجہ کا ثبوت ملتا ہے کہ جس طرف انہوں نے توجہ کی ایک قسم کی حدیثوں کا ذخیرہ فراہم کردیا۔

ہمارے زمانہ میں بھی فاضل اجل مولانا مولوی محمد حسن الزماں صاحب۔ جوفن حدیث میں ید طولیٰ رکھتے ہیں۔ایک کتاب، حدیث میں لکھی اور اُس میں وہ حدیثیں جمع کیں جن کی اسنادوں میں اہل بیت میں سے کوئی ایک مذکور ہوں۔اور سبب تالیف اُس کا یہ لکھا کہ شیعہ کا اعتراض ہے کہ ''اہل سنت و جماعت کو علوم اہل بیت نہیں پہونچے'' اس پر مجھے غیرت آئی اور یہ کتاب لکھنی شروع کی۔اس کتاب سے مقصود مولوی صاحب کا صرف یہ بات معلوم کرادینا ہے کہ اُن حضرات کی روایتیں ہماری کتابوں میں بھی موجود ہیں۔اُس سے شیعہ کو الزام دینا مقصود نہیں کہ انہوں نے ان حدیثوں کے مطابق عمل نہیں کیا اور اعتقاد نہیں رکھا؛ کیونکہ وہ تو اُن کتابوں کو اور اُن روایتوں کو صحیح اور قابل اعتبار سمجھتے ہی نہیں، اور نہ مولوی صاحب کا یہ مقصود ہے کہ اہل حدیث اُن روایتوں پر عمل کریں؛ کیونکہ وہ تو سوائے بخاری کے کسی کتاب کو مانتے ہی نہیں۔ پھر فردوس دیلمی اور آغانی وغیرہ کی روایتوں کا جو اُس میں مذکور ہیں اُن پر کیا اثر ہوگا اور نہ یہ مقصود ہے کہ مقلدین اُن پر عمل کریں۔اس لئے کہ مقلدین کے عمل کا مدار اُن کے امام کے اقوال پر ہے، جس کا وظیفہ تحقیق وتنقید احادیث ہے۔اگر وہ حدیث ہی پر عمل کرتے تو مقلد کیوں کہلاتے، عامل بالحدیث اور امام بخاریؒ کے مقلد ہوتے۔ جن کے امام فی الحدیث ہونے پر محدثین کا اجماع ہوگیا ہے۔ پھر جس طرح مذاہب اربعہ مدوّن ہوئے ہیں اہل بیت رضی اللہ عنہم کا مذہب مدّون ہوا ہی نہیں، ورنہ جس طرح حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی کروڑ ہا ہیں ''اھل بیتی'' بھی کہیں ہوتے۔حالانکہ اس لقب کا ایک شخص بھی سنا نہیں گیا۔البتہ شیعہ اپنے آپ کو اہل بیت کی طرف منسوب کرتے ہیں؛ مگر اُن کے عقائد سے ظاہر ہے کہ اہل بیت کے طریقہ پر وہ نہیں ہیں بلکہ خود اہل بیت کی تصریحات سے اُن کا مخالف ہونا ثابت ہے۔اب رہی یہ بات کہ جو روایتیں اہل بیت سے مروی ہیں، کیا اُن حضرات کا مذہب انہی کے مطابق ہوگا؟ سو وہ بھی ضرور نہیں، اس لئے کہ یہ بات مُسلَّم ہے کہ کسی حدیث کو روایت کرنے سے یہ نہیں سمجھا جاتا کہ راوی کا مذہب بھی وہی ہے، دیکھ لیجئے! صحاح ستہ میں، اکثر متعارض حدیثیں موجود ہیں، حالانکہ ممکن نہیں کہ وہ سب مذہب بنیں، اس لئے کہ بلحاظ ''اذا تعارضا تساقطا'' کے یا دونوں ساقط الاعتبار ہوں گے، یا کسی ایک کو ترجیح ہوگی۔اس طرح کسی حدیث کو روایت کرنے سے وہ اہل بیت کا مذہب ثابت نہیں ہوسکتا۔اس کی تصدیق بآسانی یوں ہوسکتی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنھما کی روایتیں بالالتزام فقہ اہلبیت میں داخل کی گئی ہیں۔انہی روایتوں کو تفسیر درمنثور وابن جریر وغیرہ میں دیکھ لیجئے کہ ایک ایک آیت میں آپ سے کتنی کتنی روایتیں وارد ہیں، جن میں تعارض کا کوئی لحاظ نہیں۔اس کے بعد رائے قائم کی جائے کہ کیا اُن تمام روایتوں کے مطابق آپ کا مذہب ہوسکتا ہے؟ اُس سے یہ ثابت ہوجائیگا کہ اہل بیت سے جو روایتیں مروی ہیں اُن سے یہ ثابت نہیں ہوسکتا کہ اُن حضرات کا مذہب بھی وہی تھا۔غرضکہ مولانا کو اس کتاب سے یہ ثابت کرنا مقصود نہیں کہ اہل بیت کا مذہب یہی تھا۔ بلکہ جس طرح امام سخاویؒ نے ''الجواهر المكللة'' میں اُن احادیث کو ذکر کیا جن کی اسنادوں میں کس قسم کا التزام ہے، اسی طرح

مولانا ممدوح نے صرف اُن احادیث کا اُس میں التزام کیا جن کے اسنادوں میں حضرات اہل بیت میں سے کسی کا نام ہو۔خواہ وہ صحیح ہو یا نہ ہو۔اور وہ کسی کا مذہب ہو یا نہ ہو۔اسی وجہ سے آغانی تک کی روایتیں اُس میں لی گئیں۔

اس کتاب کے دیکھنے سے اکثر علماء مولوی صاحب کے مخالف ہوگئے۔اور اُس کی وجہ یہ بتلاتے ہیں کہ مولوی صاحب نے یہ کتاب لکھ کر ایک فتنہ کی بنیاد ڈالی،جس کا اثر خاص مقلدوں پر پڑنے والا ہے۔اس لئے کہ نہ شیعہ اُس کی طرف التفات کریں گے، نہ اہل حدیث۔البتہ مقلدین میں جو حضرات اہل بیت سے خوش اعتقاد ہیں خصوصاً مشائخین و مریدین جن کا انتساب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے طرف ہے وہ ضرور یہ خیال کریں گے کہ جس طرح طریقت میں حضرت کی اتباع ضرور ہے شریعت میں بھی بہتر بلکہ ضرور ہے۔مگر غور کیا جائے تو یہ الزام مولانا ممدوح کی طرف لگانا زیادتی ہے۔اس لئے انہوں نے یہ کب دعویٰ کیا کہ طریقت اور شریعت میں ایک ہی کی اتباع ضروری یا بہتر ہے؟ اور ممکن نہیں کہ وہ اُس کے قائل ہوں؛ کیونکہ خود اُن کے پیر حضرت حافظ محمد علی صاحب قدس سرہ اور اُن کے پیر حضرت شاہ سلیمان صاحب اور مولانا فخر صاحب وغیرہم سب حنفی تھے اور خود حضرت محبوب الٰہی مولانا نظام الدین قدس سرہ العزیز بھی حنفی تھے،جیسا کہ ''فوائد الفواد'' کی جلد چہارم،مجلس دہم، ماہ رمضان 710ء سے ظاہر ہے کہ خود حضرت نے اپنے حنفی المذہب ہونے کا اعتراف کر کے امام اعظم کوفیؒ کے فضائل و مناقب بیان کئے ہیں اور حضرت خواجۂ خواجگاں خواجہ معین الدین چشتی قدس اللہ سرہ العزیز وغیرہ اکثر حضرات بھی حنفی المذہب تھے، پھر حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ جو سلسلۂ چشتیہ کے اکابر شیوخ سے ہیں۔اُن کا حال بھی اوپر معلوم ہوا کہ کس طرح امام صاحب کے معتقد تھے،اسی طرح تذکروں سے ثابت ہے کہ کوئی طریقہ ایسا نہیں کہ جس کے اکابر اور مقتدا مذاہب اربعہ میں سے کسی مذہب کے مقلد نہ ہوں۔اگر اہل طریقت کو اہل بیت کی تقلید ضروری یا بہتر ہوتی تو یہ حضرات سوائے اہل بیت کے کسی کی تقلید نہ کرتے۔

اولیاء اللہ کا کسی مذہب کی تقلید کرنا ایسا نہ تھا جیسے ہم تقلید کرتے ہیں؛ بلکہ اُن کو مشاہدہ سے یہ بات ثابت ہوجاتی تھی کہ مجتہدین رضی اللہ عنہم مقربین بارگاہ الٰہی ہیں اور انبیاء کے مرتبہ کے بعد اُن کا مرتبہ ہے اور اُن کو ہمیشہ امداد الٰہی ہوتی رہتی ہے اور کل مذاہب اربعہ حق ہیں۔ (از حقیقۃ الفقہ، حصہ دوم)

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت و الیہ انیب و اخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد و الہ و صحبہ اجمعین .

حضرت مولانا مفتی محمد عظیم الدین صاحب
صدر مفتی جامعہ نظامیہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا نکاح ۲۰۰۸ء میں ہندہ سے ہوا' کچھ عرصہ بعد دونوں میں اختلافات شروع ہوگئے' اسی اثناء میں ہندہ کو ایک لڑکا تولد ہوا۔ بعد ولادت ہندہ اپنے والدین کے گھر چلی گئی اور مسلسل بُلانے اور سمجھانے کے باوجود نہیں آئی' بناء بریں زید نے ۲۰۱۰ء میں اپنی زوجہ ہندہ کو قاضی صاحب کے پاس طلاق بائن دے دیا۔ مہر اور نفقہ عدت بھی جمع کرادیا۔ ہندہ نے مہر اور نفقہ عدت بھی حاصل کرلیا۔

اب ہندہ عدالت سے رجوع ہوکر نفقہ کا مقدمہ دائر کرچکی ہے اور ماہانہ دو ہزار روپئے کا مطالبہ کررہی ہے۔ شرعاً کیا حکم ہے۔ بینوا تؤجرا .

الافتاء

شرعاً مطلقہ ایام عدت کا نفقہ پانے کی مستحق ہے۔ اس کے بعد اس کا نفقہ طلاق دینے والے کے ذمہ نہیں۔ فتاوی عالمگیری جلد اول باب النفقات ص:۵۵۷ میں۔ المعتدة عن الطلاق تستحق النفقة والسکنیٰ کان الطلاق رجعیاً او بائناً أو ثلاثاً اور المبسوط جلد ۵۔ ص:۲۰۱ میں ہے ''قال لکل مطلقة بثلاث او واحدة السکنی و النفقة مادامت فی العدة '' بعد ختم عدت اگر عورت نادار ہو تو اس کا نفقہ اس کے قریبی رشتہ داروں پر حسب قدر میراث عائد ہوگا۔ فتاوی عالمگیری جلد اول کتاب النفقات کے ص ۵۶۵ میں ہے۔:

والنفقة لکل ذی رحم محرم اذا کان صغیراً فقیراً أو کانت امرأة بالغة فقیرة أو کان ذکراً فقیراً زمنا أو أعمیٰ و یجب ذلک علی قدر المیراث و یجبر علیه ۔ پس صورت مسؤل عنہا میں ہندہ کا بعد ختم عدت' زید سے نفقہ کا مطالبہ شرعاً غیر درست ہے۔ فقط واللہ أعلم

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ۱۴/ اکٹوبر ۲۰۱۳ء کو اپنی زوجہ ہندہ کو ایک مرتبہ طلاق دے دیا' اُس وقت کوئی بھی موجود نہ تھے' بعد میں زید نے سب بھائیوں وغیرہ کے سامنے اس کا اقرار بھی کیا۔ پھر دونوں ملکر ساتھ رہے۔ پھر اس کے

بعد ۱۰؍نومبر ۲۰۱۳ءکو قاضی اور گواہوں کی موجودگی میں دوسرا طلاق ہندہ کو دے دیا اور دونوں میں علحدگی ہوگئی تھی۔ پھر ۷؍ڈسمبر ۲۰۱۳ءکو اپنے رشتہ داروں اور روپولیس اور قاضی کی موجودگی میں تیسری طلاق ہندہ کو دے دیا۔ پھر جنوری ۲۰۱۴ءمیں زید نے ہندہ سے دوبارہ نکاح کرلیا۔

ایسی صورت میں شرعاً کیا ہے؟ دونوں کے علحدہ نہ ہونے کی صورت میں کیا رشتہ دار عدالت سے رجوع ہوکر تفریق کرواسکتے ہیں۔بینوا تؤجروا۔

الافـــتـــاء

بشرط صحت سوال صورت مسؤل عنہا میں زید نے پہلی طلاق دی اور دونوں ملکر رہے تو وہ رجوع درست ہوگیا۔ پھر ۱۰؍نومبر ۲۰۱۳ءکو دوسری طلاق دی اور دونوں علحدہ رہے پھر اندرون عدت (تین حیض) تیسری طلاق دے دی تو ہندہ پر تینوں طلاقیں واقع ہوکر رشتہ زوجیت بالکلیہ منقطع ہوگیا۔ تین طلاق کے بعد شرعاً بغیر حلالہ دونوں آپس میں نکاح بھی نہیں کرسکتے۔ عالمگیری جلد اول کتاب الطلاق ۳۴۸ میں ہے: ''وزوال حل المناكحة متى تم ثلاثاً كذا في محيط السرخسي '' اور اسی کتاب کے فصل فیما تحل به المطلقة ص:۴۷۳ میں ہے۔''و ان كان الطلاق ثلاثاً في الحرة و ثنتين في الأمة لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً و يدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها''

طلاق سہ بارہ کے بعد زوجین (زید و ہندہ) نے آپس میں بغیر حلالہ جو دوبارہ نکاح کرکے رشتہ زوجیت قائم کیا ہے اگر وہ حکم شرعی کی لاعلمی کی بناء ہے تو وہ نکاح فاسد ہے' فوراً علحدہ ہوجائیں۔ دونوں میں سے کوئی ایک ''میں نے تمہیں چھوڑ دیا'' کہے' اور توبہ کریں۔ اگر حکم شرعی معلوم رکھ کر رشتہ قائم کیا ہے تو آئندہ صحبت کرے تو یہ عمل ''زنا'' ہوگا۔ اسلامی حکومت میں اس کی سزا سنگسار ہے۔ ردالمحتار جلد۲ص:۳۸۰ مطلب فی النکاح الفاسد میں ہے: و فسر القهستاني هنا الفاسد بالباطل و مثله بنكاح المحارم اور درمختار بر حاشیہ ردالمحتار جلد۲ص۳۸۱ میں ہے (و) يثبت (لكل واحد منهما فسخه ولو بغير محضر عن صاحبه و بها أولا) في الأصح خروجا عن المعصية فلا ينافي وجوبه بل يجب على القاضي التفريق بينهما۔ اور فتاوی عالمگیری جلد اول باب العدۃ ص۵۳۲ میں ہے: ''وأما المطلقة ثلاثا اذا جامعها زوجها في العدة مع علمه أنها حرام عليه و مع اقراره بالحرمة لا تسأنف العدة و لكن يرجم الزوج والمرأة كذلك اذا قالت علمت بالحرمة۔

لہذا زید اور ہندہ دونوں فوراً علحدہ ہوجائیں۔ اگر دنوں علحدہ نہ ہوں تو حاکم عدالت سے رجوع ہوکر علحدگی کروائی جائے۔۔

فقط واللہ أعلم

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ حال مقیم کینڈا کوان کے شوہر زید نے ایک ساتھ تین مرتبہ طلاق' طلاق' طلاق' کہدیا۔ زید کسی عالم کے حوالے سے یہ کہہ رہے ہیں کہ طلاق واقع نہیں ہوئی اور کینڈا کا قانون یہ ہے کہ طلاق ہونے کے باوجود شوہراور بیوی کودوسال تک رجوع کرنے کا اختیار رہتا ہے۔اس بناء زید ہندہ کو رجوع کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

ایسی صورت میں شرعاً کیا ہے؟ بینوا تؤجروا.

الافتاء

بشرط صحت سوال صورت مسؤل عنہا میں زید جس وقت اپنی زوجہ ہندہ کو تین طلاق دیا' اسی وقت ہندہ پر شرعاً تین طلاق واقع ہو کر شوہر زید سے رشتۂ زوجیت بالکلیہ منقطع ہوگیا' اگرچہ بیک وقت تین طلاق دینے کی وجہ شوہر زید گنہگار رہوا۔ عالمگیری جلد اول کتاب الطلاق ص ۳۴۸ میں ہے و أما حکمه فوقوع الفرقة .... و زوال حل المناکحة متی تم ثلاثا کذا فی محیط السرخسی ۔اور ص: ۳۴۹ میں ہے''فالذی یعود الی العدد أن یطلقها ثلاثاً فی طهر واحد بکلمة واحدة او بکلمات متفرقة أو یجمع بین التطلیقتین فی طهر واحد بکلمة واحدة أو بکلمتین متفرقتین ' فاذا فعل ذلک وقع الطلاق و کان عاصیاً ۔اب دونوں بغیر حلالہ آپس میں دوبارہ عقد بھی نہیں کرسکتے۔اسی کتاب کے فصل فیما تحل به المطلقة ص ۴۷۳ میں ہے۔و ان کان الطلاق ثلاثا فی الحرة وثنتین فی الأمة لم تحل له حتی تنکح زوجا غیره نکاحا صحیحاً و یدخل بها ثم یطلقها أو یموت عنها ۔تین طلاق دینے کے بعد عدم وقوع کا یا ایک طلاق کا کوئی حاکم فیصلہ کرنے تو وہ شرعاً ناقابل نفاذ ہے اور کوئی فتوی دے تو وہ جاہل ہے۔ردالمحتار جلد ۳ ص ۴۹۵ مطلب القاضی اذا قضی فی مجتهد فیه نفذ قضاؤه الا فی مسائل کے تحت ہے: او بعدم وقوع الثلاث علی الحبلی او بعدم وقوعها قبل الدخول أو بعدم الوقوع علی الحائض أو بعدم وقوع مازاد علی الواحدة أو بعدم وقوع الثلاث بکلمة أی لمخالفته قوله تعالیٰ : فان طلقها فلا تحل له لأن المراد به المطلقة الثالثة فمن قال لا یقع شیئ أو تقع واحدة فقد أثبت الحل للزوج الأول بدون الزوج الثانی وهو خلاف الکتاب فلا ینفذ القضاء به .... و من أفتی به من أهل عصرنا فهو جاهل۔

پس صورت مسؤل عنہا میں ہندہ کا زید سے کوئی تعلق زوجیت باقی نہیں رہا۔ بغیر حلالہ ان کا تعلق زوجیت قائم کرنا''زنا'' ہے جو حرام ہے ۔فقط واللہ اعلم .

صلوٰۃ وسلام کی شان

حضرت مولانا محمد خواجہ شریف
شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محامد کا بیان صلوٰۃ ہے اور تنزیہات کا بیان سلام ہے۔ صلوۃ وسلام کی آیت جامع شامل وکامل محکم آیت ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلاۃ اللہ تعالی کی صفت اور جملہ فرشتوں کا وظیفہ ہے اور تمام اہل ایمان کو بھی اس کو اپنا وظیفہ بنانے کا حکم دیا گیا ہے اور صلوٰۃ کے ساتھ سلام کا تاکیدی حکم ہے۔

صلوٰۃ وسلام کا شرعی مفہوم امام بیضاویؒ " ان اللہ و ملائکته " کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ **"یعتنون باظهار شرفه و تعظیم شانه اعتنوا انتم ایضاً فانکم اولی بذلک "**

صلوٰۃ سے مراد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف اور عظمت وشان کا اظہار کرنا ہے اور مسلمانوں کو بھی اسکا حکم ہے۔ مسلمان پر اس کا زیادہ حق ہے۔ اور صاحب مواہب لدنیہ فرماتے ہیکہ **"معنی الصلاة علی النبی صلی الله علیه وسلم تعظیمه . الصلوٰة علی النبی صلی الله علیه وسلم من الله تشریف و زیادہ تکریمه "** نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وصحبہ وسلم پر صلوٰۃ کے معنی آپ کی عظمت کو بیان کرنا۔

اللہ تعالیٰ کے صلوٰۃ بھیجنے کے معنی آپ کی شرافت اور بزرگی ظاہر کرنا ہے۔ اور فرماتے ہیں امت کا اجماع ہے کہ اس آیت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی شان وعظمت کا بیان ہے جو کسی دوسرے میں نہیں ہے۔

اور کتاب توضیح میں " **الصلوٰة الاعتناء بشانه** " رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کا بیان اور اس کا اہتمام صلوٰۃ ہے۔ صلوٰۃ کے بہت سے معانی ہیں مگر علامہ ابن قیم کتاب جلاء الافہام میں چھ وجوہ قائم کئے ہیں کہ اس آیت میں صلوٰۃ کے معنی رحمت کے نہیں ہیں بلکہ صلوٰۃ کے معنی **صلاۃ اللہ ثناء ہ علیه عند الملئکته** " اللہ تعالیٰ کا فرشتوں کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور نعت شریف بیان کرنا ہے۔

اور اب ہم امام بخاری علیہ الرحمۃ کا قول بھی نقل کرتے ہیں۔ **قال ابو العالیه صلاة الله ثناء ہ علیه عند الملئکة** (بخاری جزء 19 ص 77) اللہ تعالیٰ کا فرشتوں کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف وتوصیف اور آپ کی نعت کو بیان کرنا ہے۔ اور یہی کام فرشتے کرتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان وعظمت بیان کرتے ہیں اور یہی کام مسلمانوں کو کرنا چاہئے کہ وہ حبیب کبریاء کی عظمت اور شان کو بیان کرتے رہیں۔

اور امام قرطبی نے صلاۃ کے معنی رحمت لکھا ہے اور صاحب مواہب لدنیہ اور امام قرطبی نے دعا لکھا ہے۔ اگر رحمت کے معنی ہے تو رحمت خاص مراد ہے، جنس رحمت کی خاص قسم جو صرف حضور کے ساتھ خاص ہے بانی جامعہ نظامیہ عارف باللہ حضرت مولانا

محمد انوار اللہ علیہ الرحمۃ نے انوار احمدی میں اس پر نہایت نفیس بحث کی ہے۔ یہ وہ رحمت ہے جو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص ہے جس میں دوسرے کوئی شریک نہیں۔ اور صلاۃ دعاء ورحمت کے معنی میں ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور شان کے اظہار کے لئے دعا کرتے ہیں۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ثناء ونعت اور عظمت کو اللہ تعالیٰ بھی بیان فرماتا ہے۔ فرشتے بھی بیان کرتے ہیں اور مسلمانوں کو بھی حکم ہے کہ وہ بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو بیان کرتے رہیں اور اس کے ساتھ مسلمانوں کے لئے مزید حکم ہے کہ وہ تسلیمات کا کام بھی کریں اور خوب کریں۔ تسلیمات سے کیا مراد ہے؟ اس کے بارے میں صاحب ملا مبین ملا محبّ اللہ بہاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں" **فسلام اللہ تعالیٰ علی النبی معنی ان اللہ تعالیٰ براء ہ من العیوب و حفظہ من الافات فی الدنیا و الآخرۃ . سلام علیہ اظہار ہذہ البرأۃ و الطلب من اللہ تعالیٰ.**

اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عیوب سے پاک پیدا کیا ہے اور دنیا وآخرت میں آفات سے حفاظت کیا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجنا سلام پڑھنے کے معنی آپ کے عیوب سے پاک ہونے کا اظہار کرنا ہے۔

حضرت حسانؓ فرماتے ہیں۔ **خلقت مبرا من کل عیب کانک قد خلقت کماء تشاء۔**

ہر عیب سے آپ کو پاک پیدا کیا گیا ہے۔ گویا آپ جیسے چاہتے ہیں ویسا پیدا کئے گئے ہیں۔

علامہ امام بوصیریؒ فرماتے ہیں۔

منزہ عن شریک فی محاسنہ فجوھر الحسن فیہ غیر منقسم

آپ میں حسن کا مکمل جوہر ہے آپ کا جوہر حسن منقسم نہیں ہے

یعنی آپ میں کوئی عیب نہیں ہے۔ رب تعالیٰ خالق ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے نور سے بنایا اور فرشتوں کو ایسا یقین ہے ان کی تنزیہ بیان کرنے کی اتنی ضرورت نہیں برخلاف انسان کے اس کو حبیب کبریاء کے بےعیب ہونے میں شکوک وشبہات کا شکار ہوتا رہتا ہے۔ سید الکونین کا بےعیب ہونے کے بارے میں شیطان آخری شبہ پیدا کرتا ہے۔ مخلوق میں کسی کا بےعیب ہونا توحید کے خلاف ہے۔ اتنی بات تو ہر شخص جانتا ہے

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام اللہ تعالی کی صفت فرشتوں کا وظیفہ اور تمام مسلمانوں کو حکم ربانی ہے۔ علماء کا اتفاق ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں صلوۃ وسلام کی آیت جامع اور شامل وکامل محکم آیت ہے اور اس آیت میں صلوۃ کے ساتھ سلام کا تاکیدی حکم ہے۔ صلوۃ وسلام عربی کلمات اور شرعی اصطلاحات میں الفاظ، معنی پر دلالت کے لئے وضع کئے جاتے ہیں اور اصلاحات وسیع مفہوم کے حامل ہوتے ہیں۔ ایک مومن اور مسلمان کے لئے صلوۃ وسلام پڑھنا نہایت خوشی اور عادت کی

بات ہےاور ہم اگراس کے معنی ومفہوم کو جان کر پڑھتے ہیں تو خوشی کی انتہاءنہیں رہتی۔اس لئے ہم سطور ذیل میں اس کے مفہوم کوواضح کریں گے۔صلوۃ کےلغوی معنی ایک سے زائد ہیں۔منجملہ ان کے دعاءبھی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ آپ میں کوئی عیب نہیں ہے۔سلام کی تاکید مسلمانوں کے لئے ہے۔فرشتوں کے لئے نہیں' کیوں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ آلہ وصحبہ وسلم کے بےعیب پیدا ہونے میں فرشتوں کو کوئی تردد نہیں ہوتا برخلاف انسانوں کے شیطان ان کواس میں تردداور شبہ پیدا کرتا ہے آخری حربہ اس کا یہ ہوتا ہے کہ بےعیب خدا کی ذات ہے۔مخلوق میں کوئی بےعیب کیسے ہوسکتا ہے۔اس لئے تسلیم کے لئے تاکیدی حکم دیا گیااور یہ بات ظاہر ہے کہ نبی اکرمؐ بےعیب ہونے سے وہ خدا نہیں بن جاتے کیوں کہ حرحالت میں وہ مخلوق ہیں۔خالق نہیں ہیں۔جوعیوب مخلوقات میں ہیں اس سے وہ پاک ہے۔ان کے جسم اطہر میں میل نہیں۔پرکبھی مکھی نہیں بیٹھی۔ان میں خوشبو ہی خوشبو تھی۔ان کے جسم اطہر سے کوئی کنکر مس ہوجائے تو وہ خوشبو دار ہوجاتا تھا۔عرش تا فرش سب ان کے زیرحکم تھے۔وہ سیدالاولین والآخرین ہیں۔سب کے جرم بنانے والے ہیں۔صلاۃ محامد کا بیان ہے۔سلام تنزیہات کا بیان ہے۔ایک مسلمان کے محامد بھی بیان کرنا ہےاور تنزیہات کا بھی اعلان کرنا ہے۔

و صلی اللہ تعالی وسلم علیہ و آلہ و صحبہ اجمعین

کامل درود شریف، ہرشئی کے چندلوازم ہوتے ہیں۔

واذا ثبت الشیئی ثبت بلوازمہ . ہرچیزاپنے لوازم کے ساتھ ثابت ہوتی ہے۔درود شریف کا کمال اس کے لوازم کے ساتھ ہوگا۔کتاب صواعقہ محرقہ میں حدیث شریف ہے۔

لاتصلوا علی الصلاۃ البراء قالوا وماالصلاۃ البشراء قال تقولون اللھم صل علی محمد و تمسکون بل قولوا اللھم صل علی محمد و علی آل محمد .

تم مجھ پر ناقص درود شریف مت پڑھو۔صحابہؓ نے عرض کئے۔یارسول اللہ۔

ناقص درود شریف کیا ہوتا ہےتو آپؐ نے فرمایا:تم **اللھم صل علی محمد** بول کررک جاتے ہوتو یہ درود شریف ناقص ہے۔

بلکہ تم یوں کہو **اللھم صل علی محمد و علی آل محمدؐ** ۔درود شریف میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل کوشامل کرنے سے درود شریف کامل ہوتا ہے ورنہ وہ ناقص رہتا ہےاور علماء کرام آل کے ساتھ صحابہ کا بھی ذکر کرتے ہیں کیو ں کہ ایک حدیث شریف میں آل کے مفہوم میں **کل مومن تقی** شامل ہے۔صحابہ سب سے زیادہ متقی صحابہ ہیں۔اس لئے عام طور پر درود شریف میں صحابہ کو بھی شامل کرتے ہیں۔

اللھم صل علی سیدنا محمد و آلہ و صحبہ اجمعین

کُل علوم کی روح ہے کلامُ اللہ

(بلانقطہ مضمون)

مولانا شاہ محمد فصیح الدین نظامی
مہتمم کتب خانہ جامعہ نظامیہ

اللہ کُل عالَموں کا مالک ووالی ہے۔اس کا ارادہ اور علم ہر اک سے اعلیٰ ہے۔اسی طرح اللہ کے کلام کا معاملہ ہے وہ اس عالم کے کُل کلاموں سے اعلیٰ کامل ومکمل ہے۔اس عالم کواک لاکھ سے سِوا ہادی اور رسول آئے۔رسولوں سے کسی کسی کو کلام عطا ہوا۔معمار حرم (۱) کو کلام حاصل ہوا،موسیٰ سلام اللہ علی کو دی الواح اور روح اللہ سلام اللہ علی کو کلمے عطا کئے گئے مگر رسول اکرم صلی اللہ علیٰ رسولہ وسلم کو عطا کردہ کلام کُل رسولوں کے کلام سے اعلیٰ واکمل ہے۔رسالوں سے اطلاع ملی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیٰ رسولہ وسلم امی کہلائے مگر اصل معاملہ اس کے عکس ہے کہ سارے علوم کا صُدور (۲) ،صدر (۳) محمدی سے ہوا۔کلام اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیٰ رسولہ وسلم کی آمد کی اطلاع سارے رسولوں کے واسطے سے دی گئی اور عالم کے علماء اللہ کے آگے سر رکھ کر محو دعا ہوئے کہ رسول احمد محمود ومحمد صلی اللہ علیٰ رسولہ وسلم کی آمد سے عالم معطر ہو۔صدہا سال کا عرصہ ہوا۔رسول اکرم صلی اللہ علیٰ ورسولہ وسلم،رسولِ امم اور مہرِ (۴) علم وعمل ہوکر طلوع ہوئے۔اور حراء کی گود رسول اللہ کے ہاں سردار ملائکہ وحی اول لےکر آئے اس وحی کے اسرار وحکم سے روح ودل مالا مال ہوئے۔مسلسل دو دہے دو اک سال سردار ملائکہ کلام لےکر آئے اس طرح اللہ کا ارادہ مکمل ہوکر رہا۔وحی کے واسطے اللہ کا حکم ہوا کہ لوگوں کو ڈراؤ اول گھر والوں کو۔وحی کا سلسلہ مکہ مکرمہ اور وداع مکہ سے سوا رہا اور حلال وحرام سے آگاہی ہوئی۔کلام اللہ کے سماع سے صدہا لوگ اسلام لاکر احکام الٰہی کے عامل ہوئے۔معلوم رہے کہ کلام اللہ دگر سارے کلاموں سے اعلیٰ ہے۔رسول اکرم صلی اللہ علیٰ رسولہ وسلم کے دل کو اس سے گہرا لگاؤ ہے۔اس عالم کے لوگوں کا علم اور اللہ کا علم ہر اک کا معاملہ الگ ہے۔اعلیٰ،اعلیٰ ہے اور سطحی،سطحی۔رسول اکرم صلی اللہ علیٰ رسولہ وسلم کا کہا ہے کہ کلام الٰہی کا وِرد اور اِعادہ عالی اور عمدہ اَوراد سے ہے۔اس امر کا ہر اک کو ادراک واحساس کہاں؟ کلامِ الٰہی کی گہرائی کو حاصل کرکے ہر دو عالم کا مدعائے دلی ملے گا اور صدر اسرار وحکم سے معمور ہوگا۔ہر مُسلم مامور ہے کہ کلام الٰہی کے وِرد سے دل کو معمور کرے اور اگر وہ ماہِ صوم حاصل کرے اس ورد کو مکرر کرے۔اک اہل علم کا کہا ہے کہ اُٹھ کہ اس عالم کا اور ہی طُور ہے،اہل حرم کے واسطے اس کا ہر سورہ طُور ہے۔اعداء (۵) کی لاکھ سعی ہوئی مگر کلام اللہ کا ہر کلمہ ہر محاورہ اور ہر سطر اگلے کئی سو سال سے اک طرح کی ہے۔اس کے کلمے سرمو (۶) کہاں ہٹے۔مسلم امّہ کے لاکھوں لاکھ صدر اور گھر اس سے معمور ہوئے۔مروی ہے کہ کلامِ الٰہی کا حامل اہلِ اِکرام سے ہوگا۔ہر طاہر آدمی اس سے روح علم وعمل کے علاوہ اس کی ادائی اور دہائی دےکر آگ سے رہائی حاصل کرےگا اور حد سے سوا رحم وکرم وعطاؤں سے مالا مال ہوگا۔لامحدود عطائے الٰہی کا کوئی احاطہ کہاں کرسکےگا۔اہلِ اسلام کو حکم ہے کہ ہر کام سے اول اللہ کا اسم رکھو وہ کام مکمل ہوگا۔عامی ہو کہ عالم،سالک ہو کہ مالک ہر اک کو کلام اللہ کے سماع سے سکوں حاصل ہوگا۔اس دار العمل کی ہر صدی اور ہر عہد اس کلام کا سکہ ہے اس کے آگے ہر اک

سکہ کھوٹا ہے۔رسولِ اکرم صلی اللہ علیٰ رسولہٖ وسلم اس کے کلموں اوراسرار وحِکَم کے معلم ہوئے۔اوررسول ہی کے واسطے سے ہم اس امر سے مطّلِع ہوئے کہ وہ کلام الٰہی ہے۔اللہ کا کلام اوررسول کا کلام، رسول اللہ کے دہاں سے ہی ادا ہوا مگر ہراک کا حکم الگ ہے۔اک کلام الٰہی ہےاوردوسرا کلام رسول۔کلام الٰہی کا ماہرامام دہر ہوگا۔اس کلام کے ماہر سارے عالم میں سراہے گئے۔کلام اللہ صالح اورطالح (۷) ہراک کوالگ کرکے رکھ دے گا۔اہل علم اورعلم سے عاری لوگ کہاں مساوی ہوئے؟ ہمدم رسول امام علی کرّمہ، اللہ کا کہاہے کہ کلام اللہ سارے علوم کا احاطہ کئے ہوئے ہےمگر ہراک کواس کا ادراک کہاں؟ کلام اللہ آگے کے لوگوں، اہلِ عاد، اہل مصر، آلِ ہود، آلِ موسیٰ، آل صالح کے علاوہ رسولوں کے احوال، صوم وصلواۃ، کلمہ کے اسرار، عمر کا مدعا، عالم ارواح، حلال وحرام، اصول اسلام ہراک کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔علم سماوی ہوکہ علم اصولی، علم مَلکی (۸) ہوکہ علم مُلکی (۹) علم مادی ہوکہ علم روحی، کلام اللہ سارے علوم کوکھول رکھا۔علم اسلام کی روح ہے۔اورکلام الٰہی علم کی روح ہے۔امام ولی اللہؒ کا کہاہے کہ کلام اللہ دلوں کی گرہوں اورمسائل کے حل کی راہوں کوکھولے گا۔ اسلامی حکمراں اوردگرحکمراں کواس سے عمدہ واعلیٰ اصول کہاں ملے گا؟۔اگراہل علم اس کے اَسرار سے آگاہ ہوں کلام الٰہی عصررواں کے علاوہ ہرعہد کے مسائل کے حل اسی سے ہوگا۔اس سے ہٹ کرکسی کوکمال کہاں حاصل ہوا۔کل ملائکہ اس علم سے آگاہ ہوکرکمال آدم سلام اللہ علیٰ رسولہٖ کے آگے سرٹکادئے۔کلام اللہ کے سماع سے ہمدم رسول عمر اکرمہٗ اللہ کے دل وروح کوسکوں ملااوروہ اسلام کے حوالے ہوئے۔اس رُودِ (۱۰) کرم سے اہل علم اورعوام ہردوکوحصہ ملااوروہ اس کے اعادہ سے آسودہ حال ہوئے۔اہلِ علم کا محاورہ ہے کہ اہلِ مکہ کوکلام اللہ عطاہوا۔اہلِ مصرکواعادہ کلام اللہ ملااورہمارے ملک کوکلام الٰہی کا سواد (اور) سواد حاصل ہواہراک کا کمال اللہ کی عطاہے۔

ہردور کے علماءاورحکماء کلام اللہ کے مطالعہ کے داعی رہےاورممالکِ عالم کے مدارس علماً اورعملاً ہردوطرح سے اس اہم کام کے لئے مامور ہوئے۔عصری علوم اسلام سے الگ کہاں ہوئے۔کلام الٰہی ہردوراورہرعہد کے لئے ہے۔اس کے مسلک کے سوادوسرا مسلک کالعدم ہے۔اس دور کے لوگوں کا حال مکہ کے لوگوں کی طرح ہے کہ علم کواصلاح احوال واعمال کے لئے کم اوراموال کے حصول کے لئے روارکھا ہے۔ہمارے ملک کے اک اگلے حکمراں مَلِک (۱۲) کا اسوہ رہاکہ کلامِ الٰہی لکھ کراس کے واسطے سے اکلِ حلال حاصل کرے۔کلام اللہ کی مراد کے حصول کے لئے اگرکوئی اگلوں کی راہ سے ہٹ کررائے سے کلام کرے گاوہ راہِ ھدیٰ کھودے گا۔اساسی اورمحکم علم سے ہی اس کے اسرار واہوں گے۔رسول اکرم صلی اللہ علیٰ رسولہٖ وسلم، ہمدم رسول، واہلِ وِلا (۱۳)، آئمہ اطہاراورعلماء وحکمائے اسلام کے اسوہ (۱۴) کولے کرعالم اسلام ماہِ صوم کے مسعودلمحوں کوکلام الٰہی کے اعادہ اورعمل سے معطرکرے گااس کواللہ کے ہاں سے صلہ ملے گا۔اسمائے الٰہی والی ولی، محصی ماحی، حاکم سلام، واسع واحد، احدصمد، حی ودود، اول مالک، معطی ھادی کے واسطے سے دعاہے کہ اللہ ہم کوکلام اللہ کا علم عطاکرے۔اس دارالعمل کے ہرماہ وسال اوردہرکے ہرمسئلہ کواس کے واسطے سے حل کردے۔

---

(۱) حضرت ابراہیم علیہ السلام (۲) اظہار (۳) سینہ (۴) سورج (۵) دشمن (۶) بال برابر (۷) برا (۸) فرشتوں کا علم (۹) ملک کا علم (۱۰) دریا (۱۱) ملکہ۔ذہن (۱۲) اورنگ زیب (۱۳) محبت والے (۱۴) نمونہ

حالاتِ حاضرہ اور طلاقِ ثلاثہ

حافظ محمد عبدالرؤف
(کامل الفقہ جامعہ نظامیہ)

اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ اس نے ہم کو امتِ محمدیہ میں پیدا فرمایا اور ہم کو اشرف المخلوقات کے لقب سے نوازا ہے، اور اس نے ہمیں بوسیلۂ نبوی ناقابلِ تبدیل دین اور ناقابل تنسیخ شریعت عطا فرمائی جس کے احکام تاقیامت قائم و دائم رہیں گے۔

ہمارا مذہب تمام مذاہب میں سب سے اعلیٰ و افضل ہے اور سب سے آسان ہے۔ ہمارے اسلام نے جس طرح ہر ایک کے حقوق و فرائض صراحتاً بیان کئے ہیں کسی اور مذہب نے ایسا بیان نہیں کیا۔ اور اسلامی شریعت کے احکام کا دارومدار کتاب وسنت پر ہے۔ اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔ شریعت کے تحفظ کیلئے ہم سب دینی تعلیم سے منسلک ہوں، کم از کم اتنا علم حاصل کریں جتنا ہم پر فرض ہے، جیسا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "**عن انس بن مالک رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: طلب العلم فریضة علی کل مسلم** "(ابن ماجہ نمبر۲۲۴) علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

یہاں علم سے مراد "دینی ضروری و بنیادی مسائل" ہیں جن میں وضو، غسل، نماز، روزہ، زکات وغیرہ کے اہم مسائل اور والدین، اولاد، رشتہ داروں کے اہم حقوق و فرائض اور زوجین کے حقوق احکام نکاح، طلاق، خلع وغیرہ کا جاننا بہت ضروری ہے، ان ضروری مسائل سے ناواقف ہونے کی صورت میں دیگر مذاہب کو ہماری شریعت میں مداخلت کرنے کا موقع مل رہا ہے۔ جیسا کہ دور حاضر میں طلاق ثلاثہ کے مسئلہ کو لیکر بحث و مباحثہ ہو رہے ہیں۔ طلاق ہماری شریعت کا ایک اہم ترین قانون ہے، اور اس میں کسی کو مداخلت کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ آج کل حکومت اور دیگر طبقات کی طرف سے اسلام کے خلاف پروپگنڈے کئے جا رہے ہیں، کبھی یونیفارم سول کوڈ کے نام سے، کبھی لو جہاد کے نام سے، کبھی گاؤ رکھشا کے نام سے، کبھی وندے ماترم کے نام سے اور دور حاضر میں طلاق ثلاثہ کے نام سے، اسلام کے خلاف مختلف حربے استعمال کئے جا رہے ہیں اس لئے سب سے پہلے ہماری ذمہ داری ہے کہ قرآن و حدیث کو مضبوطی سے تھامے رہیں اور طلاق کے احکام و مسائل کو اچھی طرح جانیں تاکہ دوسرے مذاہب کو اعتراض و تنقید کا موقع نہ مل سکے۔

مسائل کی ناواقفیت کی وجہ سے بہت سارے طلاق کے واقعات پیش آ رہے ہیں۔ کوئی مذاق سے طلاق دیتا ہے، کوئی نشہ کی حالت میں دیتا ہے اور کوئی کہتا ہے کہ میری نیت طلاق دینے کی نہیں تھی، ایسی باتیں شریعت میں ہرگز قبول نہیں کرے گی۔ شریعت میں بھی کچھ قاعدے قوانین ہوتے ہیں اس میں سوچ سمجھ کر چلنا پڑتا ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "**ثلاث جدّهن جدّ وهزلهن جدّ، النکاح الطلاق و العتاق** " تین چیزیں ایسی ہین جو سنجیدگی سے کہو یا دل لگی سے کہو وہ واقع ہو جاتی ہیں، نکاح طلاق اور عتاق (غلام کو آزاد کرنا) مشکوۃ ص:284)

اگر کوئی شخص ڈرامائی شکل میں دو گواہوں کی موجودگی میں کسی لڑکی کو کہہ دیا کہ میں تجھ سے نکاح کرنا چاہتا ہوں اور وہ قبول کی ہو تو وہ دونوں ایک دوسرے کیلئے حلال ہو گئے، اسی طرح ڈرامائی شکل میں اپنی بیوی کو طلاق دیا تو طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ طلاق واقع ہونے کیلئے نہ بیوی کا موجود ہونا ضروری ہے اور نہ بیوی کا قبول کرنا ضروری ہے۔ طلاق ہنسی سے ہو یا مذاق سے، سامنے ہو یا پیچھے، فون پر ہو یا خط کے ذریعہ، نیت سے ہو یا بغیر نیت، قصداً ہو یا سہواً، تنہائی میں ہو یا مجمع میں، ہوش میں ہو یا نشہ میں ہر حالت میں طلاق واقع ہوگی۔ شوہر کو کم از کم اتنا تو معلوم ہوتا ہے کہ طلاق کا لفظ کب استعمال کیا جاتا ہے اور کس کیلئے استعمال کیا جاتا ہے، اور طلاق کا لفظ کہنے سے کیا ہوتا ہے، یہ سب معلوم ہونے کے باوجود بھی کہتا ہے کہ میں نشہ میں تھا، میری نیت نہیں تھی، میں صرف مذاق سے دیا، یہ سب جاہلانہ حرکتیں ہیں اور عذرِ لنگ جو شریعت میں نا قابل قبول ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ **عن ابن عمر رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان ابغض الحلال عند اللہ الطلاق** (ابی داوٗد، حدیث نمبر:2178) تمام حلال چیزوں میں جو چیز اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسندیدہ ہے وہ ہے طلاق۔ شریعت اسلامیہ کا مقصود اصلی یہ ہے کہ زوجین ہمیشہ خوش وخرم رہیں، محبت والفت کی زندگی گذاریں، مگر بسا اوقات زوجین میں نا اتفاقی پیدا ہوتی ہے، کسی نہ کسی وجہ سے تو اسلام نے اس کو بھی بڑے اچھے انداز میں سُلجھانے کا طریقہ بتایا ہے۔ جیسا کہ رب تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: ''**والتی تخافون نشوزھن فعظوھن واھجروھن فی المضاجع واضربوھن**'' (سورۃ النساء، آیت:34)

اور اگر تم کو اپنے بیویوں سے نافرمانی کا خوف ہو تو تم ان کو نصیحت کرو، اس کے بعد ان کے بستر الگ کرو اس کے بعد ان سے تھوڑی سختی سے پیش آوٗ۔ ان تینوں صورتوں میں بھی باز نہ آنے کی صورت میں ایک طلاق دینے کا حکم ہے اور اس کو طلاق رجعی کہتے ہیں، طلاق رجعی وہ طلاق ہے جس میں شوہر کو عدت کے اندر رجوع کا اختیار رہتا ہے، جدید نکاح کرنے کی بھی ضرورت نہیں، لیکن عدت گذر جانے کے بعد طلاق رجعی طلاق بائن ہو جائے گی۔ طلاق بائن وہ طلاق ہے جس میں شوہر کو رجوع کا اختیار نہیں رہتا بلکہ نئے مہر کے ساتھ جدید نکاح کرنا لازم ہوگا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''**الطلاق مرتان فامساک بمعروف أو تسریح باحسان**'' (سورۃ البقرہ آیت: 230) طلاق دو مرتبہ ہے یا تو بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا تو احسان کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔ ان دو طلاقوں کے بعد شوہر کو یہ حق حاصل ہے کہ عورت کو عدت کے اندر لوٹا لے یا عدت ختم ہونے کی صورت میں دونوں رضامندی سے نیا نکاح کرلیں۔ یہ صرف دو طلاق کی صورت میں تھی۔

اب رہا تین طلاق کا مسئلہ اس کو طلاق مغلظہ کہتے ہیں، جس کی وجہ سے زوجہ نکاح سے مکمل طور پر خارج ہو جاتی ہے حتی کہ نکاح جدید کی کوئی گنجائش نہیں رہتی، مگر صرف ایک صورت ہے وہ یہ ہے کہ عورت اپنی ختم عدت کے بعد کسی اور شخص سے نکاح کرے اور

اس سے ہمبستری بھی ثابت ہو پھر وہ شخص اپنی مرضی سے اس کو طلاق دے اور اس طلاق کی عدت بھی گزر جائے۔ ایسی صورت مین پہلے شوہر کے لئے یہ عورت حلال ہو سکتی ہے۔ اسی کو حلالہ کہتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''**فان طلقها فلاتحل له من بعد حتی تنكح زوجا غيره**'' (سورۃ البقرہ، رآیت: **230**) پھر اگر وہ طلاق دے (دو طلاق کے بعد) زوجہ اپنے شوہر کے لئے حلال نہیں ہو سکتی یہاں تک کہ وہ دوسرے شخص سے نکاح کرے۔

اب رہا طلاق ثلاثہ کا اور اس کے نفاذ کا ثبوت احادیث کی روشنی میں۔ ام المومنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ بیان کرتی ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دیں، عدت گذرنے کے بعد اس عورت سے کسی اور نے نکاح کیا اور پھر دخول سے پہلے اس نے اُنہیں طلاق دے دی، یہ مسئلہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا گیا اور پوچھا گیا کہ کیا یہ عورت پہلے شوہر کے لئے حلال ہو سکتی ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں ہو سکتی جب تک کہ دوسرا شخص پہلے والے شوہر کی طرح ازدواجی تعلقات قائم نہ کرلے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی حدیث نمبر: **15190**)

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عویمر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اپنی بیوی کو تین طلاق دیدیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نافذ قرار دیا۔ اور جو چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں کی گئی اس کو قانونی حیثیت حاصل ہوگئی۔ (سنن ابی داؤد، نمبر: **2250**)

اللہ اور اس کے رسول کے جو احکامات ہیں وہ ایک قانونی حیثیت رکھتے ہیں، اس میں کسی بھی قسم کی ترمیم و تنسیخ کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے اور نہ کسی کو کرنے کا حق حاصل ہے، آج کل حکومت اور دیگر طبقات کی طرف سے شریعت میں مداخلت کی ناپاک کوششیں چل رہی ہیں، ان کا اصل مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں میں نفرت پھیلا کر جڑ سے اسلام کو ختم کر دیا جائے، اور اس میں سب سے بڑا اقدم موجودہ حکومت کا ہی ہے کیونکہ مرکز میں اپنی کمزوری و کوتاہی پر پردہ ڈالنے اور ووٹ بنک مضبوط کرنے کیلئے پورے ملک میں نفرت کا پرچار کر کے شہریوں کے درمیان مذہب کی آڑ لیکر تفریق کی دیواریں اٹھا رہی ہے۔ خاص طور پر مسلمانوں پر جھوٹے الزامات لگا کر ظلم کرنے والوں کی سرپرستی کر رہی ہے اور حکومت اپنی ناکامی کی پردہ پوشی کرنے اور شہریوں کے دل و دماغ اور ان کی توجہات کو دیگر مسائل میں الجھائے رکھنے کیلئے مختلف حربے استعمال کر رہی ہے۔ اور یہ بات مسلّم ہے کہ ایک مذہب والے دوسرے مذہب میں مداخلت نہیں کر سکتے اور یہ کسی کو حق نہیں بنتا کہ دوسرے مذہب کے قاعدے قوانین کو تبدیل کرے، اور بڑے جس نے یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ مذہب کا تعلق عقیدہ سے ہے اور کسی مذہب والوں کو اپنی مذہبی قانون پر عمل کرنے کا دستوری حق حاصل ہے، ہندوستان میں بسنے والے مسلمانوں کے لئے دستور ہند میں دی گئی مذہبی آزادی کی بنیاد پر ''مسلم پرسنل لا'' مسلّمہ حیثیت رکھتا ہے جس سے مراد اسلام کا عائلی نظام اور خاندانی قانون ہے اور مسلم پرنسل لا کے دائرہ میں نکاح و طلاق، تبنی (بچہ کو

گود لینا) وحضانت، وصیت وراثت اور دیگر عائلی امور آتے ہیں۔

اب رہی بات جو حکومت طلاق دینے والوں کو سزا کی، تو بعض غیر مسلم بھی اس کے مخالف ہیں اور یہ کہا جارہا ہے کہ جب شوہر جیل کی سزائیں کاٹ رہا ہوگا تو بیوی اور بچوں کا نفقہ کون ادا کرے گا۔ کیا حکومت اس کا ذمہ لیتی ہے؟

کیا وہی عورت جیل کی سزا کاٹنے کے بعد شوہر کے ساتھ خوشی سے اس کے ساتھ زندگی گزارے گی، اور کئی غیر مسلم خواتین اپنے شوہروں کے ظلم وزیادتی سے نہ خوشی کی زندگی بسر کررہی ہے اور نہ ان کے شوہر ان کو چھوڑنے کیلئے تیار ہیں۔

ایسی صورت مین ہمارا اسلام ہی کام آئے گا، کوئی دوسرے مذہب مین اتنی سہولتیں فراہم نہیں ہوں گی، ہمارا اسلام ہر ایک کے ساتھ انصاف کا معاملہ کرتا ہے چاہے مرد ہو یا عورت اگر کوئی حکومت یا عدالت طلاق ثلاثہ کو کالعدم قرار دیتی ہے تو وہ حکومت کا ہی قانون یا عدالت کا قانون کہلائے گا، اسلام کا قانون نہیں ہوسکتا۔ مذہبی معاملات میں دخل اندازی نہ حکومت کیلئے مناسب ہے نہ عدالت کیلئے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ سارے مسلمانوں کو اپنے دین پر چلنے اور قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے

اطلاع

مجلس اشاعت العلوم کے طباعتی پروگرام، ارکان کی امداد اور اہل خیر اصحاب کے عطیات سے تکمیل پاتے ہیں۔ علم دوست اصحاب سے خواہش کی جاتی ہے کہ مجلس اشاعت العلوم کی مطبوعات کی طباعت میں حصہ لیں۔ مجلس اشاعت العلوم کی تمام مطبوعات دفتر مجلس اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ شبلی گنج حیدرآباد سے 10 تا 4 ساعت دن کے علاوہ حسب ذیل پتوں سے حاصل کی جاسکتی ہیں۔

(۱) دفتر مجلس اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ پر دس بجے صبح تا چار بجے شام براہ راست یا فون نمبر: 24416847 پر ربط پیدا کیا جاسکتا ہے (۲) نظام عطار' لاڈ بازار (۳) مکتبہ اہل سنت والجماعت' چوک ۔(۴) تاج بک ڈپو' چوک (۵) اسٹوڈنٹس بک ڈپو' چارمینار' (۶) حسامی بک ڈپو' حیدرآباد۔ (۷) دکن ٹریڈرس مغلپورہ' حیدآباد۔ (۸) مکتبہ رفاہ عام گلبرگہ شریف۔

مزید تفصیلات مولانا حافظ محمد عبیداللہ فہیم صاحب قادری الملتانی شریک معتمد مجلس اشاعت العلوم سے فون نمبر 24416847 پر حاصل کی جاسکتی ہیں۔

شیخ الاسلام بحیثیت نعت گو شاعر

حافظ سید محمد مصباح الدین عمیر
فاضل دوم جامعہ نظامیہ

اللہ سبحانہ وتعالیٰ مردہ زمین کو حیات دے کر سر سبز وشاداب کرنا چاہتا ہے تو باران رحمت نازل فرماتا ہے، اسی طرح جب دل کی مردہ زمین کو زندگی بخش کر سر سبز وشاداب کرنا چاہتا ہے تو صالحین کو وجود بخشتا ہے جو قرآن مجید اور حدیث شریف کے فیضان سے دل کی مردہ کھیتی کو بارونق وشاداب کرتے ہیں، انہیں صالحین اور عظیم ترین' عبقری وتاریخی قد آور ہستیوں میں سے ایک غیر معمولی جلالت علمی' بلاغت لسانی' مکانت روحانی رکھنے والی عظیم المرتبت ذات گرامی حضرت شیخ الاسلام عارف باللہ امام محمد انوار اللہ فاروقی فضیلت جنگ علیہ الرحمہ بانی جامعہ نظامیہ ووزیر امور مذہبی حکومت نظام حیدرآباد دکن کی ہے۔

حضرت شیخ الاسلام 4 ربیع الثانی 1264ھ حضرت مولانا ابو محمد شجاع الدین فاروقی علیہ الرحمہ کے علمی وروحانی خانوادہ میں بمقام ناندیڑ پیدا ہوئے۔آپ کا وصال باکمال حیدرآباد فرخندہ بنیاد میں 29 جمادی الاولیٰ 1336ھ کو ہوا۔

شیخ الاسلام ایک قادر الکلام استاذ سخن شاعر: حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ علیہ الرحمہ کے نام وکام کو بہت سوں نے خوب پڑھا اور اس پر خوب لکھا لیکن حضرت کی شاعری کے بارے میں بہت کم لوگوں نے پڑھا ہوگا۔ کہ وہ ایک اچھے قادر الکلام استاذ سخن شاعر تھے، بطور خاص نعت گوئی کے حوالے سے آپ اپنے معاصرین میں امتیازی شان وانفرادی مقام کے حامل تھے، اس کی نسبت کچھ اہم نکات سپرد قرطاس کئے جاتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کی ذات مبارک کے فیضان سے تشنگان علم ظاہری وباطنی کو ان کی بساط کے مطابق سیراب کیا۔

حضرت کی پوری زندگی علم دوستی وعلم پروری' رشد وہدایت اور اردو زبان وادب کی آبیاری میں گزری، انہوں نے اردو کی بقا اور اس کی ترویج کے لئے صرف درجنوں اردو کتابیں' شعری مجموعے ہی نہیں چھوڑے بلکہ اردو ادب کی ترقی وترویج کے لئے'' مجلس اشاعت العلوم'' کتب خانے' مدارس اور اردو زبان کے واعظوں کا سرکاری طور پر قیام وتقرر عمل میں لانے کے حوالے سے بڑی ان تھک محنت کی اور اپنے ارادے اور ادارے ہر جہت سے کامیاب ہوئے۔ شعر گوئی یا نعت گوئی بھی اسی سلسلہ کی ایک اہم کڑی ہے۔

''شاعری'' کی تعریف اور اس کا کمال: شاعری کے متعلق ایک عام خیال یہ ہوتا ہے کہ شعر وشاعری صرف وقت گزاری اور دل بہلائی کا ذریعہ ہے، جیسا کہ بعض لوگ عدم واقفیت کی بناء اس کو تضییع اوقات سے تعبیر کرتے ہیں، یہ انداز فکر اُس شاعری کے بارے میں ہوسکتا ہے جس کا مقصد صرف تفریح طبع ہوتا ہو؛ ورنہ حقیقت میں شاعری ہمارے جذبات واحساسات' قلبی

واردات و کیفیات ذہنی کا آئنہ دار ہوتی ہے، شاعری معاشرہ اور تہذیب کی نمائندہ ہوتی ہے، شاعری کبھی لوری کی طرح تھپک تھپک کر سلاتی ہے تو وہی شاعری خواب غفلت میں سوئی ہوئی قوم کو بیدار بھی کرتی ہے، یہ شاعری ہی تو تھی جس سے قوموں کو جھنجوڑ کر میدان جنگ میں ان کے اندر ولولہ پیدا کرنے کا کام لیا جاتا تھا۔

الغرض شاعری کو تفریح طبع کا ذریعہ ہی نہ سمجھا جائے بلکہ کردار سازی میں شاعری مرکزی حصہ بھی ادا کرسکتی ہے۔ تمام فنون لطیفہ میں شاعری اعلیٰ ترین فن ہے؛ کیونکہ اس کا تعلق براہ راست قلبی احساس سے ہوتا ہے۔

''نعت گوئی'' تعریف وپس منظر: دراصل ''نعت گوئی'' شاعری کا نگینہ ہے اور اصناف سخن کی وہ نازک صنف ہے جس میں طبع آزمائی کرتے ہوئے علامہ جامی نے یہ پیغام دیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعریف کماحقہٗ ممکن نہیں۔

اردو زبان میں لفظ ''نعت'' کا اطلاق صرف ان اشعار کے لئے مخصوص ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان وعظمت میں کہے گئے ہوں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدحت، تعریف وتوصیف اور شمائل وفضائل کو نظم کی شکل میں بیان کرنا ''نعت گوئی'' کہلاتا ہے۔

نعت گوئی کا آغاز وارتقاء: نعت گوئی عربی زبان سے فارسی' پھر فارسی سے اردو میں منتقل ہوئی اور اردو زبان کی دیگر اصناف سخن میں صنف نعت سب سے زیادہ لکھی گئی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدحت وثنا' نعت گوئی کے ذریعہ خود عم رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو طالب نے کی، اور صحابہ کرام میں حضرت سیدنا علی بن ابوطالب' حضرت عباس ابن عبدالمطلب' حضرت حسان بن ثابت' حضرت کعب بن زہیر' حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنھم اور حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا نے بھی مدحت وثناء کا خصوصی شرف حاصل کیا۔

تاریخ میں یہ بھی ملتا ہے کہ ولادتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ہزار سال پہلے یمن کے بادشاہ نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اشعار کہے تھے۔ اسی طرح حضرت کعب بن لوی نے ولادت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے 560ء سال قبل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اشعار کہے اور بعثت کے بعد ورقہ بن نوفل نے بھی نعتیہ قصیدہ پیش کیا۔

حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ تشریف لانے پر بنو نجار قبیلہ کی بچیوں نے سب سے پہلے نعتیہ اشعار **طلع البدر علینا من ثنیات الوداع** کہے جو آج بھی زبان زد خاص وعام ہیں؛ یہی نہیں بلکہ سابقہ آسمانی کتابوں میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف وتوصیف، اخلاق عالیہ کا بیان مذکور تھا۔

شعراء ہند میں حضرت شیخ الاسلام کا انفرادی مقام: ہندوستان کی مردم خیز زمین پر بے شمار شعراء پیدا ہوئے اور ایسے بلند پایہ شعراء کہ جن کے کلام کو صدیاں گزر جانے کے باوجود آج بھی قبولیت عامہ حاصل ہے۔ ان میں سے بعض شعراء نے

شاعری کو تبلیغ اسلام کا ذریعہ بناتے ہوئے خوب جدوجہد کی اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب اور بامراد ہوئے۔

لیکن فن علم عروض میں کمال مہارت ایسے شاعروں کو ہی حاصل ہوتی ہے جو عربی وفارسی اور مختلف زبانوں اور علوم میں بلند درجہ رکھتے ہوں، وہ حضرات برجستگی سے حقائق پرمبنی اپنے خیالات وجذبات کا اظہار کرسکتے ہیں، مختلف علوم میں مہارت کے باعث زبانوں کے اسالیب کے پیش نظر شعروسخن میں تنوع پیدا ہوتا ہے، حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمہ کو ان تمام علوم وفنون میں مہارت تامہ اور اسالیب بیان پر کامل دسترس حاصل تھی۔

اردو زبان وادب کے چند مشہور ہمعصر نعت گو شعراء: حیدرآباد دکن کے ہمعصر شعراء میں معین الدین اقبالؔ یار جنگ اقبال، وزیر علی جوش، میر محمد علی رنج، میر قادر حسین فرق، میر تراب علی زور، محمد حسین سامان، فیض الدین فیض، میر حسین علی خان امیر، مخدوم حسینی رفعت، خیرات علی خاں سخی کے نام قابل ذکر ہیں۔

(شیخ الاسلام، شخصیت، علمی وادبی کارنامے، از: ڈاکٹر محمد عبدالحمید اکبر، مجلس اشاعت العلوم، جامعہ نظامیہ سنہ اشاعت 2000، 153'154)

علاوہ ازیں حضرت امجد حیدرآبادی، حضرت صفی اورنگ آبادی، اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خان، علامہ شبلی، علامہ مظفر الدین معلیٰ، امیر مینائی، داغ دہلوی، عزیز جنگ ولا، امیر حمزہ، منتخب الدین تجلّی اپنے عہد کے نامور شعراء گزرے ہیں۔

الغرض حیدرآباد دکن کی سرزمین پر اپنے دور کے مشہور اور مایہ ناز شعراء گزرے ہیں اُن میں حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ علیہ الرحمۃ صف اول میں نظر آتے ہیں، حضرت نے شاعری کا آغاز **افضل البلاد طیبۃ الرسول** مدینہ منورہ میں انوار احمدی کے متن سے کیا، جو فصاحت وبلاغت کے ساتھ سہل ممتنع کی خوبیوں و نیز جملہ شعری محاسن سے مالا مال ہے۔

حضرت کے اشعار میں مطبوعہ اردو کلام، غیر مطبوعہ فارسی کلام، اردو قصائد، فارسی قصائد، متن انوار احمدی (بشکل مسدس)، مولانا خرم علی صاحب کے اشعار کی تضمین وتطبیق اور منظوم شرح کا مجموعہ بنام ''خدا کی قدرت''، حمد باری تعالیٰ، نعتیہ کلام، غزلیں اور مثنوی شامل ہیں۔

حضرت شیخ الاسلام کو میدان شعروسخن میں کسی سے تلمذ حاصل نہیں: حضرت شیخ الاسلام فن شاعری میں کسی کے شاگرد نہ تھے، جس کا ذکر انوار احمدی کے مقدمہ میں اس طرح فرماتے ہیں: ''ہر چند فن شاعری میں نہ کسی سے تلمذ ہے، نہ مہارت، نہ اہل ہند کے محاورات سے واقفیت''۔ (انوار احمدی، حضرت شیخ الاسلام فضیلت جنگ علیہ الرحمہ، مجلس اشاعت العلوم سنہ طباعت 2013، ص:7)

یہ حضرت شیخ الاسلام کے کمال سخن کی دلیل ہے کہ کسی سے مشورۂ سخن کے بغیر ہی شعر کہے۔ اور فن شاعری جتنی آسان دکھائی دیتی ہے اس قدر آسان بھی نہیں لیکن اس کو حضرت شیخ الاسلام کی قادر الکلامی کہیں تو مبالغہ نہیں، اور حضرت کا کلام اغلاط سے محفوظ آسان

اردو میں موجود ہے۔

حضرت شیخ الاسلام کی شاعری سے متعلق شعراء وادباء کے تأثرات:

پروفیسر شمس الرحمٰن فاروقی: حضرت شیخ الاسلام کی شاعری سے متعلق اردو زبان وادب کے بڑے بڑے نقاد و شعراء نے اپنی قیمتی رائے سے خوب سراہا ہے جن میں پروفیسر شمس الرحمٰن فاروقی جن کی علمی لیاقت کو پوری اردو دنیا تسلیم کرتی ہے، حضرت شیخ الاسلام کی شاعری سے متعلق لکھتے ہیں کہ:

''علامہ انوار اللہ انور کے کلام میں کلاسیکی پختگی اور مشاقی قدم قدم پر نمایاں ہے۔ زبان نہایت ٹکسالی اور بامحاورہ ہے''

(جامعہ نظامیہ حیدرآباد کا علمی وادبی منظر نامہ، ڈاکٹر محمد عظمت اللہ خان احساسؔ صاحب، ص: 68)

ڈاکٹر عقیل ہاشمی:

حضرت شیخ الاسلام کی نعت گوئی کے حوالہ سے ڈاکٹر عقیل ہاشمی لکھتے ہیں:

''علامہ کے اسلوب میں بیک وقت منطقی ترتیب، اشارات، استدلال، جمالیاتی تہذیب، عقیدت ومحبت کی چاشنی کا احساس نمایاں ہوگا، اس کے علاوہ فکری اجتہاد واختراع کا وصف' زبان وبیان کی خوبیاں مترشح ہوتی ہیں۔ سیدھے الفاظ وتشبیہات واستعارات یا اور دوسری صنعتیں ان میں بڑی حکیمانہ انداز سے سموئی ہیں۔ بالفاظ دیگر حضرت شیخ الاسلام کی شاعری دل ودماغ کو آسودہ ہی نہیں کرتی بلکہ ایمان وایقان کی منزلوں سے قریب کردیتی ہیں۔ ان میں استفسار اور تأمل کی تازگی اور عشق محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پاکیزہ احساس بھی ہے؛ گویا مومن کی فراست اس کی بصیرت، دردمندی، اخلاص، معاشرۂ اسلام کی تابنا کی سبھی کچھ ہے۔''

(مرقع انوار' مولانا شاہ محمد فصیح الدین نظامی صاحب، شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ بحیثیت شاعر حق آگاہ، ص: 868 تا 869)

مفتی اول جامعہ نظامیہ: حضرت شیخ الاسلام فضیلت جنگ علیہ الرحمۃ کے شعری ذوق سے متعلق مفتی اول جامعہ نظامیہ حضرت مولانا مفتی محمد رکن الدین صاحب تحریر فرماتے ہیں:

مولانا علیہ الرحمہ (باضابطہ) شاعر نہ تھے' تصوف سے لگاؤ کے باعث جو خیالات اور جذبات اٹھتے تھے ان کو کبھی نظم فرمادیا کرتے تھے، آپ کا کلام یقیناً عام مذاق کے مطابق نہ ہوگا' البتہ وہ لوگ جو صوفیانہ مذاق رکھتے ہیں ضرور اس سے حظ (لطف) اٹھائیں گے، کلام کا اکثر حصہ توحید ونعت میں ہے۔ (مطلع الانوار مفتی محمد رکن الدین صاحبؒ، ص: 89)

سید مصباح الدین تمکین کاظمی: سید مصباح الدین تمکین کاظمی حضرت شیخ الاسلام کی شاعرانہ خوبیوں کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں: اس میں شک نہیں کہ مولانا صاف اور بے عیب شعر کہتے تھے، حضرت کا کلام فکر کے علاوہ فن میں بھی ممتاز حیثیت کا حامل

ہے، شیخ الاسلام کا اسلوب سخن اپنے دور کا ترجمان دکھائی دیتا ہے۔
(شیخ الاسلام، شخصیت، علمی و ادبی کارنامے، از: ڈاکٹر محمد عبدالحمید اکبر صاحب)

1) **متن انوار احمدی:** حضرت کی شاعرانہ حیثیت پر گفتگو کی جائے اور "متن انوار احمدی" کے بارے میں ذکر نہ کیا جائے تو یہ گوشہ ادھورا، اور نا تمام ہی رہ جائے گا، متن انوار احمدی ادبی شہکار اور قدسیانہ جذبات کا آئینہ دار، عشق نبی سے سرشار ہے؛ کیونکہ میلاد شریف وفضائل ومعجزات سرور عالم ﷺ کے مضامین کتب احادیث وسیر سے منتخب کر کے افضل البلاد مدینہ منورہ زادہا اللہ شرفاً میں منظوم کئے یہ سن 1304ھ کی بات ہے اس وقت آپ کی عمر شریف 44 برس تھی ۔

متن انوار احمدی (62) مسدسات پر شامل ہے اور مزید مسرت کی بات یہ ہے کہ حضرت ہی نے قرآن وحدیث کی روشنی میں مسدسات کے چند بند کی شرح بھی فرمادی جو تقریبا (300) صفحات پر مشتمل ہے۔

انوار احمدی کے اختتام پر چند قصائد اور غزلیات بھی شامل ہیں ، جملہ انوار احمدی میں 62 مسدسات کے ساتھ 8 غزلیں، 2 قصائد ملحق ہیں، اس نعتیہ متن کا آغاز اس مسدس سے ہوتا ہے:

شکر حق اس نظم میں ہیں وہ مضامیں دلپذیر — جن سے اترے رحمت اور ہویں دل اعدا پہ تیر
چونکہ منصوصات سے ہیں وہ تمامی مستنیر — اہل ایماں مان لیں گے ان کو دل سے ناگزیر
گرچہ ہیں اشعار یہ پر شاعری اس میں نہیں — ترجمہ منقول کا ہے خودسری اس میں نہیں

(انوار احمدی، ص: 291)

2) **شمیم الانوار:** شمیم الانوار میں جملہ کلام کی تعداد 37 ہے جن میں 7 حمدیہ قصائد، 8 نعتیہ غزلیں، 1 قصیدہ نعتیہ (37 اشعار پر مشتمل) 1 مثنوی (28 اشعار پر محیط) 10 اردو کی غزلیں شامل ہیں، جو انوار احمدی کے طبع ہونے کے دس سال بعد 1336ھ حضرت شیخ الاسلام فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کے وصال مبارک کے بعد طبع ہوئی۔

3) **خدا کی قدرت:** میدان شعر وسخن میں یہ کتاب حضرت شیخ الاسلام کی تیسری کاوش ہے اس کتاب میں مولانا خرم علی صاحب کے اشعار کی تضمین وتطبیق اور منظوم شرح ہے اور حضرت شیخ الاسلام نے اس کتاب میں استمداد کے منکرین کا جواب سنجیدگی کے ساتھ دے کر عقائد اہل سنت کا اثبات اور اور مسلک اہل سنت کی حمایت فرمائی ہے اور ثابت کیا ہے کہ انبیاء عظام واولیاء کرام سے استمداد کرسکتے ہیں

اس کتاب کے اندر حضرت شیخ الاسلام نے مولانا خرم علی صاحب کے 21 اشعار کی 59 اشعار میں تضمین، تطبیق اور دلپذیر تشریح فرمائی ہے اس مجموعہ کلام میں اشعار کی تشریح کے تحت حاشیہ بھی تحریر فرمایا ہے۔

4) کلام انور، غیر مطبوعہ (قلمی نسخہ):

شعروسخن کے میدان میں حضرت کی چوتھی کاوش ہے اس میں فارسی غزلوں کے ساتھ اردو کی 2 غزلیں بھی شامل ہے

کلام انور کا غیر مطبوعہ قلمی نسخہ مخزونہ ادارۂ ادبیات اردو پنجہ گٹہ حیدرآباد میں محفوظ ہے جن میں سے اردو کی دو نعتیں مطبوعہ دیوان انور میں 'غیر مطبوعہ کلام' اردو کی فہرست کے تحت شامل ہیں۔

5) دیوان انور، مطبوعہ:

مولانا شاہ محمد فصیح الدین نظامی صاحب، مہتمم کتب خانہ جامعہ نظامیہ نے شیخ الاسلام کا اردو' عربی' فارسی کلام مع ترجمہ بنام ''انتخاب از: دیوانِ انور'' 2013ء میں ترتیب وتدوین کر کے شائع فرمایا ہے۔

حضرت شیخ الاسلام کے اشعار کی خصوصیات:

حضرت شیخ الاسلام کی شاعری صنائع بدائع کے ساتھ ساتھ دیگر شعری خصوصیات جیسے: حسن تعلیل، رعایتِ لفظی، صنعتِ تضاد، ایہام، لف ونشر، تلمیح اور جدید تراکیب کی حامل ہے، جن کی بنیاد پر آپ کو ایک قادر الکلام شاعر کہا گیا ہے۔

(شیخ الاسلام، شخصیت' علمی وادبی کارنامے، از: ڈاکٹر محمد عبدالحمید اکبر صاحب)

حضرت شیخ الاسلام کے اشعار کا اسلوب:

حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمہ کو زبان وبیان پر کامل دسترس حاصل ہے، آپ کی شاعری کا طرہ امتیاز زبان کی سلاست اور روانی ہے، آپ کے اشعار پڑھنے سے قاری پر ایک سرور کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے، زبان کی صفائی کے ساتھ ساتھ محاوروں کا رکھ رکھاؤ اور الفاظ کی رعایت بھی آپ کے کلام کی خصوصیات میں شامل ہیں۔

شیخ الاسلام کی شاعری کا ادبی جائزہ:

شیخ الاسلام کے نعتیہ کلام میں تخیل کی بلندی، احساس کی پاکیزگی، شوکت الفاظ، حسن کلمات، ندرت معانی، ادب کی جولانی، عشق کی بیکرانی، تعبیرات کی گوہر افشانی، انوار کی ضوفشانی و دیدنی ہے، چنانچہ کتنے حسین پیرائے میں نعت محبوب خدا کے لئے قلب وضمیر، ظاہر وباطن کے ساتھ سراپا ادب بن کر حسن سماعت کی دعوت دیتے ہوئے نغمہ سرا ہیں:

لب پہ ہو صل علی اور قلب میں جل وعلا الغرض یہ حمد ہے اور نعت محبوب خدا
چاہئیے اب ہوں سراپا چشم و گوش اہل صفا ہو زباں پر نام احمد کا احد دل میں چھپا

جلوۂ نور خدا از خود عیاں ہونے کو ہے
راز جو مخفی تھا خود صرفِ بیاں ہونے کو ہے

فیض بخش کن فکاں۔ گنجینہ اسرار۔ کنج تاریک عدم۔ جولانگہ انور

ان کلمات کا حسن ترکیب، استعاراتی پیرایہ اپنی زیبائش ورعنائی کے ساتھ قلب وروح کو کس قدر نور وسرور عطا کر رہا ہے اس مسدس میں ملاحظہ فرمائیے!

یعنی جب خالق نے چاہا غیب کا اظہار ہو اور عبودیت کا ساری خلق میں اقرار ہو
فیض بخش کن فکاں گنجینۂ اسرار ہو کنج تاریک عدم جولانگہ انوآر ہو
نور سے اپنے کیا اک نور پیدا بے مثال
اور محمد اس کا رکھا نام حمداً لا یزال

استعارات وتلمیحات، تشبیہات وتمثیلات، شعر کو اوج کمال کی بلندیوں پر پہنچاتے ہیں، تن مردہ میں روحِ تازہ پھونکتے ہیں، عالم تخیل میں روح جھومنے لگتی ہے، عقل محو حیرت ہوتی ہے، دل جمال یار کا عکس مستنیر ہوتا ہے، حضرت انوؔر کے درج ذیل اشعار میں یہی کیف ومستی نظر آتی ہے۔

الغرض وہ نور پاک حضرت خیر الوریٰ شمس کے مانند جب برج حمل میں آگیا
شام مثل صبح گھر سے آپ کے روشن ہوا بلکہ تھی ساری زمیں اس وقت واں چہرہ نما
ہو نہ کیونکر روشنی، تھی آمدِ عالی جناب
صبح صادق چاہئے قبلِ طلوعِ آفتاب

پھر تو ہر جانب سے عالم میں بشارت کی تھی دھوم پڑھتے تھے اشعار ہاتف تہنیت کے جھوم جھوم
اور تھے یوں نغمہ سرا سب نکتہ سنجان علوم کہ مٹے جاتے ہیں اب سارے نحوست کے رقوم
ہاں رہیں ہشیار ظاہر حق ہوا چاہتا ہے اب
ہے یہ قطعاً صدر باطل شق ہوا چاہتا ہے اب

آمد رسول کے موقع پر پیش آنے والے عجائب ولادت کا بڑے بڑے شعراء نے ذکر کیا مگر شیخ الاسلام نے استعارات اور تشبیہات کے روپ میں جس طرح اس کی منظر کشی کی ہے اس انوکھے انداز کا ایک جلوہ ملاحظہ فرمائیے!

تھے جہاں بت خانے بت واں سب نگوں سر ہو گئے الٹے اورنگ جہاں باناں خود سر ہو گئے
سبزے لہرانے لگے دن قحط کے سر ہو گئے قلعہ ہائے دولت واقبال سب سر ہو گئے
کِشت عالم سبز ہے باد بہاری آتی ہے

صاحب انا فتحنا کی سواری آتی ہے

زیارت روضۂ مطہرہ کے موقع پر مدینہ منورہ سے جوانوار و برکات ، فیوض وعنایات حاصل ہوتے ہیں اس کونہایت خوبصورت انداز میں حضرت انور نے نظم فرمایااوراس حقیقت کوبھی واضح فرمایا کہ مدینہ منورہ دین کا ملجاوایمان کا ماواہےاور بصارت کوہم رنگ بصیرت بنا کر دیکھنے والوں کی کیفیت کوبھی حسین پیرایہ میں ظاہر کیا:

دیکھاسب کچھ بہ یقیں جس نے مدینہ دیکھا
دین کا ملجا اور ایمان کا ماوا دیکھا

ذکر رسول کی بلندیاں،ثناخوانی کی رفعتیں،زبان قال وحال سے دعوت دے رہی ہے کہ عظمت رسالت کودلوں میں بسایا جائے ،بڑے والہانہ انداز میں شیخ الاسلام فرماتے ہیں:

انبیاء ملک وجن میں ہے ذکر نبوی
ہرطرف آپ کےاوصاف کا چرچا دیکھا

درج ذیل اشعار میں تلمیحات کے روپ اور استعارات کی زبان میں ادب کے گوہر پارے ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں:

ہر طرف قدرت خالق کا جہاں میں ہے ظہور
جسے دیکھا اُسے محتاج خدا کا دیکھا
ایک حالت پہ کوئی چیز یہاں رہتی نہیں
سینکڑوں رنگ زمانہ کو بدلتا دیکھا
عمر کی طرح نہیں لوٹ کے پانی آتا
سرِ پل جا کے یہی تم نے تماشا دیکھا
انورا بخل کے انجام کو دیکھا تم نے
ابر آتا ہے نہیں پانی برستا دیکھا

وصال یار کی آرزو ہی کافی نہیں بلکہ سچی طلب اور پکی جستجو اس نعمت لازوال سے مالا مال کراتی ہے،قرب یار سے ہمکنار ہونے کے بعد محبِّ جاں نثار کی حالت زار کا کیا عالم ہوتا ہے ملاحظہ فرمایئے!

وصلِ یار کی کس کو آرزو نہیں آتی
ہیں طلب میں ہم لیکن جستجو نہیں آتی

جنگ جو ہے بُرّاں ہے دستِ یار میں شمشیر
پر یہ عیب ہے چل کر تا گلو نہیں آتی
غیریت کا پردہ ہے پھر گلے ملیں کیوں کر
تیغ بھی تو قاتل کی تاگلو نہیں آتی
رنگ تیرا ہی ظاہر گلشن جہاں میں ہے
کونسا ہے گل جس میں تیری بو نہیں آتی
خوش بیانیاں ساری غائبانہ آتی ہیں
ایک بات بھی لب تک روبرو نہیں آتی
یوں تو ہے زباں انورؔ بات ہی کے کہنے کو
پر زبان پر دل کی گفتگو نہیں آتی

نعت گوئی کی جھلکیاں:

حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمۃ نے اپنے اشعار میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان نورانیت کے ساتھ اس کائنات میں جلوہ گری کا تذکرہ کیا اور ایک ایک وصف کا باہمی ربط ومناسبت کتنا دل نشیں اور معنی آفریں ہیں۔ خلقت نور پاک کا بیاں نور اقدس سے کائنات کی ابتداء کا ذکر اور آپ پر پیغمبروں کی آمد کے سلسلہ کے ختم ہونے کا تذکرہ ملاحظہ فرمائیں:

پس وہ نورِ پاکِ رب العالمیں پیدا ہوئے ‌ ‌ ‌ مبدأ کونین وختم المرسلیں پیدا ہوئے
جانِ عالم قبلۂ اہل یقیں پیدا ہوئے ‌ ‌ ‌ شکر ایزد رحمۃ للعالمیں پیدا ہوئے

دھوم تھی عالم میں خورشید کرم طالع ہوا
ہاں! کریں تعظیم اب، نورِ قِدم طالع ہوا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد پاک کی خوشی منانے پر کیا کیا انعام واکرام سے نوازا جاتا ہے اس پر دلیل دیتے ہوئے حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمہ یوں نغمہ سرا ہیں:

بولہب جس کے ہے ذم میں سورۂ تبت یدا ‌ ‌ ‌ مژدۂ میلاد حضرت جب ثویبہ سے سنا
ہو کے شاداں انت حرۃ اذھبی اس کو کہا ‌ ‌ ‌ ساتھ اس کہنے کہ اس کا ہاتھ بھی کچھ ہل گیا
عین آتش میں ہے جاری آب اس کے ہاتھ سے ‌ ‌ ‌ جس کے پینے سے ہے تسکیں پیاس کے صدمات سے

یہ اثر اللہ اکبر مجلس میلاد کا کفر ودوزخ میں ہو جس کی آبیاری برملا
پھر جو ایماں بھی ہو ساتھ اس جشن کے سوچو ذرا مبغضوں کی طرح کیا محروم وہ رہ جائے گا
یہ نہیں ممکن کہ رنج وشادمانی ایک ہوں
یہ تو ایسا ہے کہ جیسے آگ پانی ایک ہوں

شیر خوارگی کے زمانے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عدل وانصاف کا جو عملی درس دیا ہے اس کو اشعار کے قالب میں کس شان سے پیش کیا ہے ملاحظہ فرمائیں:

پھر حلیمہ وہ کہ جن کا خانداں تک سعد تھا آئیں خدمت میں تو دیکھا ان کو شدنی مسکرا
داہنی جانب کا ان کے دودھ نوش جاں کیا جانب چپ ان کے بچے کے لئے رکھے بچا
طفل بھی گر تھے تو دانش تھی طفیل اُن کی رسا
عدل واحسان وکرم تھے جلوہ گر صبح ومسا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر جمیل کی برکتوں کا اظہار اپنے اشعار میں اس طرح فرمایا:

ذکرِ نام پاک سے نار جہنم سرد ہو اور سمی حضرت کا دوزخ میں نہ جائے مومنو
بوالبشر نے کی وصیت وقت آخر شیث کو کہ قرین ذکر حق ذکر محمد کی جیو
وحشتِ آدم گئی نام شہ لولاک سے
مردے زندہ ہوگئے تاثیر نام پاک سے

درود پاک کی فضیلت اور اس کے پڑھنے والوں پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل ہونے والی رحمتوں اور برکتوں سے متعلق احادیث شریفہ کے خلاصہ کو اشعار کے ذریعہ اس طرح بیان فرمایا:

کیا فضیلت ہے پڑھے یکبار گر کوئی درود بھیجتا ہے اس پہ ستر رحمتیں ربّ ودود
اور ملائک کے درود اس پر کریں پیہم ورود ہو مدام اس کی ترقی مدارج زود زود
دیکھ لے گا قبل موت اپنا وہ جنت میں مقام
اور ہم رتبہ شہیدوں کا رہے بااحترام

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کی شان وعظمت اور اختیار وتصرف کو قرآن مجید وحدیث نبوی سے اقتباس کرتے ہوے دل نشیں پیرائے میں بیان فرمایا:

دست کی توصیف میں ہیہات قاصر ہے زباں کیونکہ دست عقل خود پہنچا نہیں اب تک وہاں
کل خزانوں کی انہیں ہاتھوں میں ہیں سب کنجیاں اور انہیں ہاتھوں سے ہوگی فتح ابواب جناں
ہو تصرف کیوں نہ پھر اس ہاتھ کا اکو ان میں
جسکو خالق نے ید اللہ کہدیا قرآن میں

شیخ الاسلام کی عربی شاعری:

حضرت شیخ الاسلام کے کلام میں عربی کے مستقل قصائد کا تو پتہ نہ چل سکا لیکن فارسی کلام میں عربی کے اشعار بھی ضرور ملتے ہیں جس سے اس حقیقت کا اظہار ہوتا ہے کہ حضرت شیخ الاسلام نے عربی میں بھی اپنے قلبی جذبات واحساسات کا اظہار فرمایا ہے، چنانچہ بطورِ نمونہ حسب ذیل اشعار ملاحظہ فرمایئے! جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہجر وفراق یار میں عاشق زار کی آنکھیں اشک بار ہیں، دل بے قرار ہے، وصل کا انتظار ہے، دیدار کا اشتیاق ہے۔

قد طال عهدی منک مدیدا فالعین تبکی والقلب یهوی
انت قریب منی ولکن بالقرب ماذا یفعل اعمی
مولی لنا آخذ بالنواص کل مطیعوه طوعا وکرها

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه سیدنا محمد وعلی آله وصحبه اجمعین والحمد للّٰہ رب العالمین.

استاد سلاطین دکن کے درخشاں پہلو

حافظ محمد سمیع الدین طاہر
متعلم عالم سندی

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اس نے اپنے انعام یافتگان بندوں کو چار حصوں میں تقسیم فرمایا ہے (۱) پہلا حصہ انبیاء کرام علیہم اجمعین کا (۲) دوسرا حصہ صدیقین (صحابہ کرام اجمین) کا (۳) حصہ شہداء کا (۴) صالحین کا۔ جو اللہ کے دوست ہیں اور اللہ رب العزت کے رفیق ہیں۔

ان تمام مراحل کو اللہ پاک نے جو ترتیب دی ہے محض اپنے بندوں تک اپنا پیغام پہنچانے کے لئے تا کہ کسی زمانہ میں میرے بندے گمراہی کے راستہ کو اختیار نہ کریں، جب نبی محمد الرسول اللہ ﷺ کو مبعوث کیا گیا تو اللہ پاک نے اعلان کیا کہ اب کوئی نبی یا رسول تشریف لانے والے نہیں ہیں، اس لئے اللہ پاک نے اپنے محبوب نبی ﷺ کی امت بابرکت میں ایسے عظیم ہستیوں کو پیدا فرمایا اور ان کے مقام و مرتبہ کو بھی بتلا دیا جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے۔

اللہ تبارک وتعالی کے اولیاء میں حضرت شیخ الاسلام والمسلمین شہزادہ فاروق اعظم عارف باللہ نور نگاہ امداد اللہ استاذ اعلی حضرت، غفران مکان، ومحدث دکن شاہ ابوالبرکات تاجدار اہلسنت محمد انوار اللہ فاروقی انورؔ چشتی قادری کا بھی شمار ہوتا ہے آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار حضرت قاضی شجاع الدین فاروقیؒ سے حاصل کی، آپ نے بچپن میں ہی کم عمر میں حفظ قرآن مکمل فرمایا، پھر اس کے بعد بڑے بڑے اساتذہ کرام کے سامنے زانوے ادب طے فرمایا یہاں تک کہ مکہ مکرمہ کے اساتذہ سے بھی علم حاصل فرمایا اور آپ نے تفسیر، حدیث، فقہ، ادب، تاریخ، تصوف کے علاوہ دیگر علوم میں بھی آپ نے مہارت حاصل کی۔ سفر حج کے مبارک ومسعود موقع پر استاذ کبیر شیخ طریقت حضرت العلام شیخ العرب والعجم حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ سے بیعت لی اور آپ کو اسی وقت خلافت سے بھی نوازا گیا آپ نے ۱۲۸۲ھ میں مشہور عالم دین محتسب بنولہ حاجی امیر الدین صاحب کا صاحب زادی جن کا نام نامی اسم گرامی انوربی صاحبہ ہے ان سے نکاح فرمایا ۱۳۰۴ھ میں آپ کی اہلیہ محترمہ نے اس دار فانی سے داعی اجل کو لبیک کہا انا اللہ وانا الیہ راجعون آپ کی اولاد میں دو لڑکے اور تین لڑکیاں تھیں، معزز قارئین محترم بہت بڑے غور وفکر کی بات ہے (جس سے عشق رسول ﷺ کا اندازہ ہوتا ہے) جس طرح اللہ پاک نے نبی محتشم ﷺ کے فرزندان کو شعور میں آنے سے پہلے ہی اس دنیا سے اٹھالیا بس اسی طرح شہزادہ فاروق اعظم حضرت انوار اللہؒ کے ان دونوں فرزندوں کو بھی اس دار فانی سے اٹھالیا۔ بڑے فرزند ارجمند محمد عبدالجلیل کا صرف تین سال کی عمر میں انتقال ہوا، دوسرے فرزند ارجمند عبدالقدوس دس سال کی عمر میں مدینہ منورہ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ جس طرح اللہ کے پیارے حبیب حضرت محمد مصطفی ﷺ اپنی زندگی میں اپنے رب کعبہ کو راضی کرنے کے لئے جو اعمال اختیار کیا کرتے تھے اسی طرح حضرت بانی جامعہ نظامیہ علیہ الرحمہ نے آپ کے نقش قدم پر چلنے کی حتی الامکان کو

شش کی اور دن میں صرف دو وقت کا کھانہ تناول فرماتے بتایا جاتا ہے کہ کھانا بھی صرف اتنا کھاتے کہ اسلاف نے جو کہا کہ کھانا زندہ رہنے کے لئے کھانا ہے۔لباس بالکل ہی سیدھا سادا زیب تن فرماتے ،مگر جب نماز کے لئے اللہ پاک کے حضور میں حاضری کا وقت آتا تو اس وقت صاف وشفاف لباس کا اہتمام کیا کرتے اور اپنے سر پر سنت رسول کے مطابق عمامہ باندھا کرتے، تہجد، اشراق، چاشت، اوابین، بلا ناغہ ادا فرماتے ،صلوٰۃ التسبیح اور دیگر نوافل کی کثرت تو کیا کرتے تھے مگر راتوں میں اپنے معبود برحق کو راضی کرنے کے لئے قیام رکوع وسجود میں ساری رات کو ختم کر دیتے ،تاریخ بھی اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ آپ نے کبھی کسی کو حقیر نظر سے بھی نہیں دیکھا، بلکہ آپ کے اوصاف میں یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ آپ بیماروں کی عیادت کے لئے ان کے ہاں تشریف لے جاتے اور تقریباً جنازوں میں شرکت فرماتے ،یتیموں، بیواؤں اور مسکینوں کی مدد فرماتے یہ ہی وجہ ہے کہ جو آج بھی آپ کو ایک سچے عاشق رسول کے نام سے جو یاد کیا جاتا ہے۔آپ کی حیات مبارکہ کا جائزہ تو نہیں لیا جا سکتا مگر چیدہ چیدہ طریقہ سے کچھ لکھنے کی جرأت کی جا سکتی ہے ۱۲۹۲ھ میں آپ نے بحکم نبی محتشم ﷺ حیدرآباد (ریاست تلنگانہ) کی اس سرزمین پر جامعہ نظامیہ کو قائم فرمایا اور آخری سانس تک حضرت ممدوح نے اس ادارہ کے لئے ہمہ تن مصروف رہے،معزز قارئین محترم اس بات کو بھی ذہن نشین کرلیں کہ جب اللہ والے کسی کام کو کرنے کا قصد کرتے ہیں یا پھر کوئی ادارہ یا اصلاحی تنظیم کو قائم کرتے ہیں تو وہ بعد کی فکر نہیں کرتے بلکہ صرف اور صرف توکل کی بنیاد پر عمل پیرا ہو جاتے ہیں اسی طرح حضرت ممدوح نے بھی جامعہ نظامیہ کے قیام کا حکم نبی کون ومکاں ﷺ کی جانب سے ہوا تو آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں کیسے ادارہ قائم کروں کیونکہ میرے پاس مال وزر نہیں ہے بلکہ کہا یارسول اللہ ﷺ جس وقت میں نے اپنے وطن اصلی کو چھوڑا اسی وقت یہ نیت کرلیا تھا کہ زندہ رہوں تو دربار گوہر بار میں اور مروں تو نبی کے ہی قدموں میں اب میں واپس کیسے جاؤں تو بتایا جاتا ہے کہ اے انوار اللہ تم ایک ہی نہیں بلکہ ھندوستان جا کر لاکھوں کو ہمارے پاس روانہ کرو اسی لئے تمہیں دکن کی جانب بھیجا جا رہا ہے تو بس بانی جامعہ نے فرمایا یارسول اللہ ﷺ حکم کی تعمیل تو کرلونگا مگر آپ کے دیار سے دور ہو رہا ہوں مجھے اس بات کا غم ہے معزز قارئین محترم نبی محتشم ﷺ نے اپنی نبوت والی زبان سے ارشاد فرمایا کہ اے انوار اللہ تم مدینہ سے دور ہو رہے ہو مگر مدینہ والا تم سے دور نہیں ہے۔جب چاہے جیسے چاہے جس وقت چاہے تم مدینہ والے کو یاد کرو اور دیدار کرلو۔بانی جامعہ نظامیہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے صرف ایک ادارہ جامعہ نظامیہ نہیں بلکہ سینکڑوں کی تعداد میں کئی مختلف ادارے قائم فرمائے جس میں سرفہرست جامعہ نظامیہ ہے،مجلس اشاعۃ العلوم کے بانی ومبانی بھی آپ ہیں،۴۰۰ سالہ تاریخی مکہ مسجد میں جو مدرسہ شاھی حفاظ ہے اس کو بھی آپ نے قائم فرمایا ہے،اجمیر شریف کی سرزمین پر جو دارالعلوم معینیہ کے نام ہے اس کے بانی ومبانی بھی آپ ہیں، دائرۃ المعارف العثمانیہ کے بانی بھی آپ ہیں، کتب خانہ آصفیہ جو آج سنٹرل لائبریری کے نام سے جانا جاتا ہے اس کے بانی بھی آپ ہیں غرض کہ آپ نے مختلف شعبوں میں مختلف ادارے قائم فرمائے لیکن کسی ادارے میں یا پھر کوئی شعبہ میں اپنے افراد خاندان کو نہ رکھا اور نہ ہی کوئی ادارہ یا محکومہ اپنے خاندان کے سپرد کیا بلکہ سب کے سب ملت اسلامیہ

کے حق میں چھوڑ دیا اور الحمدللہ سارے کے سارے کام کر رہے ہیں کوئی عوام الناس کے تعاون سے چل رہے ہیں تو کوئی حکومتی سطح پر کام کر رہے ہیں تو کوئی خانقاہوں کے تحت کارکردہیں بس اسی طرح وہ آپ کے قائم کردہ ادارے ہمہ تن مصروف ہیں دین اسلام کی ترویج واشاعت کے لئے ہمیں چاہیے کہ ان معتبر اداروں سے استفادہ حاصل کریں اور اپنی اس فنا ہونے والی زندگی اور اخروی زندگی کو کامیاب بنانے کی کوشش کریں۔انشاءاللہ تادم قیامت قائم ودائم رہینگے جہاں سے بتوسط حضرت انواراللہ فاروقی نبی محتشم ﷺ کا فیض خاص ہم پر جاری وساری رہیگا،جس کی وجہ سے آج ہم اپنی زندگیوں میں برپا ہونے والے فتنوں کا خاتمہ کر رہے ہیں۔اور حضرت ممدوح کے پاس بڑے ہی شان وشوکت کے ساتھ آنے والے مہمانوں کی تعظیم کی جاتی ،اور رمضان المبارک کے مبارک ومسعود موقعہ پر سحر وافطار میں آپ اپنے چاہنے والوں کے علاوہ کئی مسافرین،غرباء ومساکین کو دسترخوان پر طلب فرماتے بتایا جاتا ہے کہ تقریباً ۴۰۰ افراد ہوتے جن کا خرچ آپ اپنے جیب خاص سے فرمایا کرتے تھے۔تاریخ کے حوالے سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپ امور مذھبی کے صدالصدور کے عہدہ جلیلہ پر بھی فائز رہے، بتایا جاتا ہے کہ کسی نے آپ سے سوال کیا کہ حضرت قبلہ وکالت کا جو پیشہ ہے بغیر جھوٹ کے کوئی مسئلہ حل نہیں ہوسکتا تو پھر عالم باعمل ،صوفی باصفا قوم کے رہنما ور ہبر ہوکر اس کرسی کو آپ نے قبول کیا تو ہمیں یہ بتلائیے کہ آپ کیسے فیصلہ کرینگے جہاں جھوٹ وغیرہ کا استعمال ہو؟؟؟ اللہ اکبر حضرت قبلہ نے بڑی سنجیدگی کے ساتھ کس طرح عاشقانہ جواب عنایت فرماتے ہیں کہ جب میں فریقین کی باتوں کو سن لیتا ہوں یعنی دونوں وکلا کی بات سننے کے بعد فیصلہ لکھنے سے پہلے نبی محتشم ﷺ کی جانب متوجہ ہوجاتا ہوں اور عرض کرتا ہوں یارسول اللہ ﷺ اور اس غلام کو اس منصب پر فائز کیا گیا ہے یارسول اللہ ﷺ یہ جان بھی آپ کی یہ قلم بھی آپ کا ہے آپ جو حکم فرمائنگے وہ فیصلہ اٹل ہوگا۔آخیر میں آپ کی وہ کرامت یعنی حب نبوی کا نتیجہ پیش خدمت ہے کہ نماز کے لئے جو جبہ مبارک آپ پہنا کرتے تھے وہ جبہ جامعہ نظامیہ کے مایا ناز سپوت حضرت ابوالوفا الافغانی جنکو علمی دنیا میں ثانی امام ابوحنیفہ کہا جاتا ہے آپ کے پاس وہ جبہ رکھا ہوا تھا جب جامعہ نظامیہ میں مکمل طور پر عصری تقاضوں کے اعتبار سے کتب خانہ تیار ہوا ۱۹۹۷ء میں ۱۲۵ سالہ جشن تاسیس کے موقعہ پر وہ حضرت قبلہ کا جبہ ثانی امام ابوحنیفہ کے حجرے سے نکالا گیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ صندوق کو دیمک لگ گئی تھی جو ساری چیزوں کو بوسیدہ کردی مگر قدرت کا منشاء یہ ہوا کہ حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ کے اس جبہ مبارک کا کوئی حصہ بوسیدہ بھی نہیں ہوا یہ نبی پاک ﷺ سے عشق کی محبت کہ آپ کا جبہ بھی خراب نہیں ہوا جو آج بھی مادر علمی جامعہ نظامیہ کے اس عظیم کتب خانہ کی زینت بنا ہوا ہے۔دنیا کے کونے کونے سے شائقین اس جبہ کی زیارت کے لئے آیا کرتے ہیں۔اور اپنے تاثرات میں فقط یہ ہی تحریر کرتے ہیں کہ یہ تو حب نبوی کا نتیجہ ہے کہ ۱۰۰ سال بعد بھی اسی طرح اپنی آب وتاب کے ساتھ سلامت ہے۔

اسی لئے مادر علمی کے ایک فرزند مولانا حافظ نوید افروز نوید صدر بزم طلبہ قدیم ومحبان جامعہ نظامیہ جدہ (حال مقیم جدہ) بے ساختہ کہتے ہیں۔

بانی جامعہ تیرا فیض وکرم تیرا ممنون ہے سارا عرب وعجم

درود وسلام اور اس کی شرعی حیثیت

مولوی محمد حسین قریشی نظامی
متعلم عالم دوم، جامعہ نظامیہ

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جہاں پر شرف وفضیلت عطا فرمائی اور نبی پاک علیہ الصلاۃ والسلام کو ایسے خصائص وامتیازات سے نوازا جو بے مثل و بے مثال ہیں۔ انہیں خصائص وامتیازات میں سے ایک خصوصیت وامتیاز یہ بھی کہ آپ ﷺ پر درود وسلام کا نذرانہ پیش کیا جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسالم بھیجنا کوئی بدعت ونئی بات نہیں ہے، شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ نے اپنی کتاب انوار احمدی میں فرمایا کہ حق تعالیٰ نے پہلے ہی سے درود کا اہتمام فرمادیا اور ازل سے اس کا اہتمام ہو رہا ہے۔ دنیا میں اس کی تاکید وحکم کے متعلق شیخ الاسلام حضرت مولانا حافظ محمد انوار اللہ فاروقی رحمہ اللہ علیہ اپنی معرکتہ الاراء تصنیف ''انوار احمدی'' میں لکھتے ہیں کہ فتوحات ربانیہ شرح اذکار نوویہ میں شیخ محمد بن علی نے حافظ ابوذر ہرویؒ کا قول نقل کیا ہے کہ درود شریف کا حکم ۲ھ میں نازل ہوا۔ (انوار احمدی)

بعض علمائے کرام فرماتے ہیں کہ سابق جلیل القدر انبیاء علیہم السلام کو قرب الٰہی کے لئے بھی تاجدار انبیاء ﷺ پر درود وسلام کثرت سے بھیجنے کا حکم ہوا تھا۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے'' انّ اللّٰہ و ملائکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین امنوا صلوا علیہ و سلموا تسلیما (سورہ احزاب۔ آیت ۵۶)۔ ترجمہ: یقیناً اللہ اور اس کے فرشتے اپنے محبوب پر درود پڑھتے رہتے ہیں۔ اے ایمان والوں تم بھی تاجدار انبیاء ﷺ پر درود وسلام بھیجتے رہا کرو۔

مفسرین کرام لکھتے ہیں اس آیت مبارکہ میں لفظ ''صلوٰۃ'' کا ذکر ہوا ہے۔ اور لفظ 'صلوۃ' جب اللہ تعالیٰ کے ساتھ مذکور ہوتو اس کے معنی رحمت کے ہوتے ہیں اور جب یہ لفظ ملائکہ کے ساتھ ہو تو وہاں دعاء مراد ہوتی ہے اور جب مومنین کے ساتھ ہو تو مدح وثناء مراد ہوتی ہے۔ (تفسیر احمدیہ مصنف ملا احمد جیون مترجم مفتی شرف الدین۔ ص۸۵۴)۔ اور اس آیت مبارکہ میں لفظ 'صلوۃ' اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور مؤمین تینوں کے ساتھ مذکور ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے محبوب ﷺ پر رحمت کاملہ نازل فرماتا ہے اور ملائکہ حضور ﷺ کیلئے مزید رحمت واعزاز کی دعائیں کرتے ہیں اور مومنین کو بھی حضور ﷺ پر خوب مدح وثناء اور درود وسلام پڑھنے کا حکم ہو رہا ہے۔ درود وسلام کی شرعی حیثیت کے متعلق فقہاء کرام نے تین صورتیں مقرر کی ہیں۔

(۱) فرض (۲) واجب (۳) مستحب۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری شرح بخاری میں لکھتے ہیں: علمائے جمہور رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے نزدیک ساری عمر میں کم از کم ایک مرتبہ نبی پاک ﷺ پر درود بھیجنا فرض عین ہے اور جمیع علمائے کرام نے اس فیصلہ پر اجماع نقل کیا ہے (فتح الباری شرح البخاری)۔ حضرت ملا احمد جیونؒ تفسیر احمدیہ میں امام مالک کا مذہب ذکر کیا ہے آپ کے پاس ایک مرتبہ صلوۃ وسلام بھیجنا فرض ہے۔ (تفسیر احمدیہ ص:۸۴۴)۔

شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی رحمۃ اللہ علیہ **القول البدیع فی الصلوۃ علی الحبیب الشفیع** میں چند فقہائے کرام کے اقوال نقل کئے ہیں: حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ کلمہ توحید کی طرح عمر میں ایک مرتبہ درودشریف پڑھنا واجب ہے خواہ حالت نماز میں ہو یا بیرون نماز میں۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز کی قعود اخیر میں تشہد اور سلام تحلیل کے درمیان درودشریف پڑھنا واجب ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ درودشریف نماز کا رکن ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس شخص کی نماز باطل ہوگی جسہ نے نماز کی تشہد اخیر میں درودشریف نہیں پڑھا عمداً ہو یا سہواً (روح البیان۔ ج:۱۱)۔ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زندگی بھر میں ایک مرتبہ درودشریف پڑھنے میں تو کسی کا اختلاف نہیں ہے یہ سنت موکدہ کی طرح نہایت ضروری ہے۔

افضل الصلوۃ علی سید السادات میں حضرت ام عطیہ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ پر درودشریف پڑھنا ہر حال میں سنت ہے جسے کسی میں ترک نہیں کیا جاسکتا۔ (افضل الصلوۃ علی سید السادات۔ ص:۳۳)۔ شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی رحمۃ اللہ علیہ "**القول البدیع فی الصلوۃ علی الحبیب الشفیع**" میں علامہ ابن جریر طبریؒ کا قول ذکر کیا کہ نبی کریم ﷺ پر درودشریف پڑھنا مستحب ہے۔ تبین الحقائق شرح کنز الدقائق میں امام سرخی رحمۃ اللہ علیہ کا قول مذکور ہے کہ "**والمختار انها مستحبة کلما ذکر النبی صلی اللہ علیه وسلم و علیه الفتوی**"۔

مختار اور پسندیدہ مذہب یہ ہے کہ جب بھی حضور ﷺ کا ذکر کیا جائے درودشریف پڑھنا مستحب ہے اور اسی پر فتوی ہے۔ (تبین الحقائق شرح کنز الدقائق۔ ج ۳۔ ص:۳۲)۔ شیخ اسماعیل حقیؒ روح البیان کی جلد ۱۱ میں "**ان اللہ و ملائکة**" الخ آیت کے تحت فرماتے ہیں ہر صبح وشام کو دس دس بار درودشریف پڑھنا چاہئے۔ نماز صبح اور مغرب کے بعد ایک ایک سو بار درود شریف پڑھا جائے تو اللہ تعالیٰ اس بندے کی سو(۱۰۰) حاجات پوری کرے گا جن میں سے تیس دنیا کی اور ستر آخرت کی ہوں گی۔ وعظ وتذکرہ کی ابتداء میں درودشریف پڑھے یعنی حمد وثناء کے بعد درودشریف ضروری ہے اور جوں ہی آقا علیہ السلام کا خیال دل میں آئے درودشریف پڑھیں۔ ہر حال میں درود وسلام کے لکھنے والے سننے والے اور پڑھنے والے سعادتمند اور رحمت الٰہی کے مستحق ہیں۔ (روح البیان۔ جلد:۱۱۔ ص:۲۰۰۔ مترجم مولانا فیض احمد اویسی)۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ ایک مرتبہ تشریف لائے آپ ﷺ کے چہرہ اقدس پر خوشی ظاہر ہورہی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ابھی ابھی جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور انہوں نے کہا آپ کا رب فرماتا ہے اے محمد! کیا آپ اس بات پر راضی نہیں کہ آپ کی امت میں سے جو شخص ایک مرتبہ آپ پر درود بھیجے میں اس پر دس رحمتیں بھیجوں اور آپ کی امت میں سے کوئی آپ پر ایک مرتبہ سلام بھیجے میں اس پر دس مرتبہ سلام بھیجوں۔ (**نسائی شریف . کتاب السهو . باب الفضل فی الصلوۃ علی النبی** ﷺ)۔

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی فضیلت جنگ خان بہادر علیہ الرحمہ انوار احمدی میں ایک حدیث شریف کو نقل کئے ہیں:

''عن عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ أن سول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ما منکم من احد یسلّم علیّ اذا مت الا جانی سلامہ مع جبرائیل علیہ السلام و یقول یا محمد ﷺ ھذا فلان بن فلان یقرأک السلام فأقول و علیہ السلام و حمۃ اللہ و برکاتہ'' (انوار احمدی ص:٧٠ بحوالہ قرطبی)۔حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے روایت ہے رسول ﷺ نے فرمایا: جو کوئی تم میں سے مجھ پر سلام عرض کرے گا میری ظاہری وفات کے بعد تو اس کا سلام حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ مجھ کو پہنچے گا وہ کہیں گے آقا آپ امتی فلاں بن فلاں آپ پر سلام عرض کرتا ہے میں کہوں گا اس پر بھی سلامتی ہو۔اللہ کی رحمت ہو اللہ کی برکت ہو۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال ان رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من احمد یسلم علیٰ الا رد اللّٰہ علیّ روحی حتی ارد علیہ السلام (رواہ ابوداود فی السنن کتاب المناسک۔باب زیارۃ القبور۔ج ٢۔واحمد بن حنبل ج ٢)۔حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت میں سے کوئی شخص ایسا نہیں جو مجھ پر سلام بھیجے گا مگر اللہ تعالی نے مجھ پر میری روح واپس لوٹا دی ہوئی ہے یہاں تک کہ ہر سلام کرنے والے کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود سلام بھیجنا قرآن واحادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔درود وسلام کے الفاظ سے بھی ظاہر ہے کہ درود وسلام سب عبادات سے افضل ترین عبادت ہے کیونکہ دیگر عبادتوں کی مقبولیت کا کوئی دعویٰ نہیں جبکہ درود و سلام کی مقبولیت کا دعویٰ ہے وہ اس طرح سے کہ ہم خالق کائنات سے عرض کرتے ہیں: (اللھم صلی علی محمد ... الخ)اے پروردگار تو ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج کیونکہ ہمارا بھیجا ہوا درود رد ہوسکتا ہے لیکن تیرے درود بھیجنے کے بعد کوئی رد نہیں۔اور شریعت کے مطابق ہمیں چاہئے کہ حضور نبی کریم ﷺ پر کثرت کے ساتھ درود وسلام پڑھتے رہا کریں۔

یہ حقیقت ہے کہ جب حضور ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تو آپ ﷺ کے لب مبارک پر اپنی امت کی یاد تھی اور آپ ﷺ ظاہری حیات میں بھی اپنی امت کی کامیابی کی فکر کرتے رہے اور ظاہری حیات کے بعد بھی جب آپ کی امت کے نامۂ اعمال آپ ﷺ کی بارگاہ میں پیش کئے جاتے ہیں تو اگر وہ اعمال اچھے ہیں تو آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں وہ اعمال برے ہیں تو ان کی مغفرت کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں اور کل میدان محشر میں بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے ''ربی ھب لی امتی ' ربی ھب لی امتی '' پروردگار میری امت مجھکو عطا فرما' میری امت مجھکو عطا فرما۔تو آپ ﷺ کے ہم پر اتنے احسانات ہیں لیکن ہم آپ ﷺ کے ان بے پناہ احسانات و بے نہایت رحمت وشفقت کا کوئی بدلہ چکا نہیں سکتے ۔اگر کچھ کرسکتے ہیں تو صرف یہی کہ عقیدت ومحبت اور فداکاری وجان نثاری کے گہرے جذبات کے ساتھ زندگی بھر حضور ﷺ کی بارگاہ بے کس پناہ میں درود وسلام کے تحفے پیش کرتے ہیں۔

مولوی محمد محی الدین ہاشم
متعلم عالم اول جامعہ نظامیہ

ڈاکٹر حمید اللہؒ، شخصیت اور کارنامے

عالم اسلام کے بلند پایہ عالم، محقق، مفسر، محدث، سیرت نگار، قانون داں، ماہر لغات و داعی اسلام ڈاکٹر محمد حمید اللہ علمی دنیا میں کسی تعارف کے محتاج نہیں، آپ ایک نابغہ روزگار ہستی اور جامعہ نظامیہ کے قابل فخر سپوتوں میں ایک تھے۔ آپؒ کی ولادت ۱۶/ محرم الحرام ۱۳۲۶ھ مطابق ۱۹/ فبروری ۱۹۰۸ء بروز چہارشنبہ بمقام کٹل منڈی حیدرآباد میں ہوئی۔
(مجلہ التنویر ۲۰۰۵ ڈاکٹر محمد حمید اللہ: ڈاکٹر حتشام الدین خرم، ص:۲۰)

آپ کے والد ماجد ابو محمد خلیل اللہؒ ایک بہت بڑے عالم اور بلند پایہ مصنف تھے آپ کا تعلق نوایط سے جن کے بارے میں مورخین کی متفقہ رائے ہے کہ وہ ایک معزز ترین ادب نواز اور علم پرور خاندان تھا چنانچہ پروفیسر یوسف کوکن بیان کرتے ہیں کہ: ''اہل نوایط میں کئی ایسے اہل علم پیدا ہوئے جنہوں نے بڑی ناموری حاصل کی اور جو اپنے حسب ونسب، عزوشرف، دینی و دنیوی وجاہت اور خصوصی رسم ورواج کے لحاظ سے جنوبی ہند میں ایک امتیازی حیثیت رکھتے ہیں۔
(یوسف کوکن: خانودہ قاضی بدرالدولہ، ص:۲۲)

اسی طرح عبدالجبار ملکاپوری اہل نابط کے مطابق لکھتے ہیں: '' ہندودکن میں اکثر بنونوایط بہادری بخت واقبال درجہ جاہ و جلال ومرتبہ عظمت وکمال پر پہنچے اور خلائق کی نظروں میں معزز وممتاز ہوئے۔
(عبدالجبار، ملکاپوری: تذکرہ سلاطین دکن حصہ اول۔ص:۶۸۵)

چنانچہ اسی خاندانی جاہ وجلال کا اثر تھا کہ آپ بچپن ہی سے ذہین وفطین اور علم کی طرف رغبت رکھنے والے تھے۔ چنانچہ آپ کی بسم اللہ خوانی کے وقت جب آپ کے والد گرامی نے سورہ اقراء کی چند آتیں پڑھانی شروع کی آپ نے وہ آیتیں جو کہ آپ کو یاد تھیں فرفر سب پڑھ ڈالیں اور انتظار نہ کیا کہ والد صاحب پڑھیں۔ آپ کی تعلیم کا آغاز رواج البلد کے مطابق گھر پر ہوا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ جب میں چھوٹا تھا میری والدہ ماجدہ (بی بی سلطانہ) جو بڑی پرہیزگار، متقی، صالحہ اور عابدہ خاتون تھیں آنحضرت ﷺ کی حیات مبارکہ کے قصے اور کہانیاں سنایا کرتی تھیں جو غیر شعوری طور پر دل نشین ہوتی گئیں۔ اسی وقت میں نے فیصلہ کرلیا کہ میں جب پڑھ کر فارغ ہوں گا اور اللہ نے صاحب قلم بنایا تو اسی کو اپنا موضوع بناؤں گا۔ اس موضوع پر میری والہانہ دلچسپی تمام تر ماں کی تعلیم وتربیت کا فیض ہے۔
(ڈاکٹر محمد خلیل اللہ چچا ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب مرحوم: ص:۱۱۲۔ مطبوعہ التنویر جامعہ عثمانیہ، ۲۰۰۵)

اسی طرح پھر جب آپ عمر کے چھٹویں سال میں داخل ہوئے تو آپ کو آپ کے بڑے بھائی مولوی حبیب اللہ کے ساتھ حیدرآباد کے مشہور اسکول دارالعلوم میں داخل کروایا گیا۔ اردو میڈیم (جماعت ششم) تک یہیں تعلیم حاصل کی پھر اعلیٰ دینی

تعلیم کے لئے ارض ہند کی شہرہ آفاق یونیورسٹی جامعہ نظامیہ حیدرآباد میں داخلہ لیا پھر یہاں سے مولوی کامل اعلی درجے سے کامیاب کئے اور دستار فضیلت سے نوازے گئے جس کا ریکارڈ دفتر تعلیم جامعہ نظامیہ کے یہاں موجود ہے۔

(مرقع انوار' مولانا فصیح الدین۔ص:۵۲۲)

دوران تعلیم جامعہ نظامیہ آپ کا رجحان عصری تعلیم کی طرف ہوا چنانچہ آپ نے کامل کی تکمیل تک میٹرک پاس کرلیا۔ پھر مزید تعلیم کے لئے جامعہ عثمانیہ میں داخلہ لیا پھر یہیں سے ۱۹۲۸ء میں اعزاز سے بی اے پر ھ۱۹۳۰ء میں بیک وقت فقہ سے ایم اے اور ایل ایل بی کا امتحان امتیازی درجہ سے کامیاب کیا۔ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کو ایم اے امتیازی درجہ سے کامیاب کرنے پر جامعہ عثمانیہ سے ۷۵ روپے ماہوار کا وظیفہ تحقیقات علمی منظور ہوا۔ پھر آپ نے ڈاکٹری کی ڈگری کے لئے'' اسلامی قانون بین المما لک'' پر کام کرنا شروع کیا۔ لیکن جب یہاں آپ کے علم کی تشنگی دور نہ ہوسکی تو حجاز' لبنان' شام' فلسطین' مصر اور ترکی وغیرہ کا رخ کیا اور وہاں کے کتب خانوں سے ایک سال تک فیض اٹھاتے رہے پھر نومبر ۱۹۳۲ء کو بون یونیورسٹی جرمنی پہنچے اور جامعہ عثمانیہ سے اپنا پی ایچ ڈی کا مقالہ یہاں پیش کرنے کی اجازت طلب کی۔ چنانچہ آپ کو جامعہ عثمانیہ سے اس کی اجازت مل گئی اور آپ نے اپنا تحقیقی مقالہ ۹ ماہ کی قلیل مدت میں تیار کر کے جرمنی زبان میں پیش کیا جس پر آپ کو جولائی ۱۹۳۳ میں ڈی۔فل کی ڈگری عطا کی گئی۔ (ڈاکٹر حمید اللہ/ڈاکٹر احتشام الدین خرم۔ص:۲۲)

بون یونیورسٹی میں عربی کے اعزازی ڈگری حاصل کرنے کے بعد آپ حیدرآباد واپس ہوئے اور جامعہ عثمانیہ میں عربی کے اعزازی ریڈر مقرر ہوئے۔ پھر جب یہاں اردو پڑھانا شروع ہوا تو اردو کے بھی اعزازی پروفیسر بنادیئے گئے تھے اسی دوران آپ نے ڈی۔فل کے بعد مزید تحقیق کا ارادہ لیئے انگلستان کا رخ کیا لیکن وہاں تین سال رکنے کے لئے کہا گیا اور جرمنی کی ڈگری بے سود سمجھی گئی تو پھر آپ نے وہاں سے فرانس کا رخ کیا اور مزید ایکٹ اور ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کرنے کے لئے وہاں کی مشہور سدیون یونیورسٹی پیرس میں داخلہ لیا اور ۱۹۳۴ء میں سال بھر کی تحقیق کے بعد اپنا مقالہ بعنوان:'' عہد نبوی اور خلافت راشدہ میں اسلامی سفارت کاری'' فرانسیسی زبان میں پیش کیا جس پر آپ کو ڈی۔لٹ کی ڈاکٹریٹ حاصل ہوئی' پھر آپ نے ایک اور ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کرنے کے لئے روس جانے کا ارادہ کیا لیکن وظیفہ تحقیقات علمی ختم اور بند ہوجانے سے آپ ایسا نہ کرسکے۔ چنانچہ آپ ڈی۔لٹ کی ڈگری کے ساتھ ۱۴/فبروری ۱۹۳۵ء کو حیدرآباد واپس ہوئے۔ ریلوے اسٹیشن پر آپ کے والد محترم مولوی خلیل اللہ نے آپ کا استقبال کیا اور آپ کو بڑی محبت سے گلے لگالیا۔

(ڈاکٹر احتشام الدین: ڈاکٹر حمید اللہ۔ص:۲۷)

۱۹۳۵ء میں ڈاکٹر حمید اللہ کا جامعہ عثمانیہ کے شعبہ دینیات میں تقرر ہوا پھر کلیہ قانون جامعہ نظامیہ میں قانون بین المما لک (انٹرنیشنل لاء) کی اضافی کلاس سونپی گئی پھر اس کے بعد آپ کو ترقی دیتے ہوئے ریڈر کا عہدہ تفویض کیا گیا۔

(ڈاکٹر محمد عبدالغفور رحمت آبادی' ڈاکٹر حمید اللہ حیدر آباد میں' ص:۱۴۶۔۱۴۷ مطبوعہ التنویر شعبہ عربی عثمانیہ یونیورسٹی (حمید اللہ نمبر) ۲۰۰۵)

۱۹۴۷ء میں جب ہندوستان کا بٹوارہ ہوا تو نظام حیدر آباد نے مخصوص حالات میں اپنی آزادی کا اعلان کر دیا۔ حیدر آباد کی آزادی کی حفاظت کے لئے جو کوششیں ہوئیں ان میں سب سے بڑا اقدام صیانتی کونسل میں حیدر آباد پر ہندوستانی جارحیت کے خلاف اپنا مقدمہ پیش کرنے ایک وفد معین نواز جنگ کی سربراہی میں بھیجا گیا جس میں ڈاکٹر حمید اللہ بھی شامل تھے۔ اسی دوران جب ستمبر ۱۹۴۸ میں ہندوستانی فوجیوں نے حیدر آباد پر قبضہ کر لیا تو نظام دکن میر عثمان علی خان نے اس وفد کو واپس بلا لیا وفد کے سارے ارکان تو واپس آ گئے لیکن ڈاکٹر حمید اللہ نے واپس آنے سے انکار کر دیا اور یہ استدلال پیش کیا کہ مجھے ایک مقتدر حکمراں نے اپنا نمائندہ مقرر کیا تھا لیکن اب مجھے سیاسی دباؤ کے تحت واپس طلب کیا گیا لہذا انہوں نے واپسی سے انکار کر دیا اور اپنی مرضی سے پیرس میں ایک بے وطن اور پناہ گزیں کی حیثیت سے سکون اختیار کر لی اور وہیں کے ہو کر رہ گئے۔

ڈاکٹر حمید اللہ بلاشبہ ایک عظیم محقق و مصنف تھے اور سرعت تحریر میں تو آپ کا کوئی جواب ہی نہیں تھا۔ آپ کے علمی و تحقیقی کام سلف صالحین کی یاد تازہ کر دیتے ہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر مظفر عالم اپنے مضمون ''مشہور محقق و عالم دین ڈاکٹر حمید اللہ'' میں لکھتے ہیں کہ: ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کی تصانیف مختلف اکابرین اسلام جیسے امیر البیان شکیب ارسلان' حافظ بیہقی احمد بن الحسین' علامہ جلال الدین سیوطی' حافظ ان الجوزی' حافظ عمر بن احمد بن شاہین' علامہ ابن تیمیہ' امام ابوالحسن' علی بن اسماعیل اسغری' علامہ طبری' وغیرہ کے بالمقابل بہت زیادہ ہیں۔ یوں تو ڈاکٹر حمید اللہ کے کئی ایک کارنامے ہیں لیکن ان میں چند کارنامے ایسے ہیں جو ان کے علاوہ کسی اور نے انجام نہیں دیئے۔ مثلاً قرآن مجید کا فرانسیسی زبان میں ترجمہ و تفسیر' حضور اکرم ﷺ کی سیرت پر فرانسیسی زبان میں ایک جامع کتاب' صحیفہ امام ابن منبہ کی تحقیق و بازیابی اور امام ابن اسحاق کی سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں تصنیف کی ہوئی پہلی کتاب تحقیق و تخریج وغیرہ شامل ہیں۔ (ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی بہترین تحریریں: از سید قاسم محمود)

سیرۃ النبی ﷺ (فرانسیسی زبان میں)' اسلام کا تعارف (انگریزی میں)' عہدی نبوی کے میدان جنگ (اردو میں)' محمد رسول اللہ ﷺ (انگریزی میں) عہدہ نبوی کا نظام تعلیم (اردو میں) جیسی شاہکار کتابیں شامل ہیں جن کا ترجمہ دنیا کی کئی زبانوں میں کیا گیا اور ان کے کئے ایڈیشنس شائع ہوئے ہیں۔ آپ کے خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ آپ دنیا کی اکثر بڑی زبانوں میں مہارت حاصل تھی جس کی تعداد ۱۹ بتائی جارہی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کے تصنیفات مختلف زبانوں پر محیط ہیں۔ آپ کی ان تصانیف کی وجہ سے کئی لوگ اسلام سے متاثر ہوئے اور اسلام قبول کئے۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ڈاکٹر حمید اللہؒ فقیہہ الاسلام حضرت ابوالوفاء محمود افغانیؒ کے قائم کردہ عالمی ادارہ مجلس احیاء المعارف النعمانیہ کے رکن رکین تھے اور دنیا بھر کے مختلف کتب خانوں میں موجود فقہ حنفی کے مصادر و مراجع کی حیثیت رکھنے والے مخطوطات کی نہ صرف نشاندہی کی بلکہ حضرت ابوالوفاء علیہ الرحمہ والرضوان کی نشاندہی پر ان کی تنقیح و تصحیح بھی

فرماتے اس طرح آپ فرانس میں رہتے ہوئے بھی اس علمی کام کو سرانجام دیئے اوراس سلسلہ میں دونوں حضرات کے درمیان خط وکتابت بھی ہوتی تھی۔اسی طرح آپ کی کئی اور مشاہیر عالم سے خط وکتابت جاری تھی جن میں ڈاکٹر ظفر اسحاق انصاری‘ ڈاکٹر محمود احمد غازی‘ ڈاکٹر خورشید رضوی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔(میگزین فکرونظر:مطبوعہ لاہور‘ پاکستان)۔

مستقل کتابوں اور کتابچوں کے علاوہ آپ نے کئی بے شمار تحقیقی مضامین اور مقالات لکھے جو مختلف رسالوں میں شائع ہو چکے ہیں۔آپ کے مضامین زیادہ تر معارف اعظم گڑھ‘ ماہ نامہ مکتبہ حیدرآباد‘ مجلّہ عثمانیہ‘ نظام گزٹ‘ ماہ نامہ الکشافہ‘ مجلّہ طیلسانین رہبردکن (روزنامہ)‘ مجلّہ نظامیہ حیدرآباد‘ ماہ نامہ روح ترقی‘ ماہ نامہ فاران کراچی وغیرہ میں شائع ہوئے۔

ڈاکٹر حمید اللہ اپنے مضمون ’’مدرسہ محمدی مدارس اوراس کا پس منظر‘‘ میں اپنے اولین مطبوعہ مضامین کا ذکر کیا ہے‘ جس سے مضامین کے عنوانات‘ رسالوں کے نام اور تاریخ انسانیت کا پتہ چلتا ہے۔وہ لکھتے ہیں ’’میرا اولین مضمون تھا ’مدراس کی سیر‘‘ جو لاہور کے ہفتہ وار اخبار ’’نونہال‘‘ (جلد ا۔۱۹۲۴۵ء ص ۷۔۸) میں شائع ہوا تھا۔پہلا انگریزی مضمون مدراس ہی کے انگریزی اخبار ’’ڈیلی ایکسپریس‘‘ فبروری ۱۹۳۹ میں نکلا تھا اور عنوان (His Most Exalted Highness) تھا جو حکمران حیدرآباد کے متعلق تھا۔عربی‘ فرانسیسی‘ جرمن اور ترکی وغیرہ میں میرا علمی کام یہاں بے محل ہے۔

ڈاکٹر حمید اللہؒ نے اپنی ساری زندگی یورپ‘ ایشیاء اور افریقہ میں اسلام کی نشرواشاعت میں صرف کردی لاکھوں لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔

۱۹۸۵ء میں حکومت پاکستان نے انہیں پاکستان کا سب سے اعلیٰ شہری اعزاز ’’ہلال پاکستان‘‘ عطا کیا اور دس لاکھ روپئے کا ہجرہ ایوارڈ پیش کیا جو انہوں نے اس وقت ادارہ تحقیقات اسلامی بین الاقوامی یونیورسٹی پاکستان کو بطور عطیہ دے دیا۔۱۹۹۴ میں شاہ فیصل عالمی ایوارڈ کے لئے آپ کا انتخاب کیا گیا لیکن آپ نے ایوارڈ لینے سے انکار کردیا۔

ڈاکٹر حمید اللہؒ نے کافی لمبی عمر پائی اور اپنی پوری زندگی اشاعت اسلام میں صرف کردی۔عمر کے آخری حصے میں بیماری کے وجہ سے اپنے بھائی کی پوتی سدیدہ عطاء اللہ کے اصرار پر امریکی ریاست فلوریڈا منتقل ہوئے اور وہیں ۱۷رڈسمبر ۲۰۰۲ء کو حالت نیند میں پرسکون انداز میں اس جہاں فانی سے جہان حقیقی کی طرف کوچ کر گئے۔وہیں چھپل چیپل ہل کے قبرستان کی ایک لحد آپ کی آخری آرمگاہ بنی۔(سدیدہ عطاء اللہ۔ڈاکٹر حمید اللہ کا وقت آخر۔)

آسمان تیری لحد پر شبنم افشانی کرے ۔ سبزہ نورستہ اس گھر کی نگرانی کرے

حضرت مولانا مفتی عظیم الدین صاحب قبلہ صدر مفتی جامعہ نظامیہ نے ڈاکٹر حمید اللہ کی تاریخ وفات قرآن مجید کی مشہور آیت سے اس طرح نکالی ہے:قال ارحم الرحمین الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم و لاھم یحزنون ‘‘

اس سے ۲۰۰۲ کے اعداد برآمد ہوتے ہیں۔ (ڈاکٹر حمید اللہ از ڈاکٹر احتشام الدین)

تعلیم کی اہمیت

مولوی محمد عتیق الرحمٰن
متعلم عالم اول جامعہ نظامیہ

عالم کی اہمیت کے تعلق سے اللہ تبارک ارشاد ہے:و قال تعالی هل یستوی الذین یعلمون و الذین لا یعلمون (پارہ۲۳ع ۱۵)۔ترجمہ:کیاعلم والے اور بے علم برابر ہو جائیں گے۔

اس مقالہ میں علم کی اہمیت وعظمت کو قرآن واحادیث کی روشنی میں بیان کیا گیا نیز علم کی ضرورت اس دور میں کس قدر ضروری ہے ۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ عقل وخرد کی آنکھ اس وقت تک نہیں دیکھ سکتی' جب تک علم کی روشنی نہ ہو' علم کی شمع گل ہو جائے تو انسانی سوچ کو اوہام وخرافات اپنی گرفت میں لے لیتے ہیں۔کسی بھی ملک وقوم کی ترقی وخوشحالی کا دارومدار تعلیم پر ہی ہوتا ہے' جس ملک وقوم میں تعلیم کی اہمیت دی جاتی ہے وہ ہمیشہ زندگی میں لوگوں پر اوران کے دلوں پر راج کیا کرتے ہیں۔

کوئی عرب کے ساتھ ہو یا عجم کے ساتھ کچھ بھی نہیں ہے تیغ نہ ہو جب قلم کے ساتھ

اردو میں تعلیم کا لفظ' دوخاص معنوں میں مستعمل ہے۔ایک اصطلاحی دوسرے غیر اصطلاحی' غیر اصطلاحی مفہوم میں تعلیم کا لفظ واحد اور جمع دونوں صورتوں میں استعمال ہوسکتا ہے اور آدرش' درس' حیات' ارشادات' ہدایات اور نصائح کے معنیٰ دیتا ہے۔جیسے آنحضرتﷺ کی تعلیم یا تعلیمات' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم یا تعلیمات اور دیگر پیغمبروں کے فقروں میں لیکن اصطلاحی معنی میں تعلیم یا ایجوکیشن سے وہ شعبہ مراد لیا جاتا ہے جس میں خاص عمر کے بچوں اور نوجوانوں کی ذہنی اور جسمانی نشوونما' تربیت وتہذیب' سماجی عوامل ومحرکات' نظم ونسق تدریس وغیرہ اس طرح کے دوسرے موضوعات زیر بحث آتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جورب العالمین ہے' عالم انسانیت کی رہنمائی کے لئے اپنے محبوب بندے اور برگزیدہ رسول رحمت للعالمین ﷺ بنا کر بھیجا' جوصحیفہ رشدہ وہدایت آپ پر نازل فرمایا اس کی جانچ بابرکت آیتیں جوسب سے پہلے نازل ہوئیں۔ان میں نہ عبادت الٰہی کا حکم دیا گیا نہ اخلاق حسنہ کو اپنانے کی تاکید کی گئی ہے اور نہ ان اصول وضوابط کا بیان ہے جن پر اسلامی معاشرہ کا قصر رفیع تعمیر کرنا اسلام کے اولین پاکیزہ مقاصد میں سے ہے بلکہ ''اقرار'' کا حکم دے کر علم وعرفان کے انمول خزانوں کے قفل کھولنے کی کنجی اس کے ہاتھ دے دی۔

نیز انسان پر اپنے ان گنت احسانات میں سے یہاں صرف دو احسانوں کے ذکر پر اکتفا فرمایا ہے ایک ہے انسان کی تخلیق' اور دوسرا اپنی تخلیق کے شاہکار انسان کو زیور علم سے آراستہ کرنے کا بیان' قلم جو علم کے فروغ کا موثر وسیلہ ہے اس کو بھی فراموش نہیں کیا گیا بلکہ اس کے اہمیت اور عظمت کو ظاہر کرنے کے لئے اس کا بھی ذکر دیا۔ارشاد

باری ہے(اقرا باسم ربک الذی الخ ..): آپ خود سوچئے کہ جس کتاب مقدس کا آغاز علم کی عظمت کے بیان سے کیا گیا ہو اس کتاب پر سچے دل سے ایمان لانے والوں کے دلوں میں حصول علم کا کتنا شوق ہوگا اور اس شوق کی تسکین کیلئے انہوں نے کتنی جانفشانی سے کام لیا ہوگا۔

ابتداء میں ذکر کردہ آیت کریمہ سے واضح ہوتا ہے کہ علم والے اور بغیر علم والے برابر نہیں ہوتے' اس سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ اللہ کے نزدیک علم والوں کا کیا مقام ہے' تعلیم کی اہمیت ہم کو اس سے واضح ہوتی ہے اور بہت سے آیات ربانی ہیں جیسا کہ " و قل رب زدنی علما" ترجمہ: اور تم عرض کرو کے اے میرے رب مجھے علم زیادہ دے۔ حضرت علامہ ابن حجر عسقلانیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ سے علم کی فضیلت واضح طور پر ثابت ہوتی ہے اس لئے کہ اللہ نے اپنے پیارے مصطفیٰ ﷺ کے علاوہ کسی دوسری چیز کی زیادتی کے طلب کرنے کا حکم نہیں فرمایا۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم : ان الملائکۃ تبسط اجنحتھا لطالب علم (کذا فی کنز العمال)

یعنی نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ طالب علم کے قدموں کے نیچے فرشتے پر بچھاتے ہیں اور ایک حدیث شریف میں ہے:۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ آفریں ہے طالب علم کو گھیرے ہوئے اتنے فرشتے اس کے سر پر ہوتے ہیں کہ آسمان تک پہنچ جاتے ہیں اس چیز کی محبت کے سبب سے ہے جس کو وہ طلب کرتا ہے یعنی یہ قدر اس کی علم کی وجہ سے ہوتی ہے۔

حضرت ابوامامہ باہلیؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے دو آدمیوں کا ذکر کیا گیا جن میں سے ایک عابد تھا اور دوسرا عالم' آپ ﷺ نے فرمایا: عابد پر عالم کی فضیلت اسی طرح ہے جس طرح میری فضیلت تم میں سے ایک ادنی (صحابی) پر ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ اس کے فرشتے (تمام) زمین آسمان والے یہاں تک کہ چیونٹی اپنے بل میں اور مچھلیاں (بھی) اس شخص کے لئے رحمت کی دعا مانگتے ہیں جو لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دیتا ہے۔ (ترمذی)

حضرت علامہ امام فخر الدین رازیؒ تحریر فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے قول انزل ... الخ یعنی خدائے عزوجل نے آسمان سے پانی اتارا نالے اپنے اپنے لائق بہہ نکلے تو پانی اور اس پر ابھرے ہوئے جھاگ اٹھالائی (پ۱۳ ع ۸) اس کے متعلق بعض مفسرین نے فرمایا کہ السیل سے مراد یہاں علم ہے۔ پانچ وجہ ہے کہ علم کو پانی سے تشبیہ دی۔

(۱) جیسے بارش آسمان سے اترتی ہے ایسے ہی علم بھی آسمان سے اترتا ہے۔

(۲) زمین کی درستگی بارش سے ہے تو مخلوق کی درستگی علم سے ہے۔

(۳) جیسے کھیتی اور ہریالی بغیر بارش کے نہیں ہوتی ایسے ہی اعمال واطاعات کا وجود بغیر علم کے نہیں ہوتا۔

(۴) جیسے کہ بارش گرج اور فرع ہے ایسے ہی علم ہے کہ وہ وعدہ اور وعید کی فرع ہے۔

(۵) جیسے کہ بارش نفع اور نقصان دونوں پہنچاتی ہے ایسے ہی علم نفع اور نقصان دونوں پہنچاتا ہے جو علم پر عمل کرے اس کے لئے وہ فائدہ مند ہے اور جو اس عمل نہ کریں اس کے نقصان دہ ہے۔(تفسیر کبیر۔ج ا ص ٢٧٦):

آج کے اس پر آشوب اور بد ترین دور میں تعلیم کی ضرورت بہت ہی اہمیت کی حامل ہے چاہئے زمانہ کتنا ہی ترقی کر لے حالانکہ آج کا دور کمپیوٹر کا دور ہے۔ایٹمی ترقی کا دور ہے' سائنس اور صنعتی ترقی کا دور ہے۔مگر اسکولوں میں بنیادی عصری تعلیم ٹیکنیکل تعلیم' انجنیئر نگ' وکالت' ڈاکٹری اور مختلف جدید علوم حاصل کرنا آج کے دور کا لازمی تقاضہ ہے۔جدید علوم تو ضروری ہیں ہی اس کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم کی بھی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے۔اس کے ساتھ ساتھ انسان کو انسانیت سے دوستی کے لئے اخلاق تعلیم بھی بے حد ضروری ہے۔اس تعلیم کی وجہ سے زندگی میں خداپرستی' عبادت' محبت' خلوص' ایثار' خلق' وفاداری اور ہمدری کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔اخلاقی تعلیم کی وجہ سے صالح اور ایک معاشرہ کی تشکیل ہوسکتی ہے۔یہ سب تعلیم ہم لوگوں کو اسلام کے دامن میں ملتی ہے۔

جامعہ نظامیہ کی ویب سائیٹ

علوم اسلامیہ کی عظیم درسگاہ جامعہ نظامیہ کی ویب سائیٹ کو جدید انداز میں اپ لوڈ کیا گیا ہے تاکہ بروقت اسمارٹ فون پر ویب سائیٹ ڈاون لوڈ ہو ہوسکے۔

Present website designed,
www.jamainizamia.org

OOO

فہرست مضامین مجلّہ انوار نظامیہ 1992 تا 2017ء

از: مولوی سید محبوب قادری، معلم اردو جامعہ نظامیہ

سالنامہ مجلّہ انوار نظامیہ جامعہ نظامیہ کا ترجمان ہے۔ جامعہ نظامیہ اور اس کے متعلق امور کی روداد کے علاوہ قابل طلبہ، ماہر اساتذہ، اجلہ شیوخ اور دیگر ماہرین و دانشوروں کی قیمتی تحریرات کا ایک بہترین مجموعہ ہے۔ جس کے مطالعہ سے قاری کی معلومات میں نہ صرف قیمتی اضافہ ہوگا بلکہ مذہبی، تعلیمی، حدیثی وتفسیری، تاریخی اور ادبی مضامین سے ذہن روشن ہوگا۔ اور وقت و حالات پر نظر رہے گی۔ عام قاری، طلبہ اور جامعہ کے اسکالرس کے وقت کو بچانے اور انہیں بہت آسان اور سہولت سے ان کے مطلوبہ مواد تک پہنچانے کے لئے راقم الحروف نے اس عظیم مجلّہ کے مضامین کی فہرست 1992ء تا 2017 ترتیب دی ہے۔

فہرست کچھ اس طرح ہے کہ 1992 تا 2017 مضامین کو عنوانات کے اعتبار سے تقسیم کیا گیا ہے۔ مثلاً فقہی مضامین اس میں 1992ء سے لیکر 2017 تک مضامین جو مجلّہ انوار نظامیہ میں شائع ہوئے ہیں''۔ ان کو بیان کیا جائیگا۔ اس طرح دیگر مضامین حدیثی وتفسیری، اخلاقی، تاریخی اور ادبی مضامین وغیرہ ہیں ان کی فہرست دی جائیگی۔ اس کے علاوہ ایک حصہ مجلّہ انوار نظامیہ کا جس میں علمی مذاکرات یعنی سمینار کے موضوعات کی بھی الگ الگ فہرست مقالہ نگار کے اسماء الف بائی اعتبار سے حروف ابجد کے اعتبار ترتیب دی گئی ہے۔ جس میں سمینار میں جتنے مقالات شامل تھے ان سب عنوانات کی فہرست دی گئی ہے۔ زیر نظر مضمون عام قاری کے علاوہ طلبہ اور اسکالرس کے لئے خضر راہ ثاب ہوگا جس سے طلبہ اور اسکالرس کو ان کا مطلوبہ مواد بھی مل جاتا ہے اور مجلّہ انوارنظامیہ کے جملہ مضامین جن پر ایک طاہرانہ نظر رہتی ہے۔

فقہی مضامین	مضمون نگار	سنہ	صفحہ
۱۔ فقہ کی ضرورت	شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ	۱۹۹۲	۷
۲۔ تسمیہ برذبیحہ	مولانا ابوالوفاء افغانی	۱۹۹۲	۶۵
۳۔ بینک انٹرسٹ	مولانا مفتی خلیل احمد	۱۹۹۲	
۴۔ فقہ حنفی احناف اور عمل بالحدیث	مولانا محمد قمر احمد اشرفی	۱۹۹۳	۲۸
۵۔ امام اعظم کبار علمائے محدثین کی نظر میں	مولانا احسان وارث حق	۱۹۹۳	۷۱
۶۔ علم فقہ اور فقہاء شریعت قرآن وحدیث کی روشنی میں	مولوی محمد نوشاد عالم اشرفی	۱۹۹۳	۹۷
۷۔ عورت کی نماز کا طریقہ	مولانا محمد خواجہ شریف	۱۹۹۵	۶۵
۸۔ اسلام کی تعزیری نظام	مولانا قاضی محمد عبدالشکور نظامی	۱۹۹۶	۶۲

۹۔ تفقہ فی الدین کیسے پیدا ہو	مولانا قاضی سید شاہ اعظم علی صوفی	۱۹۹۷	۲۳
۱۰۔ ائمہ اربع ہی اہل سنت و جماعت کیوں ہیں	مولانا محمد خواجہ شریف	۱۹۹۷	۹۵
۱۱۔ فقہاء احناف کی خدمات بہ یک نظر	مولانا قاضی سید شاہ اعظم علی صوفی	۱۹۹۷	۱۰۵
۱۲۔ ضرورت فقہ و وجوب تقلید ائمہ اربعہ	مولانا حافظ سید ضیاء الدین نقشبندی	۱۹۹۷	۱۱۲
۱۳۔ کیا اجتہاد کا دروازہ بند ہو چکا ہے	مولانا مفتی خلیل احمد	۱۹۹۷	۱۳۳
۱۴۔ نماز تراویح۔بیس رکعات	مولانا محمد خواجہ شریف	۱۹۹۸	۳۱
۱۵۔ مذاہب اربعہ کے اختلاف کا جواز اور تقلید ہی میں نجات۔	مولانا قاضی محمد عبدالشکور	۲۰۰۰	۵۲
۱۶۔ ضرورت فقہ اور فضیلت فقہاء	مولانا حافظ ایوب پاشاہ	۲۰۰۰	۵۴
۱۷۔ فقہ اسلامی اور فقہاء کرام قرآن وحدیث کے تناظر میں	مولانا مفتی خلیل احمد	۲۰۰۰	۱۲
۱۸۔ مسائل جدیدہ اور فقہ حنفی	مولانا محمد خواجہ شریف	۲۰۰۰	۳۰
۱۹۔ حصص (شیئرز) کا شرعی حکم اور اس پر زکوٰۃ	مولانا سید صادق محی الدین		۳۸
۲۰۔ اجتہاد و قیاس و اجماع قرآن وحدیث سے ہیں نیز تقلید شخصی کیا ہے	مولانا ڈاکٹر سید جہانگیر	۲۰۰۰	۴۸
۲۱۔ حالت نشہ میں طلاق اور اس کا شرعی حکم	مولانا حافظ سید ضیاء الدین نقشبندی	۲۰۰۰	۵۸
۲۲۔ نظائر اجتہاد صحابہ کرام و ائمہ مجتہدین	حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ	۲۰۰۱	۱۱
۲۳۔ ائمہ اربعہ اور تقلید شخصی	مولانا مفتی محمد عظیم الدین	۲۰۰۱	۲۶
۲۴۔ فقہ مطابق کتاب وسنت	مولانا ڈاکٹر قاضی محمد عبدالشکور	۲۰۰۱	۲۴
۲۵۔ ضرورت تقلید	مولانا ڈاکٹر سید بدیع الدین صابری	۲۰۰۱	۳۷
۲۶۔ وقف کے مسائل	مولانا ڈاکٹر محمد سیف اللہ	۲۰۰۱	۵۱
۲۷۔ علم فقہ ایک تعارف	مولوی حافظ محمد نذیر خان	۲۰۰۱	۱۳۰
۲۸۔ میقات واحرام اور اس کے متعلقہ مسائل	مولانا محمد خواجہ شریف	۲۰۰۲	۵۳
۲۹۔ عصر حاضر کے تناظر میں دوران حج درپیش مسائل کا حل	مولانا مفتی سید صادق محی الدین	۲۰۰۲	۵۷
۳۰۔ عصر حاضر کے تناظر میں حاجی کیلئے دم اور قربانی کے مسائل	مولانا سید ضیاء الدین نقشبندی	۲۰۰۲	۷۶

۳۱۔ نکاح اوراس کی ذمہ داریاں	مولوی حافظ محمد آصف	۲۰۰۲	۹۵
۳۲۔ تقلید کیوں ضروری ہے	مولوی حافظ میر محمد علی صدیقی قادری	۲۰۰۳	۹۲
۳۳۔ وقف کی اہمیت مسائل اوراحکام	مولوی حافظ سید فاروق محی الدین	۲۰۰۳	۱۱۴
۳۴۔ ہیں سرتاج المحدثین امام اعظمؒ	مولوی محمد معین الدین خان اشرفی	۲۰۰۳	۱۴۸
۳۵۔ تعداد ازواج رحمت یا زحمت	مولوی محمد عبدالسمیع اشرفی	۲۰۰۳	۱۵۷
۳۶۔ موقتی نکاح (کنٹراکٹ میریج) شرعی نقطہ نظر	مولوی محمد عبدالجلیل قادری	۲۰۰۴	۷۲
۳۷۔ کیا ائمہ اربع کی تقلید پر اجماع ہوا ہے	مولوی محمد شرف الدین	۲۰۰۴	۸۳
۳۸۔ ایک مجلس میں تین طلاق	مولوی سید واحد علی	۲۰۰۷	۸۴
۳۹۔ الکٹرانک نظام شرعی مفاسد	مولانا سید ضیاءالدین نقشبندی	۲۰۰۸	۳۹
۳۹۔ فقہ کے دلائل کا مختصر تعارف	مولوی محمد سید حسن	۲۰۰۸	۵۰
۴۰۔ شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ کا فقہی مقام	مولوی سید واحد علی	۲۰۰۸	۵۱
۴۱۔ احادیث شریفہ استنباط مسائل کا اہم ماخذ	مولوی حافظ محمد حسن ملا	۲۰۱۱	۳۸
۴۲۔ مذاہب اہل سنت والجماعت ہی حق پر	مولوی شیخ عبدالکریم	۲۰۱۱	۴۷
۴۳۔ تقلید اور حقیقۃ الفقہ کی روشنی میں	محترمہ سیدہ مسرور بی بی	۲۰۱۱	٦٦
۴۴۔ عورت کے طریقہ عبادت میں فرق	محترمہ ڈاکٹر سیدہ نفیس النساء	۲۰۱۳	۴۹
۴۵۔ علم النسخ اور امام ابوجعفر نحاس کی تصنیف	محترمہ سیدہ مشکورہ بی بی	۲۰۱۳	۵۳
۴٦۔ فتوی کی اہمیت دور حاضر کے تناظر میں	مولانا سید واحد علی	۲۰۱۴	٦۴
۴۷۔ اسلامک بینکنگ خصوصیت اہمیت اور افادیت	مولانا سید وجیہ اللہ حسینی	۲۰۱۵	۱۰۵
تفسیری وحدیثی مضامین	مضمون نگار	سنہ	صفحہ
۱۔ علم تفسیر قرآن کریم	مولوی سید ضیاالدین	۱۹۹۲	۵۴
۲۔ امام اعظم ابوحنیفہ بحثیت ایک عظیم محدث	مولوی محمد وقار	۱۹۹۴	۲۵
۳۔ تجوید کی اہمیت	مولانا محمد عبدالقوی	۱۹۹۳	۱۴
۴۔ سورہ الفاتحہ	مولانا محمد عبدالوحید	۱۹۹۳	۲۴
۵۔ علوم حدیث کی تدوین اورارتقاء	مولوی محمد عبدالحسیب قادری	۱۹۹۳	۸۱

۵/۱۔ ضرورت تقلید ائمہ مجتہدین	مولوی سید ضیاء الدین	۱۹۹۳	۸۵
۶۔ رواۃ حدیث کے بعض اسماء مشتبہ کی تحقیق	حکیم محمود صمدانی	۱۹۹۵	۳۶
۷۔علم تفسیر	مولانا شیخ محمد عبدالغفور	۱۹۹۶	۹۷
۸۔ قرآن کریم ایک معجزہ	مولوی سید وحید اللہ حسینی	۱۹۹۶	۱۰۱
۹۔ حدیث نبویؐ ضرورت وتدوین ایک مطالعہ	مولوی مرزا عارف بیگ	۲۰۰۰	۱۰۲
۱۰۔ تیسری صدی کے عظیم محدث اور فقیہ حضرت امام طحاویؒ	مولوی ساجد حسین	۲۰۰۰	۱۰۷
۱۱۔ قرآن شریف کو تجوید سے پڑھنا ضروری	مولوی حافظ محمد صابر پاشاہ	۲۰۰۱	۱۵۱
۱۲۔ حیات ابن فارس کے درخشاں پہلو	مولوی محمد خلیل الرحمٰن	۲۰۰۱	۱۵۵
۱۳۔ امام شافعیؒ عہد، عہد عصر افکار وخدمات	مولوی سعید بن عوض بن مخاشن	۲۰۰۱	۱۵۹
۱۴۔ قرآن اور سائنس	مولوی سید محمد علی بغدادی	۲۰۰۲	۱۰۳
۱۵۔ قرآن حکیم اور اس کے فضائل	مولوی محمد اسماعیل علی قادری	۲۰۰۲	۱۱۰
۱۶۔ جامعہ نظامیہ کی علم حدیث میں خدمات	مولوی امتیاز الرحمٰن قادری	۲۰۰۲	۱۴۶
۱۷۔ جامع ترمذی اور اس کے مصنف کا ایک مطالعہ	مولوی احسن بن محمد الحموی	۲۰۰۳	۱۵۳
۱۹۔ صحیفہ کوئی ہو مثل قرآن ہو نہیں سکتا	مولوی غلام محمد خان قادری	۲۰۰۳	۱۶۴
۲۰۔ قرآن کریم اور واقعہ نگاری	مولوی محمد عرفان محی الدین	۲۰۰۳	۱۶۸
۲۱۔ محدث اعظم رضی اللہ عنہ	مولانا شیخ محمد عبدالغفور	۲۰۰۴	۳۸
۲۲۔ زجاجۃ المصابیح کی فقہی خصوصیات	مولانا ڈاکٹر سید بدیع الدین صابری	۲۰۰۴	۴۷
۲۳۔ حضرت امام اعظمؒ کا تفقہ امام بخاریؒ بھی قدرداں	مولوی محمد نذیر احمد قادری	۲۰۰۵	۴۴
۲۴۔ قرآن مجید اور دیگر مذاہبی کتابوں کا تقابلی مطالعہ	مولانا محمد قاسم صدیقی تسخیر	۲۰۰۶	۵۳
۲۵۔ حنفی محدثین کی خدمات۔ایک مطالعہ	مولانا مرزا شفیع اللہ بیگ	۲۰۰۹	۶۱
۲۶۔ عمل بالحدیث اور روایات صحیحین	مولانا سید واحد علی	۲۰۱۰	۳۸
۲۷۔ جامعہ نظامیہ کی تفسیری خدمات	مولانا محمد فصیح الدین نظامی	۲۰۱۱	۲۹
۲۸۔ تحصیل علم میں علماء ومحدثین کی جانفشانیاں	مولوی محمد حامد	۲۰۱۲	۴۴
۲۹۔ فقیہ المحدثین امام طحاوی کی حیات اور شخصیت	مولوی محمد انوار اللہ تمیم	۲۰۱۲	۴۷

۳۰۔ قرآن کریم کے اعجاز اور ثقافت کے چند پہلو	مولوی محمد انوار اللہ تمیم	۲۰۱۳	۳۶
۳۱۔ حضرت محدث کی تفسیر میں خدمات	مولانا ڈاکٹر سید بدیع الدین صابری	۲۰۱۴	۴۸
۳۲۔ امام علم جدید یحی بن سعید القطات	مولوی سید جمیل الدین	۲۰۱۴	۱۰۵
۳۳۔ عہد صحابہ میں خدمت حدیث	مولوی سید مدثر حسینی	۲۰۱۴	۲۱۰
۳۴۔ ڈاکٹر حمید اللہ کی خدمات حدیث	مولانا محمد لطیف احمد	۲۰۱۵	۷۲
۳۵۔ حضرت شیخ الاسلامؒ کا شرح حدیث میں ایک انفرادی انداز	مولوی سید مصباح الدین عمیر	۲۰۱۵	۱۲۳
۳۶۔ تعارف کتب اصول حدیث	مولوی سید مدثر حسینی	۲۰۱۶	۸۴
۳۷۔ طلب حدیث میں محدثین کو پیش آنے والی مشقتیں	مولوی محمد صدام حسین	۲۰۱۶	۹۸
متصوفانہ مضامین	مضمون نگار	سنہ	صفحہ
۱۔ تصوف قرآن وحدیث کی روشنی میں	مولوی سید عبدالرشید	۱۹۹۴	۳۸
۲۔ بیعت وخلافت	ڈاکٹر سید حمید الدین شرفی	۱۹۹۲	۳۷
۳۔ تصوف اور تزکیہ نفس	ڈاکٹر سید حمید الدین شرفی	۱۹۹۶	۳۳
۴۔ اسلام کے روحانی پہلو	ڈاکٹر عقیل ہاشمی	۱۹۹۶	۷۷
۵۔ سلوک میں تعلیم وتربیت کی اہمیت	مولوی حافظ سید فاروق محی الدین	۱۹۹۸	۸۹
۶۔ اسلام میں خانقاہی نظام کی اہمیت وافادیت	مولانا سید عبدالرشید	۲۰۰۰	۷۴
۷۔ دعوت الی اللہ اور صوفیانہ طریقہ کار	مولانا جمیل احمد صدیقی	۲۰۰۰	۹۱
۸۔ معارف الٰہی کمال عبدیت	شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہؒ	۲۰۰۲	۱۱
۹۔ رموز واسرار	حضرت طاہر رضوی قادریؒ	۲۰۰۲	۱۷
۱۰۔ تصوف اور اصلاح باطن	مولانا ڈاکٹر سید بدیع الدین صابری	۲۰۰۲	۲۵
۱۱۔ دور حاضر میں خانقاہی تعلیمات کی اشد ضرورت	مولانا مفتی صادق محی الدین	۲۰۰۲	۳۴
۱۲۔ عارف اور درجات عرفان	شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہؒ	۲۰۰۴	۱۰
۱۳۔ ولایت کا مرتبہ	مولوی حافظ محمد خلیل الرحمٰن نوری	۲۰۰۴	۱۱۱
۱۴۔ بیعت اسلامی آداب واحکام	شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہؒ	۲۰۰۶	۱۲

۱۵۔ ہندوستان میں تبلیغ دین اور صوفیاء کرام	مولانا ڈاکٹر سید بدیع الدین صابری	۲۰۰۶	۳۳
۱۶۔ حقیقت بیعت وخلافت وشرائط سجادگی	مولوی سید وسیم انعامدار اشرفی	۲۰۰۶	۸۵
۱۷۔ عرفان اولیاء کرام ومقام ولایت	مولوی حافظ محمد عبدالجلیل قادری	۲۰۰۶	۱۱۳
۱۸۔ تصوف اور صوفی	مولوی مرزا شفیع اللہ بیگ	۲۰۱۰	۴۷
۱۹۔ کرامات اولیاء اللہ	شیخ الاسلام بانی جامعہؒ	۲۰۱۱	۱۳
۲۰۔ صوفیاء کرام کی تعلیمات اور ہمارا معاشرہ	مولوی محمد مظہر حسین فاروقی	۲۰۱۳	۳۳
۲۱۔ اورنگ آباد کا خانقاہی نظام تعلیم وتربیت	مولانا محمد اسرار احمد قادری	۲۰۱۴	۷۷
۲۲۔ اسلامی تصوف۔ ایک تعارف	مولوی محمد شکیل احمد حسین	۲۰۱۵	۱۱۹
۲۳۔ کرامات شیخ الاسلام محمد انوار اللہ فاروقیؒ	مولوی محمد یوسف اشرفی	۲۰۱۵	۱۲۲
۲۴۔ صوفیہ کرام قومی یکجہتی اور عالمی امن کے نقیب	مولانا محمد فصیح الدین نظامی	۲۰۱۶	۴۴
۲۵۔ دست بکا ودل بیار	شیخ الاسلام بانی جامعہؒ	۲۰۱۷	۱۹
مذہبی مضامین	مضمون نگار	سنہ	صفحہ
۱۔ ملاحظات کلمہ توحید	حضرت العلامہ ابراہیم ادیبؒ	۱۹۹۲	۷
۲۔ حقائق ودقائق	حضرت العلامہ طاہر رضوی القادریؒ	۱۹۹۲	۱۱
۳۔ التوسل فی الدعا	مولانا ابوبکر محمد الہاشمی	۱۹۹۲	۱۸
۴۔ دین رحمت	مولانا حبیب محمد الحسین	۱۹۹۲	۲۷
۵۔ ایمان وادب رسولؐ	مولوی محمد عارف	۱۹۹۲	۳۳
۶۔ تخلیق ارواح اور میثاق ازلی	حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ	۱۹۹۴	۷
۷۔ عظمت اولیا قرآن وحدیث کی روشنی میں	مولانا ڈاکٹر سید بدیع الدین صابری	۱۹۹۴	۳۰
۸۔ اسلام میں طہارت کی اہمیت	مولانا حافظ سید صغیر احمد	۱۹۹۴	۴۵
۹۔ فاتحہ وایصال ثواب	شیخ محمد عبدالغفور	۱۹۹۳	۴۶
۱۰۔ زکوٰۃ کی فضیلت واہمیت	حافظ محمد مستان علی	۱۹۹۳	۶۶
۱۱۔ اطاعت واتباع رسول ﷺ	محمد مجاہد علی نقشبندی	۱۹۹۳	۹۲
۱۲۔ کثرت ذکر الٰہی باعث فلاح دارین	شیخ الاسلام بانی جامعہؒ	۱۹۹۵	۷

۱۳۔ ایمان کی بنیاد و محبت رسول ﷺ	حبیب محمد الحسینی	1995	11
۱۴۔ شفاعت کبریٰ	سید غوث محی الدین نصر الحق	1995	۱۶
۱۵۔ محبت اہل بیت مصطفیٰ ؐ	مولوی محمد عبد الحسیب قادری	1995	۲۱
۱۶۔ عقل سے اسلام کی مخاطبت اور غور و فکر کی دعوت	ڈاکٹر سلطان محی الدین	1995	۵۷
۱۷۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ اور خوف خدا ضروری	شیخ الاسلام بانی جامعہؒ	1996	۶
۱۸۔ محبت الٰہی	مولانا سید محمد بادشاہ حسینی قادری	1996	۱۶
۱۹۔ درود شریف قرآن وحدیث کی روشنی میں	مولوی محمد فاروق رضا	1996	۱۸
۲۰۔ صحابہ کرام کا عشق نبی ﷺ	مولانا ڈاکٹر سید بدیع الدین صابری	1996	۲۴
۲۱۔ عید میلاد النبی ﷺ	مولانا سید بدر الدین احمد قادری	1996	۴۹
۲۲۔ عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	مولانا حبیب محمد الحسینی	1996	۸۳
۲۳۔ بعثت محمدی ﷺ کی جامعیت	سید شاہ خسرو حسینی	1996	۹۲
۲۴۔ ختم نبوت اور مدعیان نبوت	شیخ الاسلام بانی جامعہؒ	1998	۶
۲۵۔ شفاعت کبریٰ	مولانا سید محبوب حسین	1998	۲۶
۲۶۔ حضور اکرم کا اختیار اور جود وسخا	مولانا سید ضیاء الدین نقشبندی	۲۰۰۰	۷
۲۷۔ رویت ہلال امکان رویت معلوم کرنے کے چند سادہ طریقے۔	ڈاکٹر انوار الرحمٰن	۲۰۰۰	۸۷
۲۸۔ اولیاء اللہ کا مقام و مرتبہ قرآن وحدیث کی روشنی	مولوی سید فاروق محی الدین	۲۰۰۰	۹۷
۲۹۔ وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے	مولوی محمد واجد پاشاہ	۳۰۰۰	۱۱۴
۳۰۔ غیر مقلد حضرات کو دعوت فکر	مولانا محمد خواجہ شریف	۲۰۰۱	۲۸
۳۱۔ قبر اطہر کی زیارت قرآن وحدیث کی روشنی میں	مولانا شیخ محمد عبد الغفور	۲۰۰۱	۶۲
۳۲۔ جشن آمد رسول ﷺ کا پر نور منظر	مولوی محمد ساجد حسین	۲۰۰۱	۱۱۲
۳۳۔ عشق نبی صلی اللہ علیہ وسلم	مولوی مرزا عارف بیگ	۲۰۰۱	۱۳۷
۳۴۔ حسن محمدی صلی اللہ علیہ وسلم	مولوی محمد احمد محی الدین	۲۰۰۱	۱۴۴
۳۵۔ تقبیل ابہامین	مولوی محمد معراج الدین	۲۰۰۱	۱۴۹

۳۶۔	ہیں وہ شمس الانبیاء گرانبیا سب ماہ ہیں	مولوی سید واحد علی	۲۰۰۱	۱۶۵
۳۷۔	علم غیب رسولؐ قرآن وحدیث کے آئینہ میں	مولوی خلیل اللہ قادری	۲۰۰۱	۱۷۱
۳۸۔	اسلام دہشت گردی کا مخالف	مولانا مفتی خلیل احمد	۲۰۰۲	۲۱
۳۹۔	وسیلہ کیوں	مولوی محمد خواجہ محی الدین	۲۰۰۲	۱۰۰
۴۰۔	والدین مصطفیٰ ﷺ کا ایمان	محمد الیاس حسین	۲۰۰۲	۱۲۱
۴۱۔	سرکار دو عالم ﷺ کا جسم اطہر بے سایہ	مولوی محمد معراج الدین	۲۰۰۲	۱۲۹
۴۲۔	آئینہ مظہر اخلاق مصطفائی	مولوی سید خلیل اللہ قادری	۲۰۰۲	۱۳۵
۴۳۔	نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر	مولوی سید وسیم الدین انعامدار	۲۰۰۲	۱۳۹
۴۴۔	اسلام میں غیر مسلمین کے حقوق	ڈاکٹر مولانا محمد سیف اللہ	۲۰۰۳	۲۸
۴۵۔	اسلام کا تصور حکمرانی	مولوی سید وجیہ اللہ حسینی	۲۰۰۳	۷۳
۴۶۔	اس میں ہے اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے	مولوی محمد رضوان قریشی	۲۰۰۳	۸۵
۴۷۔	علم غیب مصطفیٰ ﷺ	مولوی سید احمد محی الدین قادری	۲۰۰۳	۱۱۴
۴۸۔	برکات مصطفیٰ ﷺ	مولوی محمد ابوبکر	۲۰۰۳	۱۳۹
۴۹۔	دیکھتے تھے مقتدیوں کے خواطر کو حضور ﷺ	مولوی حافظ محمد فیاض	۲۰۰۳	۱۶۲
۵۰۔	خودی ہو علم سے محکم تو غیرت جبرئیل	مولوی خواجہ فیض الدین	۲۰۰۳	۱۶۴
۵۱۔	خالق شمس و قمر کے بارے میں	مولانا محمد انوار احمد	۲۰۰۴	۶۶
۵۲۔	یوم میلاد النبی ﷺ کی شرعی حیثیت	مولوی سید غوث احمد حسینی	۲۰۰۴	۸۹
۵۳۔	وسعتیں دیں ہے خدا نے دامن محبوب کو	مولوی محمد رکن الدین	۲۰۰۴	۹۸
۵۴۔	واقعات میلاد النبی ﷺ	مولوی محمد عظمت اللہ نعیم	۲۰۰۴	۱۱۵
۵۵۔	روزہ ماہ رمضان	مولوی محمد حسین خان	۲۰۰۴	۱۲۱
۵۶۔	وسیلہ	مولوی محمد سید مقبول احمد	۲۰۰۴	۱۲۶
۵۷۔	عید میلاد النبی ﷺ	مولانا محمد خواجہ شریف	۲۰۰۵	۲۸
۵۸۔	قرآن اور مذہبی آزادی	مولانا مفتی سید صادق محی الدین	۲۰۰۵	۳۲
۵۹۔	اسلامی جہاد فلاح انسانیت کا ضامن	مولوی محمد الیاس	۲۰۰۵	۷۹
۶۰۔	امت محمدیہ ﷺ	مولوی سید عبدالعلیم	۲۰۰۵	۹۶

۶۱۔	نماز استخارہ آداب واحکام	مولوی محمد قاسم علی	۲۰۰۵	۱۰۷
۶۲۔	تبلیغ دین واشاعت اسلام ضرورت وآداب	مولوی خواجہ فیض الدین	۲۰۰۵	۱۱۶
۶۳۔	سید الانبیا ﷺ کے دربار میں سید الملائکہ کی حاضری	مولانا سید ضیاء الدین نقشبندی	۲۰۰۶	۴۲
۶۴۔	حضور اکرم ﷺ سے تعلق اوراس کے تقاضے	مولوی خواجہ فیض الدین	۲۰۰۶	۹۰
۶۵۔	جمال سرور کونین ﷺ	محترمہ ماجدہ متین	۲۰۰۶	۹۵
۶۶۔	محفل میلاد النبی ﷺ کے اعمال ایک مطالعہ	محترمہ امۃ الہاشمیہ	۲۰۰۶	۱۰۰
۶۷۔	تقوی اوراسکے ثمرات	مولوی سید فاروق محی الدین	۲۰۰۶	۱۰۸
۶۸۔	اسلام عورتوں کے حقوق کا محافظ	محترمہ سیدہ تمیم فاطمہ	۲۰۰۶	۱۲۲
۶۹۔	اسلام میں ابتلاوآزمائش کا تصور	مولانا محمد جمیل احمد صدیقی	۲۰۰۶	--
۷۰۔	اتباع رسول ﷺ قرب الٰہی کا ذریعہ	مولوی شفیع اللہ بیگ	۲۰۰۷	۹۶
۷۱۔	معجزہ شق القمر	مولوی سید محبوب قادری	۲۰۰۷	۱۰۰
۷۲۔	اسلامی احکام کے فوائد	مولوی سبحان شریف	۲۰۰۷	۱۰۶
۷۳۔	امر بالمعروف ونہی عن المنکر معاشرہ کی اصلاح کا ضامن	مولوی ساجد حسین	۲۰۰۷	۱۱۰
۷۴۔	فضائل امت نبوی علی صاحبہا افضل الصلوۃ والتسلیم	شیخ الاسلام بانی جامعہ	۲۰۰۸	۱۴
۷۵۔	بے مثل نے محبوب کو بے مثل بنایا	مولانا محمد تنویر احمد اشرفی	۲۰۰۸	۵۸
۷۶۔	وسوسہ کی حقیقت	شیخ الاسلام بانی جامعہ	۲۰۰۹	۱۴
۷۷۔	عجائب جسم انسانی اور میڈیکل سائینس	شیخ الاسلام بانی جامعہ	۲۰۱۰	۷
۷۸۔	اسلام اوراعضاء کی پیوندکاری	مولوی محمد اعظم محی الدین	۲۰۱۱	۵۰
۸۹۔	اسرار ذکر سرکار۔۔قرا ﷺ	ڈاکٹر مولانا سید ناصر الدین	۲۰۱۱	۲۳
۸۰۔	قرآن مجید بہترین دوا	محترمہ اسریٰ صدیقہ	۲۰۱۱	۶۳
۸۱۔	اطاعت محبت رسول ﷺ کی اصل	محترمہ عائشہ بیگم	۲۰۱۱	۷۱
۸۲۔	اسلام میں توبہ کے مفاہیم وآداب	شیخ الاسلام بانی جامعہ	۲۰۱۲	۱۶
۸۳۔	کرامات کی حقانیت آیات واحادیث کی روشنی میں	محترمہ شاہانہ تسلیم	۲۰۱۲	۶۴

۸۴۔ عظمت اصحاب رسول اکرم رضی اللہ عنہم	شیخ الاسلام بانی جامعہ	۲۰۱۴	۳۱
۸۵۔ حضور امام الانبیاء ﷺ کے والدین کا ایمان	مولانا سید صادق انواری	۲۰۱۴	۶۹
۸۶۔ مسجد اقصیٰ قبلۂ اول بھی اور زینۂ معراج بھی	مولوی محمد ریحان	۲۰۱۴	۱۰۰
۸۷۔ سائنس انکشافات سے اسلامی حقائق کا اثبات شیخ الاسلام کے تحریرات کے آئنہ میں	مولانا سید ضیاء الدین نقشبندی	۲۰۱۵	۴۹
۸۸۔ قانون اسلام کی آفاقی	مولانا مفتی سید صادق محی الدین فہیم	۲۰۱۵	۶۵
۸۹۔ آداب بارگاہ نبوت انوار احمدی کی روشنی میں	مولوی سید موثر حسینی	۲۰۱۵	۱۲۶
۹۰۔ عورت اور نظام اسلام	ڈاکٹر محترمہ سیدہ نفیس النساء بیگم	۲۰۱۵	۱۴۹
۹۱۔ ایمان کی بحث کا تجزیاتی مطالعہ	محترمہ سیدہ واجدۃ النساء	۲۰۱۵	۱۵۷
۹۲۔ مناظرہ بینا و نابینا	شیخ الاسلام بانی جامعہ	۲۰۱۶	۱۵
۹۳۔ کل خزانوں کی انہیں ہاتھوں میں سب کنجیاں	مولانا سید احمد غوری	۲۰۱۶	۵۶
۹۴۔ اعضائے انسانی میں قدرت الٰہی کے عجائبات	مولوی شیخ احمد محی الدین رفیع	۲۰۱۶	۶۴
۹۵۔ اسلام کی ابتدائی درسگاہیں	مولوی محمد انوار اللہ تمیم	۲۰۱۶	۷۴
۹۶۔ حضرت ربانی اور دین الٰہی اسیری کی سرکوبی	مولوی نور محمد نقشبندی	۲۰۱۶	۷۹
۹۷۔ اسلام میں رشتہ داری اور اس کے حقوق	محترمہ دردانہ بیگم	۲۰۱۶	۹۸
۹۹۔ عورت کا مقام قرآن وحدیث کی روشنی میں	محترمہ اسماء ذیشان	۲۰۱۶	۱۰۶
۱۰۰۔ علم غیب رسول ﷺ قرآن وحدیث کی روشنی میں	محترمہ نصرت النساء	۲۰۱۶	۱۱۶
۱۰۱۔ حجاب شعریعت مطہرہ کے آئینہ میں	محترمہ فرح ناز	۲۰۱۷	۶۷
اخلاقی مضامین	مضمون نگار	سنہ	صفحہ
۱۔ حصول علم کے آداب	مولوی سید رئیس الدین	۱۹۹۲	۴۳
۲۔ معلم و متعلم	مولوی تسلیم القادری	۱۹۹۲	۴۸
۳۔ اخلاص نیت کی اہمیت	مولوی محمد امتیازی احمد	۱۹۹۲	۵۲
۴۔ انیس بے کساں کی سادگی	مولوی حافظ محمد فرید الدین	۱۹۹۲	۵۹
۵۔ نماز کی فضیلت	مولوی مستان علی	۱۹۹۲	۶۱
۶۔ سرکار دو عالم ﷺ اغیار کی نظر میں	محمد محسن پاشاہ	۱۹۹۴	۶۷

۷۔	صالح معاشرہ میں علماء دین کی ضرورت اوران کے مسائل	مولوی اکبرعلی	۱۹۹۴	۷۷
۸۔	اطاعت والدین قرآن وحدیث کی روشنی میں	فضل احمد اشرفی	۱۹۹۳	۵۳
۹۔	تقوی و پرہیزگاری	ایس ایم سرراج الدین	۱۹۹۳	۵۹
۱۰۔	بزرگوں کے تصاویر بھی حرام ہیں	مولانا سید محمد بادشاہ حسینیؒ	۱۹۹۳	--
۱۱۔	اہمیت کس کی ہے	مولانا سید محمد بادشاہ حسینی	۱۹۹۳	۸۵
۱۲۔	اسماءوالقاب کیسے ہوں	مولانا اسماعیل ہاشمی	۱۹۹۵	۳۲
۱۳۔	طالب علم اوراس کی نیت	مولانا محمد فاروق رضا	۱۹۹۵	۴۱
۱۴۔	اسلامی تمدن ومعاشرت	مولانا احمد محی الدین نظامی	۱۹۹۶	۳۹
۱۵۔	اسلامی معاشرہ کے چند پہلو	ڈاکٹر محمد سلطان محی الدین	۱۹۹۶	۵۴
۱۶۔	رسول اکرم ﷺ کے شب وروز (معمولات نبویؐ)	مولانا احمد عبدالمجیب	۱۹۹۶	۸۰
۱۷۔	دستکاروتجارت علمائے کرام	مولانا سید شاہ نوراللہ قادری	۱۹۹۶	۱۰۶
۱۸۔	تعمیل شریعت کی برکتیں	مولانا محمد محبوب شریف	۱۹۹۶	۱۱۶
۱۹۔	عورت کا مرتبہ	مولانا عبیداللہ فہیم	۱۹۹۶	۱۲۴
۲۰۔	حقوق الزوجین	مولانا محمد خواجہ شریف	۱۹۹۶	۱۳۶
۲۱۔	دینی تعلیم اورمقاصدومنہج	مولانا محمد خواجہ شریف	۱۹۹۷	۱۹
۲۲۔	بنیادی دینی تعلیم	پروفیسر سید محموداللہ بختیاری	۱۹۹۷	۴۷
۲۳۔	علم وقت کی ضرورت	ڈاکٹر مفتی مکرم احمد نقشبندی	۱۹۹۷	۵۶
۲۴۔	حقیقی مساوات سادگی سیرت نبی کے آئینہ میں	مولانا مفتی سید صادق محی الدین	۱۹۹۸	۲۹
۲۵۔	یہی مقصودوفطرت ہے رمز مسلمانی	مولانا محمد فصیح الدین نظامی	۱۹۹۸	۳۶
۲۶۔	حضور ﷺ کے حقوق مسلمانوں پر	مولانا سید ضیاءالدین نقشبندی	۱۹۹۸	۴۲
۲۷۔	حقوق والدین	مولوی محمد عبدالحسیب قادری	۱۹۹۸	۶۲
۲۸۔	ادب گاہست زیرآسماں ازعرش نازک تر	مولوی محمد تنویراحمد	۱۹۹۸	۶۹
۲۹۔	رفعت شان رفعنا لک ذکرک دیکھئے	مولوی سید وجیہہ اللہ حسینی القادری	۱۹۹۸	۷۳
۳۰۔	بانی جامعہ اورقادنیت	مولانا محمد لطیف احمد	۱۹۹۸	۸۲

۳۱۔	توبہ	مولوی محمد مخدوم احمد معشوقی	۱۹۹۸	۹۵
۳۲۔	حضرت شیخ الاسلام کی سماجی خدمات	مولوی محمد ساجد حسین	۱۹۹۸	۹۸
۳۳۔	چشم اقوام بہ نظارہ ابد تک دیکھئے	مولوی سید وجیہ اللہ حسینی	۲۰۰۰	۲۲
۳۴۔	جوہر انسانیت انسان کے اخلاق ہیں	مولوی سید فاروق محی الدین	۲۰۰۰	۲۷
۳۵۔	کہ ہیں واقف موت سے ہر ایک بشر کے شاہ دیں	مولوی حافظ محمد حنیف قادری	۲۰۰۰	۲۹
۳۶۔	ام المومنین حضرت ام سلمہ سب سے زیادہ ہجرت کرنے والی خاتون	مولانا محمد عبید اللہ فہیم	۲۰۰۰	۳۷
۳۷۔	اشاعت اسلام اور شان علمائے کرام	مولوی محمد ساجد حسین	۲۰۰۰	۴۲
۳۸۔	علم وعمل میں اخلاص	سید آصف احمد	۲۰۰۰	۴۵
۳۹۔	قرآن وحدیث کے تناظر میں عظمت والدین و آداب فرزندی	مولوی محمد عطاء الرحمٰن	۲۰۰۰	۲۱
۴۰۔	سلامتی کا راستہ ہدایت قرآنی سے وابستہ	حضرت مفتی محمد عبد الحمیدؒ	۲۰۰۱	۲۱
۴۱۔	مقام انسان	حضرت طاہر رضوی القادری	۲۰۰۱	۲۴
۴۲۔	رہے ڈھونڈتے اوروں کے عیب وہنر	مولوی غلام محمد اشرفی	۲۰۰۱	۶۹
۴۳۔	آداب فرزندی قرآن وحدیث کی روشنی میں	مولوی فاروق محی الدین	۲۰۰۱	۱۱۶
۴۴۔	فضائل ومسائل یوم جمعہ	مولوی سید وجیہ اللہ حسینی	۲۰۰۱	۱۲۱
۴۵۔	شداد ب جملہ طاعت محمود	مولوی حافظ محمد نذیر احمد قادری	۲۰۰۱	۱۷۶
۴۶۔	مسواک۔ سائنسی وطبی تحقیق	جناب محمد رضی الدین معظم	۲۰۰۲	۳۰
۴۷۔	حسد اور اس کے نقصانات	مولانا غلام محمد ہاشمی	۲۰۰۲	۳۷
۴۸۔	زیارت مدینہ طیبہ ضرورت واہمیت	مولانا مفتی خلیل احمد	۲۰۰۲	۴۱
۴۹۔	عظمت سعادات (تبصرہ)	مولانا محمد فصیح الدین نظامی	۲۰۰۲	۸۷
۵۰۔	کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک	مولوی فاروق محی الدین	۲۰۰۲	۹۱
۵۱۔	حب الٰہی سرمایہ حیات انسانی	مولوی عبد اللطیف قادری	۲۰۰۲	۱۱۳
۵۲۔	عورت کا مقام اسلام اور دیگر مذاہب میں	مولوی محمد حنیف قادری	۲۰۰۲	۱۱۷
۵۳۔	کونوا مع الصادقین (بن جاؤ ہمنشین صادقین کے)	مولوی مرزا عارف بیگ	۲۰۰۲	۱۲۵

۵۴۔ حقوق العباد	مولوی حافظ امتیاز الرحمٰن	۲۰۰۲	۱۳۹
۵۵۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر	حافظہ ماجدہ متین	۲۰۰۲	۱۵۳
۵۶۔ آئینہ صدق وصفا	محترمہ سارہ مصطفیٰ	۲۰۰۲	۱۵۶
۵۷۔ ثبات زندگی ایمان سے ہے دنیا میں	شیخ الاسلام بانی جامعہؒ	۲۰۰۳	۱۴
۵۸۔ اسلام اوراس کا آفاقی پیام	ڈاکٹر مولانا سید بدیع الدین صابری	۲۰۰۳	۴۵
۵۹۔ اسلام میں تربیت کی اہمیت	مولانا سید ضیاء الدین نقشبندی	۲۰۰۳	۵۴
۶۰۔ تواضع کی حقیقت واہمیت	مولانا قاضی محمد وحید الدین	۲۰۰۳	۶۲
۶۱۔ خدانے دی ہے آنکھیں دیکھنے ہی کومگر دیکھو	مولوی حافظ محمد نذیر خان	۲۰۰۳	۸۱
۶۲۔ تواضع للّٰہیت کی پہچان	حافظ محمد اسماعیل قادری	۲۰۰۳	۸۹
۶۳۔ شکر کی عظمت وفضیلت	مولوی مرزا عارف بیگ	۲۰۰۳	۹۷
۶۴۔ اسلام میں نیت کی اہمیت	مولوی سید عارف پاشاہ قادری	۲۰۰۳	۱۰۱
۶۵۔ حقوق نسواں اسلام اورادیان سابقہ ایک تقابلی جائزہ	مولوی خواجہ علیم الدین قادری	۲۰۰۳	۱۲۸
۶۶۔ قرآن میں ہوغوطہ زن اے مرد مسلمان	مولوی محمد محبوب عالم قادری	۲۰۰۳	۱۳۰
۶۷۔ رہنما چاہئے ایک راہ گزر کیلئے	مولوی محمد رکن الدین نظامی	۲۰۰۳	۱۳۷
۶۸۔ تکبر عزازیل راخوار کرد	مولوی حافظ سید خواجہ احمد پیر	۲۰۰۳	۱۴۳
۶۹۔ اسلام کی مذہبی رواداری مغربی منصفین کا اعتراف	مولانا محمد قاسم صدیقی تسخیر	۲۰۰۴	۶۱
۷۰۔ بیماری وبیماری پرسی اسلامی نطقہ نظر	مولوی سید فاروق محی الدین	۲۰۰۴	۷۵
۷۱۔ اخلاص	مولوی محمد مخدوم احمد معشوقی	۲۰۰۴	۷۹
۷۲۔ علم باعث افتخار	مولوی محمد واجد پاشاہ قادری	۲۰۰۴	۹۵
۷۳۔ اسلام افراط وتفریط سے بری ہے	شیخ الاسلام بانی جامعہ	۲۰۰۵	۱۰
۷۴۔ طہارت وپاکیزگی اسلامی نقطہ نظر	مولوی سید فاروق محی الدین	۲۰۰۵	۶۵
۷۵۔ وسیلہ قرآن وحدیث کی وشنی میں	مولوی غلام دستگیر عابداللہ	۲۰۰۵	۷۰
۷۶۔ حفظان صحت کے اسلامی اصول	مولوی محمد خالد نقشبندی	۲۰۰۵	۱۰۱
۷۷۔ زبان کی لائی ہوئی مصیبتیں	مرزا خیراللہ بیگ	۲۰۰۵	۱۱۱
۷۸۔ ملت اسلامیہ کیلئے عصری علوم کی ضرورت	مولانا مفتی خلیل احمد	۲۰۰۶	۱۸

۷۹۔	اورتم خوار ہوئے تارک قرآن ہوکر	مولوی سید وجیہ اللہ حسینی	۲۰۰۶	۶۹
۸۰۔	بندگی اوراس کے تقاضے	مولوی سید شاہد محی الدین	۲۰۰۶	۷۵
۸۱۔	اسلامی تربیت اوراہم ضرورت	مولوی محمد زبیر ہاشمی	۲۰۰۶	۸۱
۸۲۔	عجائب جسم انسانی کے طبی حالات	شیخ الاسلام بانی جامعہ	۲۰۰۷	۱۳
۸۳۔	گانے بجانے کی حرمت قرآن وحدیث سے	مولوی حافظ فہیم الدین قادری	۲۰۰۷	۱۱۴
۸۴۔	فضیلت علم	سیدہ رئیسہ چشتی	۲۰۰۷	۱۱۹
۸۵۔	اولیائے شیطان کی فضیحت ورسوائی	مولوی محمد فہیم الدین	۲۰۰۸	۷۱
۸۶۔	پردے کی ضرورت اوراہمیت	مولوی محمد شفیع الدین	۲۰۰۸	۷۷
۸۷۔	اسلام دہشت گردی کو پسند نہیں کرتا	مولوی محمد احمد علی	۲۰۰۹	۷۷
۸۸۔	ڈاڑھی اسلام کا عظیم شعار	مولوی محمد ریاض احمد	۲۰۰۹	۸۰
۸۹۔	امن اورفساد۔اسلامی نقطہ نظر	مولوی محمد حسن ملا	۲۰۱۰	۵۴
۹۰۔	سلام کے آداب ومسائل	مولوی محمد انوار اللہ تمیم	۲۰۱۱	۵۴
۹۱۔	باہمی تعاون کے ذریعہ اخوات کا فروغ	مولانا سید احمد غوری	۲۰۱۱	۵۹
۹۲۔	حیا کی جلوہ آرائیاں دورحاضر کی تلون مزاجیاں	مولوی خواجہ سیف اللہ	۲۰۱۲	۳۳
۹۳۔	حیا عزت تحفظ کا ضامن	مولوی مرزا مصطفیٰ علی بیگ صوفیانی	۲۰۱۲	۴۱
۹۴۔	ہمارے اسلاف کی راتیں اورمقبولیت	مولوی محمد احمد محی الدین یعقوبی	۲۰۱۲	۵۳
۹۵۔	شراب نوشی اوراس کے مضر اثرات جدید سائنس کی روشنی میں	مولوی سید جمیل الدین نقشبندی	۲۰۱۲	۵۸
۹۶۔	الم اعلم بامور دینا کم	شیخ الاسلام بانی جامعہ	۲۰۱۲	۱۲
۹۷۔	یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے	مولوی مرزا مصطفیٰ علی بیگ	۲۰۱۳	۳۱
۹۸۔	مغربی تہذیب اور ہمارا معاشرہ	مولوی مدثر احمد	۲۰۱۳	۴۳
۹۹۔	خواتین کا لباس شریعت مطہرہ کے آئینہ میں	محترمہ جہاں آراء بیگم	۲۰۱۳	۶۱
۱۰۰۔	تحصیل علوم عربیہ حسب نصاب جامعہ	شیخ الاسلام بانی جامعہ	۲۰۱۵	۲۷
۱۰۱۔	عوام میں خودکشی کا بڑھتا ہوارجحان اوراس کے اسباب	مولانا واحد علی	۲۰۱۵	۷۹

۱۰۲۔ گرحفظ مراتب نہ کنی	مولوی محمد سراج	2015	۱۳۶

ادبی مضامین

	مضمون نگار	سنہ	صفحہ
۱۔ حضرت شیخ الاسلام فضیلت جنگ	ڈاکٹر عقیل ہاشمی	۱۹۹۲	۱۱
۲۔ کتب خانہ جامعہ نظامیہ	مولانا خواجہ شریف	۱۹۹۲	۱۷
۳۔ درس نظامی کے متعلق شیخ الاسلام کے تاثرات	شیخ الاسلام بانی جامعہ	۱۹۹۲	۶
۴۔ حضرت شیخ الاسلام بحیثیت پایہ مصنف ادیب وشاعر	ڈاکٹر عقیل ہاشمی	۱۹۹۲	۱۸
۵۔ عربی زبان کی اہمیت اوراس کی تحصیل کے طریقہ	محمد حسان وارث حق	۱۹۹۴	۵۱
۶۔ امام ابو یوسف کی علمی شخصیت	مولوی سید صادق انواری	۱۹۹۴	۶۰
۷۔ خطبہ صدارت	حضرت امیر جامعہ	۱۹۹۴	۶۷
۸۔ شیخ الاسلام شخصیت وعلمی خدمات	مولانا محمد انوار احمد	۱۹۹۵	۴۵
۹۔ خواجہ دکن سید گیسودراز بندہ نواز	مولانا سید عبدالرشید	۱۹۹۶	۱۲۴
۱۰۔ علوم وفنون میں عربوں کے کارنامے	مولوی سید عبدالولی	۱۹۹۶	۱۳۶
۱۱۔ جامعہ نظامیہ قیام خدمات عزائم ومنصوبے	مولانا محمد فصیح الدین نظامی	۱۹۹۷	۷
۱/۱۱۔ دینی مدارس مقصد ومنہج	پروفیسر نثار احمد فاروقی	۱۹۹۷	۳۱
۱۲۔ دینی مدارس ملک کے موجودہ تناظر میں	مولانا ظہیر احمد باقوی راہی فدائی	۱۹۹۷	۳۷
۱۳۔ درس نظامی بدلتے ہوئے تعلیمی پس منظر میں	ڈاکٹر سید محمد عبدالقادر حسینی	۱۹۹۷	۴۰
۱۵۔ دینی جامعات میں انگریزی وکمپیوٹر تعلیم کی ضرورت	ڈاکٹر مصطفیٰ شریف	۱۹۹۷	۵۹
۱۶۔ دینی مدارس کا نظام تعلیم وتربیت	پروفیسر سید عطاء اللہ حسینی	۱۹۹۷	۶۷
۱۷۔ دینی تعلیم قومی تناظر میں	جناب عزیز برنی	۱۹۹۷	۵۴
۱۸۔ موسس جامعہ علامہ محمد انوار اللہ فاروقیؒ	ڈاکٹر عقیل ہاشمی	۲۰۰۰	۶۰
۱۹۔ سواسو برس قدیم دستان علم جامعہ نظامیہ	مولانا محمد فصیح الدین نظامی	۲۰۰۰	۲۷
۲۰۔ ممتاز عالم دین ڈاکٹر محمد حمید اللہ	جناب عطا اللہ	۲۰۰۰	۸۰
۲۱۔ عراق واردن کا سفر	جناب سید احمد علی	۲۰۰۰	۹۷
۲۲۔ مولانا محمد انصار علی قریشی جاوید استاد ادیب شاعر	مولانا محمد فصیح الدین نظامی	۲۰۰۰	۸۶

۲۳۔	مجلس اشاعت العلوم ایک علمی تحقیقی ادارہ	مولانا حافظ محمد عبید اللہ فہیم	۲۰۰۰	۱۲۵
۲۴۔	شیخ الاسلام انوار اللہ فاروقیؒ استاد سلاطین اصفیہ	مولانا قاضی محمد وحید الدین	۲۰۰۱	۷۹
۲۵۔	عمدۃ الفقہاء مولانا الحاج محمد رحیم الدین	مولوی محمد رضی الدین معظم	۲۰۰۱	۸۲
۲۶۔	اطبا یونانی جامعہ نظامیہ خدمات وکارنامے	مولانا فصیح الدین نظامی	۲۰۰۱	۸۷
۲۷۔	مجلس اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ	مولانا محمد عبید اللہ فہیم	۲۰۰۱	۹۵
۲۸۔	عارف باللہ بانی جامعہ نظامیہ	محترمہ سیدہ نفیس النساء بیگم	۲۰۰۲	۴۵
۲۹۔	تذکرہ انیقہ روشن گہر فیقہ حاذق متعبد ربانی ابوالوفاء الافغانیؒ	مولانا اسماعیل ہاشمی	۲۰۰۳	۶۲
۳۰۔	حضرت علامہ ابوالوفاء الافغانی حیات وخدمات	مولانا محمد فصیح الدین نظامی	۲۰۰۳	۶۹
۳۱۔	مرقع طاہر علامہ سید طاہر رضویؒ حیات وخدمات	مولوی محمد شرف الدین	۲۰۰۳	۱۰۵
۳۲۔	فن شعروشاعری تاریخ بنیادی اصطلاحات	مولوی سید محمد علی بغدادی	۲۰۰۳	۱۱۸
۳۳۔	غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتیم	مولوی سید عبد اللطیف قادری	۲۰۰۳	۱۲۴
۳۴۔	بزبان عربی مدح ﷺ اجمالی جائزہ	مفتی سید صادق محی الدین فہیم	۲۰۰۴	۱۸
۳۵۔	حالات زندگی حضرت غلام احمدؒ	پروفیسر محمد سلطان محی الدین	۲۰۰۴	۳۴
۳۶۔	جامعہ نظامیہ دینی عصری علوم کے تناظر میں	مولوی محمد جسیم الدین نظامی	۲۰۰۴	۱۰۲
۳۷۔	شیخ الاسلام موسس جامعہ نظامیہ	محترمہ نفیس النساء	۲۰۰۵	۴۴
۳۸۔	کتب خانہ جامعہ نظامیہ کے اردو مخطوطات	مولانا محمد فصیح الدین نظامی	۲۰۰۵	۴۹
۳۹۔	دختران ملت کی اعلی دینی تعلیم کا مرکز	محترمہ ماجدہ متین	۲۰۰۵	۶۲
۴۰۔	حضرت خواجہ بندہ نواز گیسودرازؒ	مولوی سید پیراں حسینی	۲۰۰۵	۸۳
۴۱۔	حضرت محدث دکنؒ	مولوی محمد عبد العزیز خان	۲۰۰۵	۸۹
۴۲۔	حضرت ابوالحسناتؒ اوران کی داعیانہ تحریرات	مفتی سید صادق محی الدین فہیم	۲۰۰۶	۲۴
۴۳۔	خطبہ استقبالیہ خطبات دکن ۱۴۲۶ھ	مولانا ڈاکٹر محمد عبد المجید نظامی	۲۰۰۶	۶۶
۴۴۔	جامعہ نظامیہ تعارف اغراض ومقاصد	مولانا محمد عبد اللہ قریشی ازہری	۲۰۰۶	۶۷
۴۵۔	مولانا حافظ وقاری عبد الرحمٰن محفوظ الحمومیؒ	مولانا میر لطافت علی	۲۰۰۷	۳۵

۴۶۔	حضرت مولانا مفتی حافظ محمد ولی اللہ قادری زندگی کے چند نقوش	پروفیسر سلطان محی الدین	۲۰۰۷	۴۲
۴۷۔	دینی مدارس ضرورت اور تقاضے	مولانا مفتی خلیل احمد	۲۰۰۸	۱۷
۴۸۔	شیخ الاسلام کی تحریرات روح ودل کے ابر گہربار	مفتی سید صادق محی الدین فہیم	۲۰۰۸	۴۸
۴۹۔	شعبہ تحقیق جامعہ نظامیہ کے قبول کردہ منتخب مقالات دکتورہ	مولانا محمد فصیح الدین نظامی	۲۰۰۸	۴۸
۵۰۔	اسلام کی نشرواشاعت میں میڈیا کی ضرورت اہمیت وافادیت	مولوی محمد شکیل احمد	۲۰۰۸	۸۰
۵۱۔	حضرت مفتی محمد ولی اللہ قادریؒ بندہ مولی صفات	مولانا محمد عبدالعلیم	۲۰۰۹	۲۷
۵۲۔	تدریسی مقاصد عصر حاضر کے تناظر میں	مولانا سید ضیاءالدین نقشبندی	۲۰۰۹	۳۱
۵۳۔	شیخ الاسلام مولانا انوار اللہؒ کی دعوتی خدمات	مولانا محمد فصیح الدین نظامی	۲۰۱۰	۳۱
۵۴۔	سورہ رحمٰن کا اردو منظوم ترجمہ	جوش ملیح آبادی	۲۰۱۰	۵۸
۵۵۔	حضرت غوث اعظم دستگیر کی علمی خدمات	مولوی محمد تقی الدین احمد نظامی	۲۰۱۱	۴۱
۵۶۔	امام ترمذی اور جامع ترمذی	مولوی محمد مظہر حسین انس فاروقی	۲۰۱۱	۵۰
۵۷۔	فن ترجمہ نگاری کا ارتقاء اور جامعہ نظامیہ	مولانا محمد فصیح الدین نظامی	۲۰۱۲	۲۳
۵۸۔	صاحب بصیرت وفقیہ کنہ مشق مفتی	مولوی سید محبوب قادری	۲۰۱۳	۲۷
۵۹۔	ایران کا ایک یادگار سفر	مولانا محمد فصیح الدین نظامی	۲۰۱۳	۲۴
۶۰۔	حضرت محدث دکن عقائد وتعلیمات	مولانا سید ضیاءالدین نقشبندی	۲۰۱۴	۳۲
۶۱۔	جامعہ نظامیہ کے تاریخی کتبات	مولانا محمد فصیح الدین نظامی	۲۰۱۴	۵۶
۶۲۔	حضرت علامہ مفتی حافظ ولی اللہ قادریؒ	مولانا مصباح الدین قادری	۲۰۱۴	۷۴
۶۳۔	حجیت حدیث پر علامہ شبلی نعمانی کے اعتراضات کا جائزہ حقیقۃ الفقہ کی روشنی میں	مولانا محمد عبدالعلیم	۲۰۱۴	۸۱
۶۴۔	حیدرآباد کی اردو صحافت کے ارتقاء میں جامعہ نظامیہ کا حصہ	مولانا سید محبوب قادری	۲۰۱۴	۸۸
۶۵۔	رباعی کے ارتقاء میں جامعہ نظامیہ کا حصہ	ابن حیدر	۲۰۱۴	۹۲
۶۶۔	جامعہ نظامیہ سے متعلق مقالوں کی وضاحتی فہرست	مولانا سید محبوب قادری	۲۰۱۵	۹۰

نمبر	عنوان	مضمون نگار	سنہ	صفحہ
۶۷۔	تلامذہ حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہؒ	مولانا قاضی میر قادری علی قادری	۲۰۱۵	۱۰۰
۶۸۔	اردو زبان کے فروغ وارتقاء میں جامعہ نظامیہ کا حصہ	ڈاکٹر احمد حسن رضوی	۲۰۱۵	۱۱۱
۶۹۔	بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا	محترمہ ام الخیر عائشہ فاطمہ	۲۰۱۵	۱۵۳
۷۰۔	شیخ الاسلام کی عبقری شخصیت وعلمی جلالت	مولانا سید ضیاء الدین نقشبندی	۲۰۱۶	۳۱
۷۱۔	جامعہ نظامیہ کے تاریخ گو علماء	مولوی سید محبوب قادری	۲۰۱۶	۴۰
۷۲۔	اردو کے کمال علوم کیلئے ممالک محروسہ سرکار عالی کی مساعی	مولانا محمد فصیح الدین نظامی	۲۰۱۷	۳۵
۷۳۔	میرا عہد طفولیت اور حضرت ابوالوفاء الافغانیؒ	مولانا اسماعیل ہاشمی	۲۰۱۷	۳۷
۷۴۔	امجد حیدرآبادی کی تنقیدی بصیرت	مولوی سید محبوب قادری	۲۰۱۷	۴۰
۷۵۔	حضرت امام زین العابدین علمی وروحانی شخصیت	مولوی سید صادق انواری	۲۰۱۷	۴۶
۷۶۔	حضرت شیخ الاسلام کی ادبی خدمات کا مطالعہ	مولوی سید محمد علی بغدادی	۲۰۱۷	۵۳
۷۷۔	خانوادہ فاروقی کے کارنامے شیخ الاسلام کے حوالے سے	مولوی سید حسینی پیراں	۲۰۱۷	۵۷
۷۸۔	عربی محاورات	مولوی سید شہباز	۲۰۱۷	۶۴
۷۹۔	مذہبی علوم کی تدریس میں اردو زبان کا حصہ	مولانا محمد فصیح الدین نظامی	۲۰۰۷	۷۱

تاریخی مضامین

نمبر	عنوان	مضمون نگار	سنہ	صفحہ
۱۔	تاریخ قرأت وتجوید	مولانا قاری عبدالرحمٰن بن محفوظؒ	۱۹۹۳	۱۶
۲۔	تبصرہ برمسودہ وقف ایکٹ	جناب سید احمد علی	۱۹۹۵	۴۹
۳۔	تاریخ کتب خانہ	مولانا شیخ محمد عبدالغفور	۱۹۹۶	۶۸
۴۔	تاریخ جامعہ نظامیہ	ادارہ	۱۹۹۵	۸۰
۵۔	قرون اولی اور اجتہاد ایک تاریخی مطالعہ	مولانا ڈاکٹر سید حمید الدین شرفی	۱۹۹۷	۹۸
۶۔	مختصر تاریخ فقہ اور فقہ حنفی کی خصوصیات	مولانا ڈاکٹر قاضی محمد عبدالشکور	۱۹۹۷	۱۱۸
۷۔	مسلمانوں کا زوال وانحطاط ۔ایک جائزہ	مولوی محمد ساجد حسین	۲۰۰۶	۱۱۹
۸۔	اسلامی کیلنڈر۔۔۔تاریخی مطالعہ	جناب محمد رضی الدین معظم	۲۰۰۷	۵۳
۹۔	عہد رسالت کے چند نعت گوشعراء	ڈاکٹر عقیل ہاشمی	۲۰۰۷	۶۴
۱۰۔	مطالعہ تاریخ اسلام ایک انقلاب آفریں پیغام	مولوی خالد علی	۲۰۰۸	۶۹

مقالہ نگار	عنوان	سنہ	صفحہ
(الف)			
۱۔ مولانا مفتی ابراہیم خلیل الہاشمی	ختم نبوت فقہ اسلامی کی روشنی میں	۲۰۰۰	۱۲۶
۲۔ مولوی محمد اکبر حسین	مسلمانوں کے زوال سے دنیا پر اثرات	۲۰۰۰	۱۳۴
۳۔ محترمہ آصفہ سلطانہ	عورت اسلام اور دیگر مذاہب میں	۲۰۰۰	۱۵۸
۴۔ مولانا محمد انوار احمد	قرآن مجید میں جرائم کی سزائیں اور انسانی حقوق	۲۰۰۵	۱۶۲
۵۔ مولانا محمد انوار احمد	دعوت وتبلیغ حدیث شریف کی روشنی میں	۲۰۰۸	۱۳۶
۶۔ مولانا محمد انوار احمد	میڈیا کی مخالفت اسلامی سرگرمیاں اوران کا تدارک	۲۰۱۴	۱۳۶
۷۔ مولانا محمد انوار احمد	داعش: اسلام کی نظریہ جہاں کو بدنام کرنے کی صہیونی سازش	۲۰۱۷	۹۰
(ب)			
۱۔ مولانا ڈاکٹر سید بدیع الدین صابری	دہشت گردی اور والدین کی ذمہ داری	۲۰۱۰	۷۲
۲۔ مولانا ڈاکٹر سید بدیع الدین صابری	فقہ حنفی اور حدیث شریف	۲۰۱۳	۹۱
۳۔ مولانا ڈاکٹر سید بدیع الدین صابری	والدین اور اولاد کے باہمی حقوق اور ذمہ داریاں	۲۰۱۴	۱۷۱
۴۔ مولانا ڈاکٹر بشیر الحق قریشی لطیفی	شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقیؒ کی علمی خدمات	۲۰۱۵	۲۴۷
(ج)			
۱۔ مولانا ڈاکٹر سید جہانگیر	مدعیان نبوت تاریخ کی روشنی میں	۲۰۰۰	۱۳۰
(خ)			
۱۔ مولانا مفتی خلیل احمد	ردقادنیت میں حضرت شیخ الاسلام کی خدمات	۲۰۰۰	۱۱۵
۲۔ مولانا محمد خواجہ شریف	ختم نبوت حدیث کی روشنی میں	۲۰۰۰	۱۲۱
۳۔ مولانا مفتی خلیل احمد	دہشت گردی اور دینی مدارس کی ذمہ داریاں	۲۰۱۰	۷۲
(ذ)			
۱۔ ڈاکٹر محمد ذوالفقار محی الدین	الکٹرانک اور پرنٹ میڈیا میں اسلام کی غلط تصویر کی پیشکشی	۱۰۱۴	۱۲۹
(ر)			
۱۔ مولانا حافظ سید روف علی قادری	دکن میں ظہور اسلام علماء کا حصہ	۲۰۰۹	۸۹

(س)

۱۔ مولانا ڈاکٹر محمد سیف اللہ	بین فرقہ جاتی شادیاں	۲۰۱۱	۸۴
۲۔ مولانا ڈاکٹر محمد سیف اللہ	انٹرنیٹ اس کے فوائد اور نقصانات	۲۰۱۲	۷۷
۳۔ مولانا سعید بن مخاشن	اصول حدیث محدثین کی نظر میں	۲۰۱۳	۱۱۴
۴۔ مولانا ڈاکٹر محمد سیف اللہ	کثرت طلاق کے اسباب اور اس کا سدباب	۲۰۱۴	۱۶۶

(ص)

۱۔ مولانا حافظ سید صادق محی الدین فہیم	رمی جمار کے اوقات میں توسیع	۲۰۰۷	۱۲۹
۲۔ مولانا حافظ سید صغیر احمد	حدیث شریف کی تشریعی حیثیت	۲۰۱۳	۱۰۶

(ض)

۱۔ مولانا حافظ سید ضیاء الدین نقشبندی	اسلام اور انسداد دہشت گری	۲۰۱۰	۸۵
۲۔ مولانا حافظ سید ضیاء الدین نقشبندی	فون اور انٹرنیٹ کے ذریعہ نکاح اور قبل نکاح آپسی ارتباط	۲۰۱۱	۹۳
۳۔ مولانا حافظ سید ضیاء الدین نقشبندی	جان و مال کا انشورنس شرعی نقطہ نظر	۲۰۱۲	۸۰
۴۔ مولانا حافظ سید ضیاء الدین نقشبندی	حدیث ضعیف اور اس کا حکم	۲۰۱۳	۷۳
۵۔ مولانا حافظ سید ضیاء الدین نقشبندی	داعش جارحیت و دہشت گردی کا دوسرا نام	۲۰۱۷	۷۶

(ع)

۱۔ پروفیسر محمد عبدالحمید اکبر	حضرت خواجہ بندہ نواز اور تصانیف	۲۰۰۶	۱۴۰
۲۔ مولانا حافظ سید عبدالرؤف	حضرت خواجہ بندہ نواز بحیثیت مفسر	۲۰۰۶	۱۵۸
۳۔ مولانا سید عبدالرشید	دکن میں تشہیر اسلام اور الیاء کا حصہ	۲۰۰۹	۸۷
۴۔ مولانا حافظ سید عبدالروف اشرفی	میڈیا کے ذریعہ مسلم خواتین کی پسماندگی	۲۰۱۴	۱۲۲
۵۔ مولانا ڈاکٹر محمد عبدالمعز	الکٹرانک میڈیا کے مضر اثرات اور اس کا حل	۲۰۱۴	۱۸۸
۶۔ مولانا سید ہاشم عارف پاشاہ قادری	شادی بیاہ اور بیجا رسم ورواج	۲۰۱۴	۱۹۳
۷۔ مولانا پروفیسر سید عطاء اللہ حسینی	حضرت شیخ الاسلام بحیثیت مجدد و مصلح	۲۰۱۵	۲۰۹
۸۔ ڈاکٹر محمد عبدالحمید اکبر	حضرت شیخ الاسلام کے قائم کردہ تعلیمی و تحقیقی ادارے	۲۰۱۵	۲۱۴
۹۔ مولوی حافظ محمد عرفان	داش۔اسلامی مملکت کے نام پر غیر اسلامی دہشت گردانہ کارروائیوں کا مرتکب	۲۰۱۷	۹۰

(غ)

۱۔ مولانا شیخ محمد عبدالغفور	قرآن اور سائنس	۲۰۰۵	۱۲۵
۲۔ مولانا شیخ محمد عبدالغفور	حضرت بندہ نواز اور مسلک حق	۲۰۰۶	۱۳۲
۳۔ ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم	شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی بحیثیت داعی اسلام کا مقاصد الاسلام کا مطالعہ	۲۰۱۵	۳۳۶

(ف)

۱۔ مولانا محمد فصیح الدین نظامی	حضرت خواجہ بندہ نواز گیسودراز بحیثیت صوفی	۲۰۰۶	۱۴۷
۲۔ مولانا محمد فصیح الدین نظامی	دکن میں تشہیر اسلام میں مدارس دینیہ کا حصہ	۲۰۰۶	۱۰۶

(ق)

۱۔ مولانا محمد قاسم صدیقی تسخیر	قرآنی آیات حذف کرنے کا مطالبہ ایک جائزہ	۲۰۰۵	۱۴۵
۲۔ مولانا محمد قاسم صدیقی تسخیر	ایڈز کے متعلق معاشرتی مسائل	۲۰۰۷	۱۴۰
۳۔ مولانا محمد قاسم صدیقی تسخیر	آثار مبارکہ کی اہمیت وفضیلت حدیث شریف کی روشنی میں	۲۰۰۸	۱۰۳
۴۔ مولانا محمد قاسم صدیقی تسخیر	نظام طلاق مسلم معاشرہ کی الجھنیں اور حل	۲۰۱۱	۱۲۵
۵۔ مولانا محمد قاسم صدیقی تسخیر	مارکٹنگ کے موجودہ طریقے اور حدود شریعت	۲۰۱۲	۹۳
۶۔ مولانا محمد قاسم صدیقی تسخیر	نظام طلاق مسلم معاشرہ کی الجھنیں اور اصل	۲۰۱۱	۱۲۵

(ک)

۱۔ محترم جناب میر کمال الدین علی خان	شیخ الاسلام حافظ محمد انوار اللہ فاروقی ؒ کا حب رسول ﷺ آپ کی تصنیفات اور تالیفات کی روشنی میں	۲۰۱۲	۱۰۳

(گ)

۱۔ مولانا ڈاکٹر سید شاہ گیسودراز خسرو حسینی	شیخ الاسلام اور صوفیانہ افکار	۲۰۱۵	۱۹۸

(ل)

۱۔ مولانا محمد لطیف احمد	اسلامی بینکاری نظام حقیقت امکانات اور مشکلات	۲۰۱۲	۱۰۲
۲۔ مولانا محمد لطیف احمد	قرآن عصری علوم کا سرچشمہ	۲۰۰۵	۱۳۱
۳۔ مولانا محمد لطیف احمد	حدیث شریف کی روشنی میں امت پر حضور پاک ﷺ کے حقوق	۲۰۰۸	۱۱۵

(م)

۱۔ مفتی منظر الاسلام الازہری	قدیم فلسفہ اور جدید سائنس کتاب العقل کے آئینہ میں	۲۰۱۵	۲۲۷

تحفظ ختم نبوت اور عصر حاضر کے جدید فتنوں کا ردّ
شیخ الاسلام کی تعلیمات کی روشنی میں

سیدہ درخشاں فاطمہ، متعلمہ فاضل اول، کلیۃ البنات جامعہ نظامیہ

دین اسلام کے ظہور کے ساتھ ہی دو بڑی مخالف طاقتیں ''یہود ونصاریٰ'' ہمیشہ ہر محاذ پر اسلام کے آمنے سامنے ہیں دونوں انتہائی شدت پسند اور فتنہ پرواز تھیں۔ بدترین خصلتوں کی حامل دنیا کی ساری برائیوں کا پٹہ ان کے گلے میں تھا۔ ان کے دلوں میں ہمیشہ اسلامی عداوت کے شعلے بھڑکتے رہے تھے۔ رحمت خداوندی سے کوسوں دور' ان میں سے ایک کو **مغضوب علیھم** کا خطاب ملا تو دوسرے کو ضالین کا خطاب ملا۔ ان دونوں قوموں نے اپنے اپنے نبی حضرات موسیٰ وحضرت عیسیٰ علیھما السلام کی ساری شریعت کو بدل کر رکھ دیا تھا' جس کی وجہ سے عرب وعجم کی پُر بہار فضائیں مکدر ہوکر رہ گئی تھیں۔ اور سارا عالم دین حنیف کی نورانیت سے محروم ہو کر کفر وشرک' جہالت وظلمت کی گھٹاٹوپ تاریکیوں میں ڈوب کر رہ گیا تھا۔ چنانچہ رحمت عالم ﷺ کی تشریف آوری سے قبل جزیرہ عرب کی کیا حالت تھی وہ کسی پر مخفی نہیں' ملک عرب آپس میں انس ومحبت اور شفقت ورحمت کرنے والوں کا ملک نہیں تھا بلکہ وہ ایک کوہِ آتش فشاں تھا جس سے ہر لحظہ اور ہر لمحہ بغض وعناد کی آگ برستی رہتی تھی اور دور دور تک آبادیاں جل کر خاکستر ہو جاتا کرتی تھیں'۔ جذبات اس قدر مشتعل اور بے قابو تھے کہ ذرا ذراسی بات پر خون کی ندیاں بہہ جایا کرتی تھیں۔ ایک بار جنگ کی آگ سلگ جاتی تھی تو صدیوں تک اس کے شعلے بھڑکتے رہے تھے۔ اِن پرفتن حالات کو دیکھ کر کائنات کا ذرہ ذرہ رب کی بارگاہ میں محوِ التجا تھا کہ

پھنسی ہے کشتی حق اب بھنور میں کفر وظلمت کے　۔　خدایا نوح سا پیدا پھر کوئی ناخدا کردے

چنانچہ رحمت الٰہی نے دستگیری کی اور ان گھٹاٹوپ تاریکیوں کے اندر رسالت کا ایک چمکتا ہوا آفتاب نمودار ہوا۔ اسلامن کا بادل آیا اور رحمت خداوندی بن کر برسا۔ حضور سراپا نور وسرور کا ظہور ہوا تو عرب کے اجڑے دیار میں بہار آ گئی۔ عداوت کی جگہ محبت نے' وحشت کی جگہ انس نے' انتقام کی جگہ عفو نے' خود غرضی کی جگہ اخلاص وایثار نے اور غرور کی جگہ تواضع وانکساری نے لے لی۔ پھر عرب کی سرزمین پر وہ انقلاب آیا کہ جس نے عرب کی کایا ہی پلٹ دی۔ اور تاریخ کا رخ موڑ دیا۔

اسلام کے دامن میں پناہ زین ہونے کے بعد اہل اسلام نے اتحاد واتفاق کی وہ نعمت پائی کی جس کی بدولت وہ ذلت ورسوائی

کی پستیوں سے نکل کر ترقی وعزت کی شاہراہوں پر گامزن ہوگئے۔سارے عالم میں ان کے ڈنکے بجنے لگے۔زمین ان نفوس قدس کے وجود پر ناز کرتی تھی۔آسمان ان کی کامیابیوں پر مسکراتا تھا' شمس وقمران کے کارناموں پر داد تحسین دیا کرتے تھے۔ تاریخ نے اُن کے اتحاد واتفاق' عزت وکامرانیوں کی داستانوں کو اپنے سنہری صفحات میں درج کردیا' پھر دین اسلام صرف سرزمین عرب تک ہی محدود نہ رہا بلکہ سارا عالم آفتاب انعام کی کرنوں سے جگمگانے لگا اور اہل اسلام اللہ تبارک تعالیٰ کے اس فرمان''**واعتصموا بحبل الله جميعاً و لا تفرقوا**'' کی تفسیر ومصداق نظر آئے تھے۔

چنانچہ اسلام کی اس روزافزوں مقبولیت اور ترقی کو دیکھ کر کفار گھبرا گئے اور اہل عناد' بغض وعداوت کی آگ میں بھڑکنے لگے۔سرکشی کے جذبہ میں مسلمانوں کے اس بے مثال اتحاد کو دیکھ کر یہود ونصاریٰ کا خوف وہراس' بغض وحسد عروج کی منزلوں پر پہنچ گیا۔انہیں اپنے پاؤں تلے زمین سرکتی ہوئی دکھائی دینے لگی۔چنانچہ انہوں نے مشتعل ہوکر مسلمانوں کے اس تحاد کو پارہ پارہ کرنے کی سازشیں شروع کردی اور مسلمانوں کے درمیان اختلاف وانتشار کی دیواریں کھڑی کرنے کی کوشش کی۔اسلام اور اہل اسلام پر بے بنیادالزامات اور جھوٹے بہتان لگانے کی مہم تیز کردی۔کبھی حضورﷺ کی آفتاب سے تابندہ تر سیرت پر انگشت نمائی کی جاتی تو کبھی ناموس رسالت پر حملے کئے جاتے۔کبھی ختم نبوت کا انکار کیا جاتا تھا کبھی مہدی وعیسیٰ ہونے کا اقرار کیا جاتا۔ کبھی نبی ورسول ہونے کا دعویٰ کیا جاتا تو کبھی خدا کا بیٹا (نعوذ باللہ) اپنے آپ کو گردانا جاتا۔الغرض اپنی کئی ایک سازشوں کے ذریعہ انہوں نے ملت وحدت کو تو پارہ پارہ کردیا۔مگر اسلام کی عظمتوں پر حرف تک نہ لاسکے' بلکہ دین اسلام ان کی ناپاک سازشوں کی بدولت اور بھی اپنی تابانیوں اور ضوفشانیوں کے ساتھ روز بروز ترقی کرتا رہا۔چنانچہ حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ محمد انواراللہ فاروقی قدس سرہ العزیز اپنی کتاب''افادۃ الافہام'' جلد اول ص ۳۹ میں اسی حقیقت کو واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔''مخالفین کی کوششوں سے بعض مسلمان عیسائی اور مرزائی وغیرہ ہوجاتے ہیں مگر علمائے اسلام کے وعظ ونصائح سے ہر طرف لاکھوں مختلف ادیان والے جوق درجوق اسلام میں داخل ہوجاتے ہیں''۔

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے ۔۔۔ اتنا ہی یہ اُبھرے گا' جتنا کہ دباؤ گے

قارئین کرام: حضور پاکﷺ کے اس لہلہاتے گلشن پر بہت سی آندھیاں آئیں اور اپنا اپنا زور دکھا کر چلی گئیں مگر اسلام کا یہ گلستان اسی طرح سرسبز وشاداب رہا' اس آفتاب پر بارہا تاریک بادل اور غبار آئے' مگر یہ آفتاب اقبال اسی طرح چمکتا دمکتا رہا۔کیوں نہ ہوتا کہ یہ وہ نور ہے جس کو ہمیشہ تاباں ودرخشاں رکھنے کا ذمہ خود اللہ تبارک تعالیٰ لیا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے'' ''**نحن نزلنا الذكر و انا له لحافظون**''۔

فانوس بن کے خدا جس کی حفاظت کرے ۔۔۔ پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

عرب ہو یا عجم ہر آنے والا دین اسلام اور مسلمانوں کے لئے ایک نیا فتنہ لے کر آیا۔ ہرنئی رات دین وایمان کے بنسبت پہلے سے زیادہ ظلمت وتاریکی کو لے کر آرہی ہے۔ آج سے چودہ سو سال قبل حضور مخبر صادق نبی برحق ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا ''انی لأری الفتنة تقع خلال بیوتکم کوقع المطر ''یعنی لوگوں میں فتنوں کو دیکھتا ہوں کہ وہ تمہارے گھروں کے درمیان اسطرح گر رہے ہیں جسے بارش برستی ہے: (بخاری شریف) صداقتوں کی تعبیر کتنی واضح ہے کہ آج کا یہ دور حضور پاک ﷺ کے اس فرمان پر پوری طرح صادق آرہا ہے۔ آج ہر مسلم گھرانہ فتنوں کے بھنور میں پھنسا ہوا ہے۔ ملت اسلامیہ ہر طرف سے یہودیوں کی مکروہ اور ہلاکت خیز سازشوں کا شکار ہورہی ہے۔ فلسطین ہو یا کشمیر برما ہو کہ شام' عراق ہو یا ایران ہر جگہ مسلمان ظالموں کے نرغے میں ہیں۔ اسلام دشمن عناصر جہاں مسلمانوں کی جانوں پر حملے کر رہے ہیں وہیں ان کے ایمان واسلامن پر بھی حملے کر رہے ہیں' کبھی شریعت اسلامیہ کے قوانین کو نشانہ بنایا جاتا ہے کبھی نبوت ومسیحیت کے جھوٹے مدعی پیدا کر دیئے جاتے ہیں۔ اسطرح فتنوں کا ایک حیرتناک منظر امت مسلمہ کے سامنے ہے۔ ظہور فتن کے ان بھیانک حالات میں ایسا بھی نہیں کہ اہل علم وعلماء نے فتنوں کے سد باب میں کوئی کمی وکسر اٹھا رکھی ہے۔ لیکن فتنوں کا حال' یہ ہے کہ ختم ہونا تو دور کی بات ان کا سلسلہ ٹوٹنے کا بھی نام نہیں لیتا۔

اگر حالات اور تاریخ کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ختم نبوت کا انکار' دعوی نبوت'' دعویٰ مسیحت ومہدویت صرف اس ازالہ کا المیہ نہیں ہے بلکہ دین اسلام کی آمد کے بعد کرہ ارض پر ان گنت ایسے لوگ آئے جنہوں نے اسلام کی متین بنیادوں کو خام کرنے اور اپنے مذموم مقاصد کو حقیقت کا جامہ پہنانے کے لئے انکار ختم نبوت ودعویٰ نبوت وغیرہ کا سہارا لیا۔ اس فتنے کے ابھرنے پر امت مسلمہ بہت سے مسائل میں گھر گئی' چنانچہ سب سے پہلے حضور رحمت عالم ﷺ کی حیات طیبہ کے آخری ایام میں ہی مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نتائج کی پرواہ کئے بغیر اس کے خلاف لشکر کشی کی' اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں صحابہ کرام کا ایک لشکر جرار تشکیل دے کر اس کا سد باب کیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس وقت تک چین کی سانس نہیں لی جب تک اس جھوٹے نبی کی موت کے گھاٹ نہ اتار دیا۔ اس جہاں میں ہزاروں کی تعداد میں مسلمان بھی شہید ہوئے۔ جن میں سینکڑوں حفاظ قرآن اور جلیل القدر وعظیم المرتبت صحابہ کرام بھی موجود تھے۔ لیکن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اتنی قربانی دے کر بھی اس فتنے کو کچلنا ضروری سمجھنا' اس لئے کہ آپ نور صدیقیت سے دیکھے کہ اگر ذرا سا تساہل بھی برتا جائے تو یہ امت سینکڑوں گروہوں میں بلکہ سینکڑوں امتوں میں بٹ جائیگی۔ ہر امت کا اپنا نبی ہوگا اور وہ اسی کی شریعت اور سنت اپنائے گی۔ اسطرح اس رحمۃ اللعالمین ﷺ کے زیر سایہ اسلام کے اس مضبوط قلعہ پر انسانیت کے اتحاد کی ساری امیدیں ختم ہوجائیں گی۔ اور ''انی رسول اللہ الیکم جمیعاً '' کا سہانا منظر کبھی بھی نظر نہیں آئیگا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور صحابہ اکرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کے اسی اجماعی اقدام نے مسئلہ ختم نبوت میں کسی رخنہ کو جگہ نہ پانے دی۔ اور یہ عقیدہ بلا کسی تاویل و تخصیص کے آگے منتقل ہوتا رہا، لیکن اس کے بعد بھی کئی مدعیان نبوت نے انکار ختم نبوت کر کے جہنم کے لئے ایندھن فراہم کیا جن میں ''مرزا غلام احمد قادیانی'' سرفہرست نظر آتا ہے۔ وہ مرزا غلام احمد قادیانی جس نے مخالفین اسلام کے ناپاک عزائم و مقاصد کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کا ذمہ لیا اور اسلامی عقائد و نظریات پر شدید حملے کئے، کبھی ختم نبوت کا انکار کیا تو کبھی نبی و رسول ہونے کا دعویٰ کیا۔ کبھی شان رسالت علی صاحبھا الصلوۃ والتسلیم میں گستاخی کا مرتکب ہوا تو کبھی قرآن پاک میں تحریف کر کے شان رسالت میں نازل شدہ آیات کا مصداق خود کو ٹھہرایا۔ کبھی مہدی ہونے کا دعویٰ کیا تو کبھی مسیح ہونے کا دعویٰ کیا اور کبھی آیات قرانیہ کا انکار تو کبھی احادیث صحیحہ کا انکار کیا۔ اس طرح اس نے اپنے بے شمار فاسد خیالات و دعووں کے ذریعہ لاکھوں مسلمانان امت کو اپنے شرور و فتن کی لو میں لپیٹ لیا۔ اسلامی عقائد و اصول کو بگاڑنے میں اس قدر جانفشانیاں اور سازشیں کی کہ امت مسلمہ نے اس کی شرارتوں سے بہت نقصان اٹھایا۔ ہزاروں لاکھوں مسلمان دین اسلام سے ارتداد کا جرم کر بیٹھے اور اپنے آپ کو ذلت و رسوائی اور ہلاکت و بربادی کے گڑھے میں گرا لیئے۔

بالآخران دردناک حالات کو دیکھ کر مفکرین اسلام اور علمائے امت نے اس کی سرکوبی کے لئے اپنا قدم اٹھایا اور اپنے وعظ و نصائح، کتب و رسائل اور تحریرات کے ذریعہ قلمی جہاد کیا۔ عالم اسلام کے ہر خطہ میں اس کی تردید کی گئی۔ ہندوستان کی سرزمین پر بھی بلکہ اس کے گوشہ گوشہ میں اس کی مخالفت کی گئی اور عالمی سطح پر اس فتنہ کا رد کیا گیا۔ اور ادھر دکن میں مصلح امت خیر خواہ ملت حضرت شیخ الاسلام عارف باللہ امام محمد انوار اللہ الفاروقی قدس سرہ العزیز بانی جامعہ نظامیہ نے اس فتنہ کے ابطال و انسداد میں بڑی سعی بلیغ فرمائی اور اس کی تردید میں دو بے مثال کتابیں تصنیف فرمائیں۔

(۱) افادہ الافہام حصہ اول۔ افادۃ الافہام حصہ دوم (۲) انوار الحق جس میں حضرت العلام نے مرزا غلام احمد قادیانی کے مذہب و خیالات و حالات کا تفصیلی جائزہ لیا۔

حضرت شیخ الاسلامؒ نے اپنی ان تصانیف کے ذریعہ سے مسلمانوں کو اس فتنہ پر آگاہ فرمادیا، تاکہ مسلمان اس کے دل فریب میں گرفتار ہو کر کہیں اسلام کی لازوال نعمت سے نہ محروم ہو جائیں، اگرچہ کہ فتنۂ قادیانیت کے سلسلہ میں ہزارہا کتابیں لکھی گئیں، مگر حضرتؒ کی یہ تصانیف حرف اخیر کا درجہ رکھتی ہیں اور وہ شان رکھتی ہیں کہ نہ صرف فتنہ قادنیت کی تردید کیلئے کافی ہیں بلکہ تا صبح قیام قیامت جس قدر بھی فرقے رونما ہوں گے جو اس قسم کے عقائد رکھتے ہوں تو وہ ان کے لئے بھی کافی و شافی ہیں اور اہل مرتاض ۔۔۔کے لئے اکسیر کا درجہ رکھتی ہیں۔

قارئین کرام: اب رہا عصر حاضر کا ایک جدید فتنہ، تو مختلف ذرائع ابلاغ اور اخبارات کے ذریعہ یہ خبر پھیل رہی ہے اور سوشیل

میڈیا پر بھی یہ خبر گشت کر رہی ہے کہ جس طرح ''قادیانی فرقہ'' ایک طویل عرصہ سے اپنے کفریہ عقائد کو پھیلا رہا ہے'اور دین اسلام کو ناکام کرنے کے لئے سازشوں کے جال بن رہا ہے اور اپنی فتنہ پروازوں کے ذریعہ مسلمانوں کی صفوں میں انتشار پیدا کر رہا ہے اسی طرح دور حاضر میں ''شکیلیت'' نام کے دجالی فتنے نے سر اٹھایا ہے۔اس فتنہ کا بانی مبانی شکیل بن حنیف ہے۔

بتایا جاتا ہے کہ شکیل بن حنیف دربھنگہ بہار کے ایک عثمان پور کا رہنے والا ایک شخص ہے' جس نے چند برس قبل جبکہ وہ دہلی میں تھا مہدی اور عیسیٰ مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا اور اب نبی ہونے کا بھی دعویٰ کر رہا ہے۔مختلف ممالک' بہار' پٹنہ سمانچل کے اضلاع' مدھیہ پردیش' یوپی وغیرہ میں ہزاروں کی تعداد میں مسلمان اس کے دام فریب میں گرفتار ہوکر اپنے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے اور اس فتنہ کا شکار ہونے والوں میں تیس تا چالیس فیصد تعداد ان مسلمانوں کی ہے جو اہلسنت والجماعت سے تعلق رکھتے تھے۔اطلاعات کے مطابق یہ فتنہ بہت ہی تیزی کے ساتھ اپنے کفریہ عقائد کو پھیلانے میں مصروف عمل ہے۔اور اپنی خفیہ تدابیر سے ایسے جوانوں کو اپنے دام فریب میں گرفتار کرتا جا رہا ہے جو عصری تعلیم سے وابستہ اور اسلامی تعلیمات سے بہت دور ہیں۔

اس فتنہ کو پھیلانے والوں کی حالت یہ ہے کہ وہ اللہ تبارک تعالیٰ کے اس فرمان''**و اذا رأیتھم تعجبک اجسامھم و ان یقول تسمع لقولھم کانھم خشب مسندہ** ''(۴۔المنافقون) کے مطابق ایسے لوگ ہیں کہ بظاہر اپنی شکل صورت سے مسلمان نظر آتے ہیں اور بڑے متبعین قرآن وسنت دکھائی دیتے ہیں اور جب وہ بات کرتے ہیں یا کسی کو اپنے دام فریب میں گرفتار کرنے کیلئے گویا ہوتے ہیں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ گویا ان کی زبان سے اسلام کی حقانیت آشکار ہو رہی ہے۔لیکن اگر ان کی حقیقت پر نظر ڈالی جائے تو پتہ چلتا ہے کہ وہ یہ فرمان الٰہی''**کانھم خشب مسندۃ** ''کے مطابق جمالی خربوزے ہیں باہر سے خوبصورت اندر سے پھیکے' اسلامی کمالات تو کجا ان میں انسانی خوبیوں کا نام ونشان بھی نہیں ہے بلکہ یہ لوگ اپنی ناپاک زبان کے زہرآلود تیروں کے ذریعہ کبھی تو عظمت مصطفیٰ ﷺ اور ناموس رسالت کو اپنا نشانہ بناتے ہیں تو کبھی عقائد اسلام پر حملے کرتے پھرتے ہیں۔

بتایا جاتا ہے کہ ابتداء یہ لوگ چھپ کر شان رسالت میں گستاخیاں کرتے تھے اور اب کھلے عام کرنے لگے ہیں۔اور ان لوگوں کا یہ گروپ دن بدن بڑھتا جا رہا ہے۔شکیل بن حنیف کے پیروکار کبھی تو کہتے ہیں کہ اگر کوئی قرآن وحدیث سے ثابت کر دے کہ ہم غلطی پر ہیں' تو ہم توبہ کر کے ان کے ساتھ ہوجائیں گے اور کبھی کہتے ہیں کہ ہم بغیر کسی دلیل کے شکیل بن حنیف کو امام مہدی و مسیح تسلیم کرتے ہیں اور کبھی سرکشی کے جذبات میں آکر کہتے ہیں اگر ہمارے بطلان پر قران بھی پیش کردے تو ہم اسے قبول نہیں کریں گے(العیاذ باللہ)۔

یہاں مجھے حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ رحمہ اللہ علیہ کا وہ قول یاد آ رہا ہے جو آپ نے اپنی کتاب''افادۃ الافہام'' حصہ اول

ص ۳۷۸ میں تحریر فرماتے ہیں’’ بات ہے کہ جب شیطان کا غلبہ پورے طور پر ہوجاتا ہے تو آدمی خدا کو بھی بھول جاتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے: ’’استحوذ علیھم الشیطان فانسھم ذکر اللّٰہ ‘‘ المجادلہ۔۱۹) یعنی شیطان ان پر غالب آگیا ہے اور اس نے ان کو خدا کی یاد بھلادی‘‘ انتہی۔ چنانچہ شکیل ن حنیف کے پیروکاروں کا بھی یہی حال ہے کہ شیطان نے ان پر پورے طور پر غلبہ پالیا ہے۔اس لئے یہ لوگ خدائے تعالیٰ کو بھول کر ضلالت وگمراہی ظلمت وتاریکی کے گھٹاٹوپ وادیوں میں حیران س گرداں پھر رہے ہیں‘ تعصب کو عینک آنکھوں پر لگا کر سرکشی کے جذبات میں قرآن وحدیث کا بھی انکار بیٹھے‘ اورحق وباطل کے درمیان فرق نہ کرتے ہوئے اپنے ایمان کو داؤ پر لگا بیٹھے۔اوراحکام اسلام کے خلاف ورزی کرنے لگے‘ خوف خدا وخشیت الٰہی سے اُن کے دل کے بستیاں ویران ہوگئی ہیں‘ چنانچہ یہ لوگ اپنے انجام کار سے بے خبر اور بے خوف آخرت سے بے فکر ہوکر شکیل بن حنیف کے شیطانی جال میں پھنس گئے۔حالانکہ اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن پاک میں ان کے انجام بد کی یاددہانی کراتے ہوئے فرمایا: **فکان عاقبتھما أنھما فی النار خالدین فیھا ‘ و ذالک جزاء الظالمین** ‘‘(۱۷۔الحشر) یعنی جولوگ شیطان کے مکروفریب میں گرفتار ہوکر خدا تعالیٰ کو بھول جاتے ہیں ان کے بارے میں اللہ پاک ارشادفرماتا ہے کہ: شیطان اوراس کے حیلے کا انجام یہ ہوگا کہ وہ دونوں آگ میں ڈالے جائیں گے اس میں ہمیشہ یہ جلتے رہیں گے اور یہی ظالموں کی سزا ہے۔

قارئین کرام: اب رہا فتنہ شکیلیت کا بانی مبانی شکیل بن حنیف تو اس کا یہ حال بیان کیا گیا کہ وہ دینی تعلیم تو دور کی بات عصری تعلیم بھی مکمل نہیں کیا ہے۔گھر کا حال یہ ہے کہ نہ ماں باپ دیندار نہ ماحول ومعاشرہ دیندار‘ دنیوی ترقی کے دوڑ میں اس درمحو ہے کہ بچوں کو ٹیوشن پڑھاتا ہے اس کے باوجود کبھی ختم نبوت کا انکار کر کے خود کو آخری نبی گمان کررہا ہے تو کبھی مہدی ہونے کا دعویٰ کررہا ہے کبھی عیسیٰ مسیح علیہ السلام کے نزول کا انکار کے خود کو عیسیٰ مسیح موعود کہتا ہے تو کبھی اس بات کا پروپگنڈہ کرتا ہے کہ ’’مجھے خدا کی جانب سے ذمہ داری سونپی گئی‘‘ بڑے بڑے علماء کرام وصلحائے امت سے چیلنج کرتا پھر رہا ہے کبھی علماء کے سامنے آنے کی جرأت نہیں کرسکا۔قرآن وحدیث میں قینچی کی طرح زبان چلاتا ہے اور الہام کا نام لے کر احادیث وقرآن کے معانی ومفاہیم میں زندیقوں جیسی تاویلات کرتا ہے‘ کبھی احادیث صحیحہ کا انکار کردیتا ہے خفیہ تدابیر اور چالاکیوں کے ذریعہ اپنی تحریک چلاتا ہے‘ دین کے نام پر اپنے مکروفریب کا جال بچھا کر بہت سارے نوجوانوں کو اپنے شکار میں پھانس رہا ہے۔

اس فتنہ کی دعوت واشاعت میں اس کے داعیوں کا طریقہ کار یہ بتلایا گیا ہے اولاً یہ خفیہ طور پر کس کالج یا یونیورسٹی سے وابستہ دینی تعلیمات سے دورنوجوانوں سے رابطہ کرتے ہیں‘ پھر اس سے عام دینی باتیں کرتے ہیں اور اپنے اقوال وافعال سے اس قدر دینیت اسلامیت کا اظہار کرتے ہیں کہ وہ سادہ لوح اور ناواقف نوجوان ان سے بہت زیادہ متاثر ہوجاتا ہے اور انہیں بہت ہی دیندار سمجھنے لگتا ہے‘ پھر اسے مختلف کارکردگیوں کے ذریعہ یہ یقین دلاتے ہیں کہ علماء کو دین کا پورا پورا علم نہیں ہے۔اور مکمل

دین کو جاننے والے بس یہی لوگ ہیں۔اس کے بعد باور کراتے ہیں کہ دجال کی آمد ہو چکی ہے جس کی خبر حضور ﷺ نے اپنی احادیث مبارک کے ذریعہ دی تھی۔اور وہ امریکہ اور فرانس کو دجال قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک حدیث میں جو یہ بتایا تھا کہ دجال کی پیشانی پر کافر لکھا ہوگا۔اس سے آپ ﷺ کا اشارہ یہ دونوں ممالک امریکا اور فرانس ہیں اس لئے کہ جب ان دونوں ممالک کے نام ایک ساتھ ملا کر لکھے جائیں۔''امریکا فرانس'' تو بیچ میں کافر لکھا ہوا ہوتا ہے اور دجال کی ایک آنکھ و ہنے کا مصداق وہ سیٹلائیٹ کو قرار دیتے ہیں۔پھر اس کے بعد داعیان شکیلیت یہ کہتے ہیں کہ دجال کی آمد کے بعد ہی مہدی و عیسیٰ کو آنا تھا۔سو وہ آچکے ہیں اور وہ ''شکیل بن حنیف'' ہے لہذا اب نجات کا یہ ایک ہی ذریعہ ہے ہم ان کے ہاتھ پر بیعت کرلیں۔چنانچہ وہ نوجوان سفینۂ نجات میں سوار ہونے کے جذبہ میں آخر کار ''شکیل بن حنیف'' کو مہدی و عیسیٰ مسیح مان لیتا ہے اور اس کے ہاتھ پر بیعت کر کے اپنے ایمان کا سودا کر بیٹھتا ہے۔

و نیز داعیان شکیلیت ''لامہدی الاعیسی'' کو دلیل بنا کر کہتے ہیں کہ مہدی اور عیسیٰ ایک ہی شخص ہے اور شکیل بن حنیف ہے۔حالانکہ احادیث مبارکہ سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے مہدی اور عیسیٰ علیہما السلام الگ الگ شخصیات ہیں۔رہی مذکورہ حدیث ''لا مہدی الاعیسی'' تو اس کے بارے میں حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ محدثین نے تصریح کی ہیں کہ یہ حدیث ضعیف منکر، منقطع مجہول ہے'' (افادۃ الافہام۔ج:ا ص:۴۰)

اب رہے دجال کے ظہور اور امام مہدی و عیسیٰ علیہما السلام کے ظہور کے متعلق احادیث میں مذکور علامتیں تو وہ یہ ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے احادیث مبارکہ کی روشنی میں دجال کے متعلق یہ واضح فرمایا کہ دجال وہ کوئی سیٹلائیٹ نہیں ہوگا جیسا کہ داعیان شکیلیت کا دعویٰ ہے کہ بلکہ وہ ایک شخص متعین ہوگا، تمام انبیا کرام علیھم السلام نے اپنے اپنے زمانے میں اپنی امتوں کو اس کے فتنہ سے ڈراتے رہے، یہاں تک کہ نبی کریم ختم المرسلین ﷺ نے بھی اپنی امت کو دجال کے فتنہ سے ڈرایا اور اس کے بیان فرمایا کہ وہ عراق وشام کے درمیانی راستے سے نکلے گا۔تمام روئے زمین کو فتنہ وفساد سے بھر دے گا خدائی کا دعویٰ کرے گا۔ممسوح العین یعنی کانا ہوگا، مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں جانے کا ارادہ کرے گا مگر فرشتے اس کو روک دیں گے۔لہذا وہ مکہ اور مدینہ میں داخل نہیں ہوگا۔اس کی اتباع کرنے والوں میں اکثریت یہودیوں کی ہوگی۔مقام لُد میں حضرت عیسی السلام اسے قتل کریں گے۔

حضرت امام مہدی کے متعلق حضور ﷺ نے یہ علامتیں بیان فرمائی کہ وہ حضرت فاطمہ کی اولاد میں سے ہوں گی۔مدینہ شریف میں پیدا ہوں گے، ان کا نام محمد ہوگا اور والد کا نام عبداللہ ہوگا۔چالیس سال کی عمر میں ان کو مکہ مکرمہ، حرم کعبہ میں شام کے چالیس ابدالوں کی جماعت پہنچائے گی وہ نئی لڑائیوں میں مسلمان فوجوں کی قیادت کریں گے۔یہاں تک کہ جب شام جامع دمشق میں پنچیں گے تو وہاں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا۔حضرت عیسی السلام کے نزول بعد پہلی نماز حضرت سیدنا مہدی علیہ الرحمہ

کے پیچھے ادا کریں گے۔ حضرت مہدی علیہ الرحمہ والرضوان کی کل عمر ۴۹ سال کی ہوگی۔ چالیس سال کی عمر میں خلیفہ ہوں گے ' سات سال کی خلافت کے فرائض انجام دیں گے اور دو سال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نیابت میں رہیں گے ۴۹ سال کی عمر میں وفات پائیں گے۔

حضور پاک ﷺ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق جو پیشن گوئیاں فرمائی وہ یہ ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے قریب دو فرشتوں کے پروں پر ہاتھ رکھے نازل ہوں گے' دو زرد رنگ کی چادریں زیب تن کئے ہوئے ہوں گے۔ دمشق کی مسجد کے مشرقی سفید منار پر نازل ہوں گے۔ یہاں نماز کے پہلی نماز کے علاوہ تمام نمازوں میں امامت کریں گے۔ حاکم عادل ہوں گے پوری دنیا میں اسلام کو پھیلا دیں گے پھر دجال کو قتل کریں گے۔ نزول کے بعد ۴۵ سال قیام کریں گے۔ مدینہ طیبہ میں فوت ہو گے۔ اور رحمت عالم ﷺ' حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی معیت میں روضہ اطہر میں دفن کئے جائیں گے۔

اب رہا ختم نبوت کا مسئلہ تو علمائے امت کے آیات قرانیہ اور احادیث صحیحہ سے ثابت شدہ قطعی اور یقینی دلائل کی روشنی میں تمام اہل اسلام کا غیر متزلزل عقیدہ اور ایمان ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ سب سے آخری نبی ہیں۔ حضور کی تشریف کے بعد نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ حضور ختم المرسلین ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جب آفتاب محمدی طلوع ہو چکا اور عالم کا گوشہ گوشہ اس کی کرنوں سے روشن و منور ہو رہا ہے تو پھر دن کے اجالے میں کسی چراغ کو روشن کرنا قطعاً قرین قیاس ہے۔ لہذا جو شخص بھی اب اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور جو بد بخت اس کے دعوے کو سچا تسلیم کرتا ہے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج اور مرتد ہے۔

مذکورہ تمام عقائد و دلائل اور احادیث کے تناظر میں دیکھا جائے تو واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تو نہ احادیث میں مذکور دجال کا فتنہ ظہور میں آیا ہے اور نہ ہی امام مہدی اور عیسیٰ مسیح موعود علیہ السلام تشریف لائے ہیں' رہا شکیل بن حنیف کا دعویٰ مسیحیت مہدویت اور دعویٰ نبوت تو وہ سراسر جھوٹ پر مبنی ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان ''**انہ سیکون فی امتی کذابون ثلثون کلھم یزعمون أنه نبی**'' اور ''**انی لأری الفنة تقع خلال بیوتکم کوقع المطر**'' کے مطابق اس دور کا ایک جدید فتنہ ہے۔ اسی لئے جمہور علمائے کرام اور تمام مفتیان عظام نے متفقہ طور پر شکیل بن حنیف اور اس کے ماننے والوں کو ان کے ان تمام چھوٹے دعوؤں کی بناء پر دائرہ اسلام سے خارج کر دیا۔ و نیز علمائے جامعہ نظامیہ نے بھی گذشتہ سال میڈیا پر اور تمام اخبارات میں شکیل بن حنیف اور اس کے ماننے والوں کو خلاف اسلام سے خارج ہونے کی وضاحت فرما دی۔

اب آیئے دیکھتے ہیں کہ فتنوں کے ظہور کے وقت امت مسلمہ اور علمائے امت کی کیا ذمہ داریاں بنتی ہیں۔ اس سلسلہ میں حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ قدس سرہ العزیز اپنی کتاب ''افادۃ الافہام' حصہ اول ص ۳۷۹ اور ۳۸۰ پر تحریر فرماتے ہیں۔ ''اب یہ معلوم کرنے کی ضرورت ہے کہ ایسے فتنوں کے وقت مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے پہلے یہ بات معلوم کرنے کی ضرورت ہے کہ حق

تعالیٰ نے ایک مخفی راز پر مسلمانوں کو مطلع کر دیا کہ جو لوگ فتنہ انگیزیاں کرتے ہیں ان کے خدائے تعالیٰ نے اسی واسطے پیدا کیا کہ اس قسم کے کام کریں اورانجام کار رسوا ہوں۔ چنانچہ فرماتا ہے قولہ تعالیٰ ’’**و کذالک جعلنا فی کل قریة اکبر مجرمیها لیمکروا فیها و ما یمکرون الا أنفسهم و ما یشعرون** ‘‘(۱۲۳۔الانعام) یعنی اورایسا ہی ہے ہم نے ہر بستی میں بڑے بڑے فساق پیدا کیئے تا کہ ان میں فتنہ انگیزیاں اور مکر کریں اور جتنی مکاریاں وہ کرتے ہیں اپنے حق میں کرتے ہیں اور نہیں سمجھتے۔ انتہی

مذکورہ آیت مبارک پیش فرمانے کے بعد حضرت شیخ الاسلامؒ بیان فرماتے ہیں۔

’’اگر یہ آیت شریفہ نازل نہ ہوتی تو اس قسم کے لوگوں کی ترقی پہ خدشہ ضرور ہوتا کہ شاید یہ بھی مقبول بارگاہ ہوں جس کو اس قسم کی تائید ہو رہی ہے۔اس قسم کے لوگوں کی ترقیات سے مسلمانوں کو یہ خیال کرنا چاہئے کہ ہماری ابتلاء اور آزمائش کے لئے حق تعالیٰ نے ان کے پیدا کیا ہے۔اور یہ تائید ان کی حقانیت پر دلیل نہیں ہوسکتی کیونکہ حق تعالیٰ فرماتے ہے۔قولہ تعالیٰ:’’**کلا نمد هولاء و هؤلاء من عطاء ربک و کان عطاء ربک محظوراً** ‘‘(۲۰۔بنی اسرائیل) یعنی طالب دنیا وطالب آخرت ہر ایک ہم کو ہم مدد دیتے ہیں پرورگار کی ہمنشین بند نہیں‘‘۔(افادۃ الافہام حصہ اول ص ۳۸۰)

یہ بات بیان فرمانے کے بعد حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ العزیز امت مسلمہ کو مزید اس بات کی تعلیم دیتے ہیں کہ فتنوں کے زمانہ میں فتنہ پردازوں کی ظاہری ترقی وکامیابی اور جاہ جلال دیکھ کر انسان دھوکہ میں نہ پڑجائیں اور اس کی حقانیت کو تسلیم نہ کر بیٹھے۔ان کے مکر وفریب میں گرفتار ہوکر اپنے ایمان کو ضائع نہ کرے۔ بلکہ اس حقیقت کو ہمیشہ ہمیشہ نظر رکھے کہ حق کے مقابلہ میں باطل بہت ہی تیزی کے ساتھ پھیل جاتا ہے۔ تاریخ اس بات پر گواہ ہے‘ بلکہ ان ان کا یہ جاہ جلال‘ ترقی وشہرت ان کے مقصد حیات کے مطابق بس دنیا کا تھوڑا سا حصہ ہے جس کی وہ حسرت کرتے ہیں اور ان کے لئے آخرت میں کچھ حصہ نہیں ہے۔ چنانچہ حضرتؒ فرماتے ہیں: ’’آنحضرت ﷺ کے ابتدائی ولادت بابرکت سے آثار نبوت اور راہل رہاصات شروع تھے۔اہل عرب عمر بھر حضرت ﷺ کی صداقت وصدق دیکھا کیئے‘ یہود ونصاریٰ اور کاہنوں کے اخبار سے حضرت کی نبوت کا حال سنا کیئے ۔اور وقتاً فوقتاً معجزات کا مشاہدہ کیئے۔ باوجود اس کے حضرت ﷺ کی وفات کے وقت کل ایک لاکھ سے زائد مسلمان ہوئے اور مسیلمہ کذاب پر دو چار سال ہی میں لاکھ آدمیوں نے ایمان لایا‘ پھر کیا اس فوری ترقی سے مسیلمہ کذاب کی نبوت یا حقانیت ثابت ہوسکتی ہے۔ بات یہ ہے کہ باطل کا ثبوت بہت جلد ہو جاتا ہے۔ حضوصاً اس آخری زمانہ میں جو گویا فتنوں ہی کے واسطے موضوع ہے۔حق تعالیٰ فرماتا ہے’’**من کا یرید حرث الآخرة نزدله فی حرثه و من کان یرید حرث الدنیا نؤنه منها و ماله فی الآخرة من نصیب** ‘‘ (۲۰۔الشوریٰ) یعنی جو کوئی دنیا کی کھیتی کا طالب ہو تو ہم بقدر مناسبت اس کو دنیا دیں گے‘ مگر

پھر آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں۔انتہی۔(افادۃ الافہام ج اص ۳۸۱)

حضرت شیخ الاسلام کی پیش کردہ مذکورہ آیت کی تفسیر ایک ارشاد نبوی سے بھی ہوتی ہے نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''**من كانت الآخرة همه جعل الله غناه في قلبه و جمع له شمله و أتته الدنيا وهي راغمة و من كانت الدنيا همه جعل الله في عينيه' و فرق عليه شمله و لم ياته من الدنيا الا ما قدر به**'' (راوہ الترمذی) یعنی: جو اخروی زندگی کی بہتری کے لئے عمل کرتا ہے اللہ تعالی اس کو پریشانیوں کو دور کردیتا ہے' اس کے دل کو غنی کردیتا ہے اور دنیا ذلیل ہوکر اس کے سامنے آتی ہے اور جو آدمی دنیا کی نیت سے کام کاج میں مصروف رہتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کی یکسوئی اور طمانیت کو درہم برہم کردیتا ہے اور اس کے فقر کو اس کی آنکھوں کے سامنے رکھ دیتا ہے اور دنیا میں اسے اتنا ہی ملتا ہے جتنا اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے لکھا ہے۔

پھر حضرت شیخ الاسلام امت مسلمہ پر تأسف کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''اس میں کوئی شک نہیں یہ لوگ ''**الدنيا زور لا يحصل الا بالزور**'' کو اپنا مقصد بنا کر اقسام کے حیلے اور مکاریاں عمل میں لائے' جن سے دنیا کا پورا پورا حصہ حاصل کرلیا۔ مگر افسوس ان پر ہے کہ دوسروں کی دنیا کے واسطے اپنا دین برباد کیا'' (افادۃ الافھام ص ۳۸۱) و نیز فرماتے ہیں: ''اس کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی کہ کوئی نیا مذہب نکلتا ہے تو لوگ اس کی طرف فقط مائل نہیں بلکہ صدق دل سے اس کے گرویدہ ہوجاتے ہیں' اسی طرح اب تک یہی کیفیت دیکھی جاتی ہے کہ نئی بات اور نئے مذہب کی طرف طبیعتیں مائل ہیں'' (افادۃ الافھام جلد اول ص۔۵)

لہذا امت مسلمہ پر لازم ہے کہ وہ فتنوں کے ظہور کے وقت دین اسلام پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہے' جس قدر ہوسکے اپنے دین کو فتنوں سے محفوظ رکھے' کیونکہ جو انسان فتنوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھتا ہے وہی کامیاب و کامران ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دعا فرمایا کرتے تھے ''**اللهم اصلح لي ديني الذي هو عصمة أمري و أصلح لي دنياي التي فيها معاشي' و أصلح لي آخرتي التي فيها معادي' و اجعل الحياة زيادة لي في كل خير و اجعل الموت راحة لي من كل سر**'' یعنی حضور ﷺ ہمیشہ دعا فرمایا کرتے تھے کہ یا اللہ میرے دینی معاملات کی اصلاح فرما جس میں میری نجات ہے' یا اللہ میرے لئے دنیا بھی درست فرما جس میں میرا معاش ہے' اور میری آخرت بھی اچھی بنادے جس میں مجھے لوٹ کر جانا۔ اور میرے لئے زندگی کو ہر چیز کا ذریعہ بنا اور موت کو ہی شر سے بچنے کا وسیلہ بنادے۔(مسلم شریف)

مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ فاسقوں کی صحبت سے بچیں' اور اخلاقی اور دینی اعتبار سے گرے ہوئے معاشرے سے دور رہیں فتنہ پرور لوگوں کی محفل سے قطعی اجتناب کریں' نیک اعمال کا التزام و اہتمام کریں۔ کیونہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے ''**بادروا بالأعمال فتنا كقطع الليل المظلم يصبح الرجل فيها مومن و يمسى كافرا او يمسي مؤمناً و يصبح كافراً' يبيع دينه بعرض من الدنيا**'' (رواہ مسلم) یعنی: لوگو! سخت سیاہ رات کی طرح گھنے فتنوں کے واقع ہونے سے پہلے پہلے نیک

اعمال کرنے میں جلدی کرو کیونکہ وہ فتنے اتنے خطرناک ہوں گے کہ صبح کے وقت بندہ مومن ہوگا اور شام تک کافر ہوجائیگا۔آدمی دنیا کے معمولی مفاد کے عوض اپنا دین بیچ دے گا۔ونیز یہ بھی ضروری ہے کہ فتنوں کے ظہور میں امت مسلمہ جماعت کو لازم پکڑ کے کیونکہ اللہ تبارک تعالیٰ کا فرمان ہے ''واعتصموا بحبل اللہ جمعیاً ولا تفرقوا '' (آل عمران ۱۰۳) یعنی اللہ کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ تھام لو اور آپس میں تفرقہ بندی نہ کرو اور نبی کریم ﷺ روف ورحیم نے فرمایا: علیکم بالجماعة و ایاکم والفرقة ''یعنی جماعت کو لازم پکڑ لو اور فرقہ بندی سے بچو (الترمذی' کتاب الفتن' باب ماجاء فی لزوم الجماعۃ)۔

اسی طرح امت مسلمہ کو چاہئے کہ برے دوستوں سے پرہیز کرے' کیونکہ حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے' اس لئے تم میں سے کوئی بھی جب دوستی کرے تو پہلے دیکھ لے کہ وہ کس کو اپنا دوست بنا رہا ہے (الترمذی)

مسلمانوں کو چاہئے کہ ہمیشہ دین وایمان کی حفاظت کرتے رہیں' کہ کہیں دنیا کے جھمیلوں اور فتنوں میں گرفتار ہوکر دولت ایمان سے نہ محروم ہوجائیں۔خوف خدا اور فکر آخرت اپنے اندر پیدا کریں۔رضاء الٰہی ہمیشہ پیش نظر رکھیں۔جاہلوں اور کم علم لوگوں کی صحبت سے اجتناب کریں۔گھر کے ہر فرد کو اسلام کی بنیادی تعلیم اور دینی عقائد وضروریات دین سے واقف کرائیں۔ صالحین امت کی صحبت اختیار کی جائے اور ان کے اکتساب فیض سے اپنے باطنی احوال اور نفس کا تزکیہ کریں ' اپنی اولاد کو دینی تربیت سے آراستہ کریں۔فیشن پرستی اور مغربی تہذیب سے دور رکھیں' سلف صالحین کے ایمان افروز واقعات اور خصوصاً سیرت مصطفیٰ ﷺ کے مطالعہ سے اپنے ایمان کو تازگی بخشیں' اپنی زندگی کے ہر موڑ پر قرآن وحدیث کے تناظر میں غور کرتے رہیں کہ اللہ اور اس کے حبیب رسول کریم ﷺ نے ہمیں اس سلسلہ میں کیا رہنمائی فرمائی ہے اور کن چیزوں کا حکم دیا ہے' ناآشنا اور بیگانے بن کر فتنہ پرستوں کی باتوں میں نہ آئیں اور اپنے دین وایمان کو تباہ نہ کرڈالیں۔حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''مسلمانوں کا یہ کام نہیں کہ بیگانوں کی باتیں سن کر خود بھی اپنے ایمان سے بے گانہ بن جائے'' (حقیقۃ الفقہ: ج ۱ص: ۲۸)

بارگاہِ الٰہی میں ہمیشہ خیر وعافیت کی دعا کرتے رہیں اور حضرت شیخ الاسلامؒ نے جو دعا ہمیں سکھلائی ہیں وہ ہمیشہ کرتے رہیں' چنانچہ حضرت شیخ الاسلامؒ مقاصد الاسلام حصہ چہارم صفحہ نمبر ۶۹ میں تحریر فرماتے ہیں ''یہ دعا کرنا چاہئے کہ خدائے تعالیٰ اہل ایمان کو استقامت عطا فرمائے کہ اخیر زمانوں میں فتنوں سے محفوظ رہیں''۔

اب رہا فتنوں کے ظہور میں علمائے امت کی ذمہ داریاں تو ایسے حالات میں علمائے امت کو چاہئے کہ وہ دین اسلام کے خلاف اٹھنے والے ان فتنوں کا بڑی شدومد کے ساتھ قرآن وحدیث کی روشنی میں رد کریں اور ان فتنوں کے سدباب کے ئے دین کی بنیادی تعلیمات کو عام کریں دینی مکاتب اور کاسیس کا قیام عمل میں لائیں ''کنتم خیر امة أخرجت للناس تأمرون

بالمعروف و تنھون عن المنکر '' کے پیش نظر اسلام کا پیغام دنیا کے کے کونے کونے میں پھیلانے کی کوشش کریں۔اپنے زبانی اور قلبی جہاد کے ذریعہ فتنوں کا مقابلہ کریں اور اپنی تمام تر کوشش اور جد وجہد کے باوجود اگر حالات بہتری پر نہ آئیں تو پھر اس وقت علمائے امت کو حضرت شیخ الاسلام کی اس نصیحت پر کرنا چاہئے کہ جو آپ نے علمائے امت کے لئے تحریر فرمایا کہ:

''اہل ایمان اس بات کے مامور اگر جعلی انبیاء وغیرہ ہم مسلمانوں کو بہکا دیں تو بمقتضائے ''الدین النصیحۃ ''ان کی خرابیوں پر تنبیہ کر دیں اور جو نہ مانیں تو ان پر غم کھانے کی کوئی ضرورت نہیں، رحمت للعالمین ﷺ کفار کے ایمان نہ لانے پر باقتضائے رحمت طبعی بہت غم کھاتے تھے اس پر حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:''لعک باخع نفسک ان لایکونوا مومنین ''یعنی شائد کہ تم اپنے پیغمبر ﷺ اپنے کو ہلاک کرلو گئے اس پر کہ وہ ایمان نہیں لائے۔انتہی اور نیز ارشاد ہے قولہ تعالیٰ:لا یحزنک والذین یسارعون فی الکفر من الذین قالوا آمنا بافواھھم و لم یؤمن من قلوبھم ''(المائدہ۔۴۱) یعنی اے رسول، غم نہ کھاؤ ان پر جو کفر میں سعی کرتے ہیں وہ جو کہتے ہیں اپنے منہ سے کم ہم مسلمان ہیں اور ان کے دل مسلمان نہیں، انتہی۔اور مسلمانوں کو ارشاد ہے''یاایھا الذین آمنوا علیکم انفسکم ' لا یضر کم من ضلّ اذا اھتدیتم ''یعنی مسلمانو!تم اپنی خبر رکھو، جب تم راہ راست پر ہو تو کوئی بھی گمراہ ہوا کرے اس کا گمراہ ہونا تم کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتا۔انتہی اور حدیث شریف میں ہے''عن علی رصی اللہ عنہ قال : قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تکرھوا الفتنۃ فی آخری الزمان فانھا بتسیر المنافقین ''(ابو نعیم) کذافی کنز العمال۔یعنی فرمایا نبی کریم ﷺ نے کہ آخری زمانہ میں فتنے کو برا نہ سمجھو اس لئے کہ وہ منافقوں کو ہلاک کردے گا۔مطلب یہ کہ جن لوگوں کے دل میں پہلے ہی سے پورا ایمان نہیں، وہ فتنہ پردازوں کی تصدیق فوراً کرلیں گے اور ہلاک ہوں گے۔اور سچے مسلمان اپنے کمال ایمان کی وجہ سے ان کے فتنوں سے محفوظ رہیں گے۔چونکہ ایسے ایمان والوں کو مسلمانوں میں رہنا کچھ مفید نہیں بلکہ ان کا علحدہ ہوجانا ہی بہتر ہے۔اس لئے تخصیص کر کے آخری زمانے والے مسلمانوں کو ارشاد ہوا کہ اس زمانہ میں فتنے کو مکروہ نہ سمجھو کیونکہ اس میں ایک بڑی مصلحت یہ کہ خالص مسلمان ممتاز ہوجائیں گے۔(افادۃ الافہام ج۔اص:۳۸۱)

آخر میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ اخیر زمانہ کے دجالی فتنوں سے امت مسلمہ کی حفاظت فرمائے: آمین

خدا کے بعد رتبہ تو بس رتبہ محمد کا

حضرت مولانا محمد خواجہ شریف، خواجہؔ شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ

زمین تا عرش فوق العرش بھی خطبہ محمد کا
خدا کے بعد ہے رتبہ تو بس رتبہ محمد کا

حکومت آپ کی کس کس جگہ ہے پوچھتے کیا ہو؟
مکان و لا مکاں کی رفعتیں رقبہ محمد کا

تمہیں معلوم ہے ہے عالم جو سب کے سب معطر ہیں
وہ ہے نسبت مدینہ کی جو ہے طابہ محمد کا

ملا نعتوں کے صدقہ میں جو اُن کا پیرہن ہم کو
رہے گا حشر تک باقی یہاں جبہ محمد کا

کس حکم شریعت کو نہیں تبدیل کر سکتے
جواں امت کے دل میں ہے ابھی جذبہ محمد کا

نبی کے آل کی کشتی، تو ڈر کیسا تلاطم کا ؟
غلامانِ جہاں سب ہیں بنے کنبہ محمد کا

اسی کے قلب و قالب میں اجالا ہر گھڑی ہوگا
رہے آٹھوں پہر جس قلب میں کتبہ محمد کا

فضیلت میں دنوں کی جو حدیثیں ہیں، مسلّم ہیں
مگر ہر دن سے افضل ہے تو دوشنبہ محمد کا

مراد دل جو پانا ہو چلے آؤ عقیدت سے
ہر اک نعمت کا مرکز ہے ہر اقبہ محمد کا

تحائف جو درودوں کے سدا ہم بھیجتے جائیں
مسلسل ہو حضوری میں در طیبہ محمد کا

ہر اک عالم میں خواجہؔ پر کرم گُستر محمد ہیں
زبان و دل میں جاری ہے سدا خطبہ محمد کا

بضمن جلسہ تقسیم اسناد ٗ عطائے خلعت و دستاربندی جامعہ نظامیہ

علمی مذاکرہ

بعنوان'' علوم القرآن''

منعقدہ ۱۹؍فبروری ۲۰۱۷ء بروز یکشنبہ بمقام جامعہ نظامیہ

بصدارت: حضرت مولانا سید شاہ اکبر نظام الدین حسینی صابری ٗ امیر جامعہ نظامیہ

زیرنگرانی: مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی خلیل احمد صاحب شیخ الجامعہ ٗ جامعہ نظامیہ

سلسلہ	اسماء مقالہ نگار	عنوان مقالہ
۱	تخلیق انسانی قرآن مجید اور سائنس کی روشنی میں	مولانا حافظ ڈاکٹر سید بدیع الدین صابری صاحب ٗ پروفیسر عربی عثمانیہ
۲	معاشی نظام اور قرآن	مولانا حافظ سید ضیاء الدین نقشبندی قادری ٗ صاحب شیخ الفقہ جامعہ نظامیہ
۳	قرآن اور سائنس	جناب ڈاکٹر محمد اسلم پرویز صاحب ٗ وائس چانسلر ٗ مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی

تخلیقِ انسانی

قرآن مجید اور سائنس کی روشنی میں

تالیف: ڈاکٹر مولانا حافظ سید بدیع الدین صابری صاحب مدظلہ پروفیسر شعبۂ عربی، جامعہ عثمانیہ، حیدرآباد

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ

قرآن مجید اور سائنس:

سائنس لاطینی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی "العلم" (جاننا) ہے، سائنس نظام فطرت کے علم کا نام ہے جو مشاہدہ، تجربہ اور عقل سے حاصل ہوتا ہے، مشاہدے اور تجربے سے دریافت ہونے والے علمی حقائق کو جب مرتب اور منظم کرلیا جاتا ہے تو اسے سائنس کہا جاتا ہے۔

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات کے ساتھ ساتھ دین فطرت بھی ہے اور اسلام سے بڑھ کر کسی مذہب نے علم کے سیکھنے پر تاکید نہیں کی ہے، اس کی مقدس کتاب کلام اللہ کی پہلی وحی ہی علم کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہے۔ قرآن مجید نے تمام آسمانی کتابوں سے بڑھ کر موجودات عالم میں غور وفکر کرنے کی دعوت دی ہے، اس اعتبار سے سائنس اور مذہب میں تضاد نہیں، اگر کہیں تضاد نظر آتا ہے تو وہ سائنسی تجربہ کا نقص ہے اور جب وہ تجربہ کمال تک پہنچتا ہے تو وہ کلام الٰہی کے مطابق ہوتا ہے۔ کئی قدیم سائنسی مفروضات غلط ثابت ہونے کے اسباب میں جدید سائنسی عصری آلات کا فقدان اور عدم وجود ہے۔ اب سائنس بڑی حد تک بنیادی ٹھوس حقائق تک پہنچ چکی ہے۔ اس لئے علامہ شیخ طنطاوی جوہری نے اپنی تفسیر ''الجواہر'' میں لکھا ہے:

"ان القرآن أقرب للعلم الحدیث من العلم القدیم"(۱)

(قرآن قدیم سائنس کی بہ نسبت جدید سائنس سے زیادہ قریب ہے)۔

بہت سے سائنسی حقائق قرآن مجید سے مطابقت رکھنے کے باوجود قرآن پاک کو سائنس کی کسوٹی پر نہیں پرکھا جاسکتا ہے اور نہ قرآن حکیم اپنی حقانیت کے ثبوت کیلئے سائنس کا محتاج ہے۔ سائنس کے نظریات میں تبدیلی آسکتی ہے لیکن قرآن حکیم کے حقائق ابدی اور عالمگیر ہیں کیونکہ وہ اللہ کا کلام ہے جو قطعی اور حتمی ہے اور سائنس قطعی اور حقیقی علم مہیا نہیں کرتی اور وہ کسی جزء کا بھی جزوی علم

دیتی ہے۔اس بات کا اعتراف دور جدید کا آئن اسٹائن اور نوبل پرائز یافتہ سائنس داں فائن مین(R.P.Feynman) لکھتا ہے:

"Each piece, or part, of the whole of whole nature is always an approximation to the complete truth, or the complete truth so far as we know it. In fact, everything we know is only some kind of approximation, because we know that we do not know all the laws yet." (2)

سائنس تجربات ومشاہدات کے ذریعے آگے بڑھتی ہے لیکن آگے بڑھنے کے بعد سائنس یہ کہنے کی صلاحیت نہیں رکھتی کہ یہ صحیح ہے یا غلط ہے اسی طرح مکمل ہے یا نا مکمل۔

جیسا کہ فائن مین کا خیال ہے:

"Whether it is right or wrong, but we do know that it is a little wrong or at least incomplete".(3)

سائنس کا دائرہ صرف عالم شہود تک ہے، عالم غیب اس کی دسترس سے باہر ہے اور قرآن عالم شہود کے حقائق کے ساتھ ساتھ عالم غیب کی خبریں دیتا ہے۔قرآن مجید فنی معنی میں سائنس کی کتاب نہیں ہے لیکن اس میں ہر علم کی بنیاد موجود ہے۔قاضی ابوبکر بن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''قانون التاویل'' میں قرآنی علوم کی تعداد 77,450 بتائی ہے۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (النحل:89)

ہم نے آپ پر وہ کتاب نازل کی ہے جس میں ہر چیز کا روشن بیان ہے۔

اور سورۃ الانعام میں ارشاد ہے:

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ (الانعام:38) ہم نے کتاب میں کوئی چیز نہیں چھوڑی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''لو ضاع لی عقال بعیر لو جدت فی کتاب اللہ''(۴)

اگر میرے اونٹ کی رسی بھی گم ہوجائے تو میں اللہ کی کتاب میں تلاش کرلوں۔

اسی لئے آپ کا یہ شعر مشہور ہے:

جمیع العلم فی القراٰن لکن تقاصر عنه افهام الرجال

تمام علوم قرآن میں ہیں لیکن لوگوں کے فہم انھیں سمجھنے سے قاصر ہیں۔

قرآن حکیم اور جدید سائنس میں تعلق پیدا کرنے کی محرکات در حقیقت قرآن میں غور وفکر کی دعوت دینے والے ان جیسے کلمات کی کثرت ہے: ینظرون، یبصرون، یشعرون، یتفکرون، یتذکرون، یتدبرون، وغیرہ،فکر وشعور،نظر وبصر اور تدبر وتفکر سے تعلق رکھنے والے کلمات کی تعداد تقریبا 550 سے زیادہ ہے۔

جیسا کہ سورۃ النحل میں بارش کے نزول اور اس سے نباتات اور ثمرات کی پیدائش کا ذکر کر کے رب تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ﴿۱۱﴾ (سورۃ النحل:۱۱)

بے شک اس میں اس قوم کیلئے نشانی ہے جو غور وفکر کرتی ہے۔

پھر رب تعالی رات و دن، سورج اور چاند اور ستاروں کی تسخیر کا ذکر کر کے فرماتا ہے:

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ﴿۱۲﴾ (سورۃ النحل:۱۲)

بے شک اس میں اس قوم کیلئے نشانیاں ہیں جو عقل سے کام لیتی ہیں۔

پھر زمین میں مختلف رنگ والی منفعت بخش چیزوں کی پیدائش کا ذکر کر کے ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّذَّكَّرُوْنَ﴿۱۳﴾ (سورۃ النحل:۱۳)

اس میں نصیحت حاصل کرنے والی قوم کیلئے نشانی ہے۔

سورۂ یونس میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ (یونس:۱۰۱)

آپ کہہ دیجئے دیکھو آسمان اور زمین میں کیا کیا چیزیں ہیں۔

فرانس کے مشہور سائنسداں اور سرجن موریس بوکائی نے اپنی مشہور زمانہ کتاب ''دی بائبل، قرآن اور سائنس'' میں تحریر کیا ہے:

''قرآن نے انسانوں کو سائنس کو سمجھنے اور اس کی آبیاری کی ہدایت کی ہے اس کے ساتھ ساتھ خود قرآن مجید میں متعدد قدرتی مشاہدات اور واقعات کا تفصیلی تذکرہ ہے اور ان پر وضاحتی تبصرے ہیں جن کی عصر جدید کے سائنسی تبصروں اور حقائق سے مکمل ہم آہنگی ہے۔ یہودیوں اور عیسائیوں کی الہامی کتابوں میں اس نوعیت کی صفت نہیں ملتی ہے''۔ (۵)

قرآنی آیات جس طرح ہمیں آفاق میں غور وفکر کرنے کی دعوت دیتی ہیں اسی طرح ہمیں اپنے انفس میں غور وفکر کرنے کی دعوت بھی دیتی ہیں، ارشاد ربانی ہے:

وَفِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ﴿۲۰﴾ وَفِیْ اَنْفُسِكُمْ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ﴿۲۱﴾ (الذاریات:۲۰،۲۱)

اور زمین میں یقین کرنے والوں کیلئے نشانیاں ہیں اور کیا تم اپنے نفسوں میں (نشانیاں) نہیں دیکھتے۔

اس مقالہ کا عنوان ''تخلیق انسانی، قرآن اور سائنس کی روشنی میں'' اسی مناسبت سے اختیار کیا گیا ہے۔

تخلیق انسانی مٹی سے:

جس طرح عالم آفاق کے جلوے اجمالی طور پر عالم انفس (انسانی جانوں) میں نمایاں ہیں اسی طرح نظام ربوبیت کے آفاقی مظاہر پوری آب وتاب کے ساتھ حیات انسانی کے اندر جلوہ فرما ہیں، انسان کے احسن تقویم کی شان کے ساتھ جلوہ گر ہونے سے پہلے وہ تخلیق کے جن مراحل سے گزرا ہے قرآن کریم نے ان حقائق کو انتہائی واضح طور پر بیان فرمایا ہے جن کا انکشاف آج صدیوں

بعد سائنس کو ہوا ہے۔

انسان کے حیاتیاتی ارتقاء کا پہلا سفر نفس واحدہ (ایک جان) سے شروع ہوتا ہے۔

ارشاد باری ہے:

يَآأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللهَ الَّذِي تَسَآءَلُونَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ① (سورۃ النساء:۱)

''اے لوگو اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی زوجہ کو پیدا کیا اور ان دونوں سے کثیر مرد و عورت کو پھیلایا''۔

اس نفس واحدہ کو جدید سائنسی اصطلاح میں (Zygote) کہا گیا، یعنی ایسا سیل (Cell) جو حیات انسانی کے نشو و نما کیلئے مکمل یونٹ کے طور پر کام کرتا ہے پھر وہ نفس واحدہ ابتداء میں دو میں تقسیم ہوا، پھر ان دو (Cells) کی مزید تقسیم ہوکر کثیر تعداد میں مردوں اور عورتوں کی تخلیق کا ذریعہ بنا۔

نفس واحدہ سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ابوالبشر ہیں۔ اسلام کے اس ناقابلِ انکار نظریہ سے سائنس بحث نہیں کرتی کیونکہ سائنس کا دائرۂ کار صرف عالم شہود ہے۔ جدید سائنسی اصول کے تحت سائنس کو یہ ماننا پڑے گا کہ انسان کی پیدائش کی ابتداء عورت سے نہیں مرد سے ہوئی۔

بچے کی جنس کا انحصار مرد کی منی (مادۂ تولید) پر ہوتا ہے مرد کے ایک جرثومے کے اندر جو کروموسومز پائے جاتے ہیں ان کو "X" یا "Y" کہا جاتا ہے مگر عورت کے بیضے کے اندر تمام کروموسومز X نوعیت کے ہوتے ہیں جب تک مرد کی جانب سے "Y" کروموزم کا عورت کے "X" کروموسوم سے ملاپ نہ ہو تو لڑکا پیدا نہیں ہوسکتا اور اگر دونوں کی جانب سے "X,X" کروموسومز کا ملاپ ہو تو لڑکی ہوگی۔ مرد کے XY کروموسومز کی موجودگی میں یہ ممکن ہے کہ عورت بن جائے لیکن یہ ممکن ہی نہیں کہ XX والی عورت پہلے ہوتی اور اس سے مرد پیدا ہو، جنٹیک انجینئرنگ نے ڈارون کی تھیوری کو غلط ثابت کر دیا۔ لیکن قرآن کے بیان کردہ حقائق کا انکار نہیں کرسکتی۔

حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش مٹی سے ہوئی، پھر اس مٹی کو پانی سے گوندھا گیا جیسا کہ اللہ تعالی نے ہر جاندار کی تخلیق میں پانی کو ایک بنیادی عنصر قرار دیا۔ ارشاد ربانی ہے:

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ؕ (الانبیاء:۳۰)

ہم نے ہر زندہ چیز کو پانی سے بنایا۔

اس پانی اور مٹی کے امتزاج سے مٹی کا جن مراحل سے گزر ہوا ہے وہ کیمیائی ارتقاء کے جملہ سات مراحل کا ذکر قرآن مجید میں ان ناموں سے موجود ہے:

۱	تراب	(مٹی)	Inorganic Matter
۲	ماء	(پانی)	Water
۳	طین	(مٹی کا گارا)	Clay
۴	طین لازب	(چپکنے والا گارا)	Adsorable Clay
۵	صلصال من حمإ مسنون	(سیاہ بودار گارا)	Old physically & chemically altered mud
۶	صلصال کالفخار	ٹھیکرے کی طرح بجنے والی مٹی	Dried and highly purified clay
۷	سلالۃ من طین	مٹی کا خلاصہ (جوہر)	Extract of purified clay

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

الَّذِيٓ اَحۡسَنَ كُلَّ شَيۡءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلۡقَ الۡاِنۡسَانِ مِنۡ طِيۡنٍ ۝۷ ثُمَّ جَعَلَ نَسۡلَهٗ مِنۡ سُلٰلَةٍ مِّنۡ مَّآءٍ مَّهِيۡنٍ ۝۸

(السجدۃ:۷،۸)

جس نے ہر اس چیز جس کو پیدا کیا خوبی سے بنایا اور اس نے انسان کی پیدائش کی ابتداء مٹّی سے کی، پھر اس کی نسل کو حقیر پانی کے خلاصہ (یعنی نطفہ) سے بنایا۔

تقریباً قرآن کریم کی ۱۶؍آیات میں بتایا گیا کہ انسان کی پیدائش نطفہ یعنی مادۂ منویہ (Sperm) سے ہوئی، اسی کو مَاء دَافِق اور مَاء مَهِين سے تعبیر کیا گیا ہے۔

بعض آیات قرآنیہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ تمام انسانوں کی پیدائش مٹی سے ہوئی جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

وَمِنۡ اٰيٰتِهٖۤ اَنۡ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَاۤ اَنۡتُمۡ بَشَرٌ تَنۡتَشِرُوۡنَ ۝۲۰ (الروم:۲۰)

اور یہ اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا، پھر اب تم انسان ہو جو زمین میں پھیلے ہوئے ہیں۔

مفسرین کرام نے ان آیات میں تطبیق دیتے ہوئے فرمایا: انسان کی خوراک زمین سے حاصل ہوتی ہے، جس سے وہ تمام اجزاء حاصل ہوتے ہیں جو جانداروں میں خون بنانے کیلئے ضروری ہیں اور خون سے نطفہ بنتا ہے اور نطفے سے انسان کی پیدائش ہوتی ہے۔

انسان کس طرح "سُلَالَة مِنۡ طِيۡنٍ" (مٹی کے جوہر) سے پیدا ہوا، اس پر شیخ الاسلام عارف باللہ حضرت علّامہ حافظ محمد انوار اللہ فاروقی ؒ، بانی جامعہ نظامیہ نے "مقاصد الاسلام" حصہ ہفتم میں تفصیلی روشنی ڈالی، جس کا مختصر بیان درج ذیل ہے:

"حق تعالیٰ کو یہ منظور ہوا کہ درخت کو جسم کثیف بنائے تو اجزائے ارضیہ کو داخل کرنے کی یہ تدبیر فرمائی کہ پہلے پانی اس میں ملایا گیا کیونکہ مٹی کے اجزاء یبوست کی وجہ سے متفرق رہتے ہیں اور جب تک ان میں رطوبت نہ ملے اکٹھے نہیں ہوتے...... جو مٹی پانی کے ساتھ شریک ہوکر جڑوں کی راہ سے درخت میں جاتی ہے، باقی رہ جاتی ہے اور پانی خشک ہوجاتا ہے جیسا کہ خشک درخت اور غلّے میں محسوس ہے مگر مٹی جو پانی کے ساتھ درخت میں جاتی ہے اس میں صنعت یہ ہے کہ جڑوں کو خالق نے یہ احساس دیا ہے کہ اس کیچڑ میں سے ایسا خلاصہ اور جوہر جذب کریں جو اُن باریک باریک راہوں سے جو جڑوں

میں بنائی گئی ہیں بآسانی جاسکیں اور ایسے کثیف مادے کو نہ لیں جو سدّہ پیدا کریں، اسی مادہ کا نام "سلالۃ طین" ہے یعنی کیچڑ کا نچوڑ''۔

پھر شیخ الاسلامؒ نے اس بات پر روشنی ڈالتے ہوئے وہ ''سلالہ'' کس طرح جڑ، پیڑ و پتّہ وشاخ اور پھل میں تبدیل ہوجاتا ہے، پھر وہ غلّہ کس طرح آدمی کی غذا بنتا ہے جس کی اصل مٹی تھی، آگے رقمطراز ہیں:

''مولانا روم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

خاک ما خوردیم عمرے در غذا

خاک ما را خورد آخر در جزا

پھر جب وہ اس کو کھاتا ہے تو وہ بحسب استعداد تعینی اور صلاحیت معدے میں کیلوس اور جگر میں کیموس بن کر وہ غذا وہاں خون وغیرہ کی شکل قبول کرتی ہے۔ پھر خون انثیین میں منی اور رحم میں جنین یعنی بچہ بنتا ہے جو اصل میں وہی خاک ہے جو اشکال اور تعینات بدلتے ہوئے یہاں تک پہنچی، اب اس قدرت بالغہ میں غور کیجئے کہ کیسی کیسی تدبیروں سے خاک کو اس درجے تک پہنچادیا کہ وہ انسان بن گئی''۔ (۶)

نوع انسانی کی پیدائش مٹی کے جوہر یا نچوڑ سے پیدا ہونے پر مزید یہ آیات بیّن دلیل ہیں: اللہ تعالیٰ سورۂ نوح میں ارشاد فرماتا ہے:

وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًاۙ﴿۱۷﴾ ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا﴿۱۸﴾

اور اس نے تم کو زمین سے پودے کی طرح اُگایا، پھر وہ تم کو اسی زمین میں لوٹا دے گا اور تم کو (اسی سے) باہر نکالے گا۔ (سورۂ نوح: ۱۷، ۱۸)

اور سورۂ طٰہٰ میں ارشاد ربانی ہے:

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى﴿۵۵﴾ (سورۂ طٰہٰ: ۵۵)

اسی (مٹی) سے ہم نے تم کو پیدا کیا اور اسی میں تم کو لوٹائیں گے اور ہم تمہیں دوبارہ اسی سے نکالیں گے۔

تخلیق انسانی کے مراحل:

جس طرح قرآن مجید نے انسان کی تخلیق کی خارجی تشکیل کے اسباب کو بیان فرمایا ہے اسی طرح بہت ہی واضح طور پر ماں کے پیٹ میں جنین کی داخلی تشکیل وارتقاء کو ذکر کیا، یہ آیات تخلیق انسانی کے مراحل پر تحقیق کرنے والے سائنسدانوں کیلئے دعوتِ فکر بھی ہے اور دعوتِ ایمان بھی، سورۂ مومنون میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ﴿۱۳﴾ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۗ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ؕ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ﴿۱۴﴾ (سورۂ مومنون: ۱۳، ۱۴)

اور یقیناً ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کیا، پھر ہم نے اس کو نطفہ کی شکل میں ایک محفوظ جگہ (رحم مادر) میں رکھا، پھر ہم نے نطفہ کو خون کا لوتھڑا بنادیا، پھر منجمد خون کو گوشت کی بوٹی بنایا پھر بوٹی کو ہم نے ہڈیاں بنایا، پھر ہم نے ہڈیوں پر گوشت چڑھایا، پھر ہم نے اس کو ایک دوسری (خصوصی) صورت میں پروان چڑھایا، تو اللہ بابرکت ہے جو سب سے بہتر پیدا فرمانے والا ہے۔

ماں کے پیٹ میں جنین (Embryo) یعنی بچے کی پیدائش کی ترقی کے جن مراحل کا ذکر آج سے چودہ سو سال پہلے قرآن حکیم نے

بیان کیا ہے اس پر میڈیکل سائنس حیران ہے کیونکہ علم الجنین (Embryology) جس کا تعلق رحم مادر میں نطفے سے لے کر 9 ماہ کے بچے کی تکمیل کی تحقیق بیسویں صدی میں ہوئی۔

ہام اور لیون ہاک پہلے یوروپی سائنسداں تھے جنہوں نے 1677ء میں ایک ترقی یافتہ خردبین استعمال کر کے انسانی منوی خلیات (Spermatazoa) کا مشاہدہ کیا۔(۷)

پروفیسر کیتھ ایل مور (Prof. Keith L. Moore) علم تشریح اعضاء (Anatomy) اور علم الجنین کے شعبوں میں دنیا کے نمایاں ترین سائنسداں ہے اور جن کی کتاب Developing Human (ترقی پذیر انسان) کا آٹھ زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے اور 1984ء میں انہیں کینیڈا میں علم تشریح اعضاء کے شعبے میں ممتاز ترین ایوارڈ ''جے سی بی گرانٹ ایوارڈ'' دیا گیا وہ کئی بین الاقوامی انجمنوں کے ڈائرکٹر رہے، 1981ء میں دمام (سعودی عرب) میں ساتویں طبی کانفرنس کے اجلاس میں پروفیسر مور نے کہا:

''انسانی ارتقاء کے بارے میں قرآن کے بیانات کی وضاحت سے مدد لیتے ہوئے مجھے بڑی خوشی محسوس ہوتی ہے، مجھ پر یہ بالکل واضح ہے کہ یہ علم ضرور محمد (ﷺ) پر اللہ کی طرف سے القاء کیا ہوا ہوگا کیونکہ یہ تمام علم کئی صدیوں بعد ظاہر ہوا، اس سے میرے نزدیک ثابت ہوتا ہے کہ محمد (ﷺ) اللہ کے پیغمبر ہیں''۔(۸)

وہ مذکورہ کانفرنس میں اپنے پیش کردہ مقالے میں لکھتے ہیں:

After the microscope was discovered in the 17th century by Leeuwen Hook, descriptions were made of the early stages of the chick embryo. The staging of human embryo was not described untill the 20th century. Streeter (d. 1941) developed the first system of staging which has now been replaced by a more accurate system proposed by O'Rahilly (d.1972). (9)

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ سترھویں صدی میں لیون ہارک کے ذریعے مائیکرواسکوپ کی دریافت کے بعد سب سے پہلے مرغی کے بچے کی جنین کے مراحل کا تجربہ کیا گیا۔ بیسویں صدی تک انسانی جنین کے مراحل کی تحقیق نہیں ہوئی، اسٹریٹر نے 1941ء میں جنین کے مراحل کا پتہ چلانے کا پہلا سسٹم متعارف کرایا۔ اس کے بعد 1972ء میں O. Rahilly کے تجویز کردہ نظام کے ذریعے زیادہ بہتر اور صحیح شکل میں بدلا گیا۔

ڈاکٹر موریس بوکائی نے اپنے مشہور زمانہ کتاب ''بائبل، قرآن اور سائنس'' میں لکھا ہے:

''جنین کے بڑھنے اور ترقی کے بعض مراحل کا قرآنی بیان پوری طرح سائنسی معلومات سے مطابقت رکھتا ہے جو اس کے بارے میں آج ہمیں حاصل ہے اور قرآن کریم میں ایک بھی بیان ایسا نہیں ہے جو جدید سائنس کے لحاظ سے تنقید کی زد میں آسکے''۔(۱۰)

سورۂ مومنون میں تخلیق انسانی کے ساتھ مراحل میں سے سب سے پہلا مرحلہ ''سلالۂ طین'' کے بعد دوسرا مرحلہ نطفہ کا (قرار مکین) یعنی رحم مادر میں محفوظ ہونا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن نُّطْفَةٍ أَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيهِ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا ﴿٢﴾ (دہر:۲)

بے شک ہم نے انسان کو مخلوط نطفے (mingled flued) سے پیدا کیا۔ ہم اسے جانچتے ہیں تو ہم نے اس کو سننے والا، دیکھنے والا بنایا۔

اسی کو جدید سائنس (Fertilization) نظام کہتی ہے۔ وہ یہ کہ ایک اوسط درجے کے آدمی کا ایک بار خارج شدہ مادہ تولید 40,00,00,000 (چالیس کروڑ) (Sperm) رکھتا ہے جو اتنی بڑی تعداد عورتوں کے حمل کیلئے کافی ہوسکتا ہے، مگر یہ نظام قدرت کی کرشمہ سازی ہے کہ جب پہلا منی کا قطرہ (Sperm) عورت کے رحم میں (Ovum) بیضہ المرأۃ سے پیوست ہوجاتا ہے تو اسی وقت (Ovum) پر ایک جھلی آجاتی ہے جو دوسرے قطروں کو اس میں داخل ہونے سے روک دیتی ہے، اسے (Fertilizing membrane) کہا جاتا ہے۔ (۱۱)

تخلیق انسانی کا تیسرا مرحلہ (ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً) نطفہ سے علقہ میں تبدیلی کا ہے۔ سورۂ علق میں ہے:

خَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ ﴿٢﴾ اس نے انسان کو علق سے پیدا کیا۔ (سورۂ علق: ۲)

جب موجودہ میڈیکل سائنس نے ''علق'' کی تحقیق میں مشغول ہوئی تو انصاف پسند سائنسدانوں نے قرآن مجید کی معجزانہ شان دیکھ کر رب کے کلام ہونے کا اعتراف کیا کیونکہ وہ جس نتیجے پر اب پہنچے ہیں قرآن مجید نے چودہ سو سال پہلے ہی اس کا اعلان کردیا۔

علق کے جملہ تین معانی ہیں جن میں سے ایک ہی معنی صدیوں سے مراد لیا جاتا ہے جبکہ اور دو معانی کی حقیقت بھی بچے کی پیدائش میں کارفرما ہے۔ علق کا پہلا مشہور معنی: کتلۃ دم أو دم غلیظ (خون کا لوتھڑا یا منجمد خون (Clot) ہے، دوسرا معنی معلق شیء (Suspended) یا چپکنے والی شئی ہے، تیسرا معنی دودۃ العلق (جونک) (Leech) ہے جیسا کہ 'المعجم الوسیط' میں ہے: العلق: دود أسود یمتصّ الدّم یکون فی الماء الاٰسن، وہ سیاہ کیڑا جو خون پیتا ہے بدبودار پانی میں رہتا ہے، جونک کا نام علق اسلئے رکھا گیا کہ خون کثرت سے چوسنے کی وجہ سے حلق میں چپک جاتا ہے۔ (۱۲)

پروفیسر کیتھ مور نے اپنی کتاب The Developing Human میں جنین کی مختلف تصاویر پیش کرتے ہوئے تینوں معانی کی خصوصیات کو جنین میں ظاہر کیا ہے، انہوں نے پہلے یہ بتایا کہ انسانی جنین جب علقہ ہوتا ہے تو اس میں اور جونک میں شکل اور خاصیت میں یکسانیت ہوتی ہے۔ اس مرحلہ میں جنین ماں کے خون سے خوراک حاصل کرتا ہے جیسے جونک دوسروں کے خون سے خوراک حاصل کرتی ہے۔ علقہ کے دوسرے معنی جو معلق چیز کے ہیں وہ یہ کہ جنین جب جونک کی سی حالت میں ہوتا ہے تو رحم کی دیوار سے چپک کر لٹکا رہتا ہے۔ علق کے تیسرے معنی خون کا لوتھڑا۔ وہ اس طرح کہ اس مرحلہ میں خون کی بڑی مقدار جنین کے اندر موجود رہتی ہے۔ وہ تیسرے ہفتہ کے اختتام تک گردش نہیں کرتا اس کی ظاہری شکل جمے ہوئے خون کے لوتھڑے سے مماثل ہوتی ہے۔ یہ ساری باتیں مائیکرو اسکوپ سے لی گئی تصاویر سے بالکل واضح ہیں۔ (۱۳)

اس لئے قرآن نے کہا: وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَأَهُ بَعْدَ حِينٍ ﴿٨٨﴾ (ص:۸۸) ایک وقت کے بعد تم ضرور اس کی خبر (کی سچائی) کو جان لوگے۔

تخلیق انسانی کا چوتھا مرحلہ مضغہ ہے۔ مضغہ کے مرادی معنی 'گوشت کی بوٹی'' اور اس کا لغوی معنی: القطعۃ التی تمضع من

لحم وغیرہ(۱۴) گوشت وغیرہ کا ٹکڑا جسے چبایا جائے، یعنی دانتوں سے چبایا ہوا مادہ (Chewed substance) اگر کوئی چیونگم کو اپنے منہ میں چبا کر نکالے تو اس پر دانتوں کے نشانات دکھائی دیں گے، اگر جنین کے مضغہ کے مرحلہ سے اس کا موازنہ کرے تو اس کی ظاہری شکل وصورت دانتوں سے چبائے ہوئے مادہ کی طرح دکھائی دے گی۔ جنین کی پشت پر چھوٹے چھوٹے نشانات دانتوں کے نشانات سے قدرے مشابہ ہوتے ہیں جیسا کہ ڈاکٹر کیتھ مور نے مائیکرواسکوپ سے لی ہوئی تصویر میں اس کو واضح کیا۔

سائنس کی موجودہ ترقی قرآن کی معجزانہ شان کو اور عیاں کرتی ہے۔ اگر کوئی تعصب کی عینک نکال کر قرآن مجید کے بے شمار حقائق میں سے صرف تخلیق انسانی (علم جنین) کا جدید سائنسی روشنی میں مطالعہ کرے تو وہ پکار اُٹھے گا کہ قرآن حق ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ۭ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ؀۵۳

(حم السجدہ:۵۳)

ہم عنقریب انہیں اپنی نشانیاں اطراف عالم میں اور خود ان کی ذاتوں میں دکھائیں گے یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ وہی حق ہے، کیا آپ کا رب کافی نہیں ہے کہ وہی ہر چیز پر گواہ ہے۔

1981ء میں دمام میں منعقدہ کانفرنس میں پروفیسر مور نے ان حقائق کو پیش کرنے کے بعد کہا:

As for as it is known from the history of embryology, little was known about the staging and classification of human embryology untitle twentieth century, for this reason, the descriptions of the human embryo in the Qur'an can not be based on scientific knowledge in seventh century. The only reasonable conclusion : These descriptions were revealed to Muhammad (may God bless & greet him) from God. (15)

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ جہاں تک جینیات کا تعلق ہے انسانی جنین کے مراحل اور اس کی درجہ بندی کے بارے میں بیسویں صدی تک معلومات بہت محدود تھیں، اس بناء پر انسانی جنین کے بارے میں قرآن مجید کی تفصیلات ساتویں صدی عیسوی کی سائنسی معلومات پر منحصر نہیں ہیں۔ اس بحث کا معقول نتیجہ یہی ہے کہ یہ تفصیلات اللہ تعالی کی طرف سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی ہیں۔

آخر میں پروفیسر مور سے جو سوالات پوچھے گئے جن میں سے ایک سوال یہ تھا:

Does this mean that you believ that the Qur'an is the word of God?

کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ یقین رکھتے ہیں کہ قرآن مجید اللہ تعالی کا کلام ہے؟

تو انہوں نے جواب دیا:

I find no difficulty in accepting this. (16)

میں اس کو قبول کرنے میں کوئی دشواری محسوس نہیں کرتا۔

انسانی تخلیق کا پانچواں اور چھٹواں مرحلہ ہڈیوں کے بننے اور ان پر گوشت چڑھانے کا ہے۔ اس مرحلے پر بھی میڈیکل سائنس

حیران ہے کہ کس طرح قرآن نے اس بات کا انکشاف کیا کہ ہڈیوں کی تشکیل کے بعد گوشت کے خلیے بنتے ہیں۔

سید قطب شہید اپنی تفسیر ''فی ظلال القرآن'' میں لکھتے ہیں:

هنا يقف الإنسان مدهوشا أمام ما كشف عنه القرآن من حقيقة في تكوين الجنين لم تعرف على وجه الدقة إلا أخيرا بعد تقدم علم الأجنة التشريحي، ذلك أن خلايا العظام غير خلايا اللحم، وقد ثبت أن خلايا العظام هي التي تتكون أوّلا في الجنين، ولا تشاهد خلية واحدة من خلايا اللحم إلا بعد ظهور خلايا العظام، وتمام الهيكل العظمي للجنين، وهي الحقيقة التي يسجلها النصّ القرآني: فخلقنا المضغة عظاما فكسونا العظام لحما" فسبحان العليم الخبير". (١٧)

اس عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ جنین کے بارے میں قرآن نے جن حقائق کا پردہ اُٹھایا ہے اُن کو پڑھ کر آدمی حیران رہ جاتا ہے کیونکہ ان حقائق کی تفصیل حال ہی میں جنین کے تشریحی علم کی ترقی کے بعد سامنے آئی ہیں۔ یعنی یہ بات کہ ہڈیوں کے خلیے گوشت کے خلیوں سے جدا اور مختلف ہیں اور جنین میں پہلے ہڈی والا ڈھانچہ مکمل ہونے سے پہلے گوشت کا ایک خلیہ بھی نہیں پایا جاتا، یہی وہ حقیقت ہے جس کو نص قرآنی میں بیان کیا گیا:

فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ق

ہم نے مضغہ کو ہڈیاں بنایا اور ہڈیوں پر گوشت کو پہنایا۔

اس کی ذات پاک ہے جو علیم و خبیر ہے۔

ساتواں مرحلہ جنین کے کامل ہونے کے بعد انسانی صورت میں وجود میں آنے سے متعلق ہے، جس کو رب نے فرمایا:

ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ط فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ﴿۱۴﴾ (سورۃ المومنون: ۱۴)

پھر ہم نے اسکو دوسری صورت میں پروان چڑھایا تو اللہ بابرکت ہے جو سب سے بہتر پیدا کرنے والا ہے۔

یہ وہ انسان ہے جو امتیازی خصوصیات کا حامل اور اشرف المخلوقات ہے کیونکہ انسان کا جنین اپنے جسمانی مراحل میں حیوانی جنین کے مشابہ ہوتا ہے لیکن انسان کا جنین ظاہری حسن و شکل کے ساتھ باطنی ارتقاء و کمال کی صلاحیت کے ساتھ وجود میں آتا ہے۔ جیسا کہ اللہ نے فرمایا:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ﴿۴﴾ (سورۃ التین: ۴)

ہم نے انسان کو ایک بہترین سانچے میں پیدا فرمایا ہے۔

جنین کے نشوونما کے چالیس، چالیس دن:

سورۂ مومنون میں تخلیق انسانی کے جن اہم مراحل نطفہ، مضغہ اور علقہ کا ذکر آیا ہے، احادیث کریمہ میں ان کی مدت کو بھی واضح کیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إن احدكم يجمع خلقه في بطن أمه اربعين يوما ثم يكون علقة مثل ذلک، ثم يكون مضغة مثل ذلک، ثم يبعث الله ملكا يؤمر بأربع كلمات ويقال: اكتب عمله ورزقه وأجله وشقي أو سعيد، ثم ينفخ فيه الروح[۱۸]۔

تم میں سے ہر ایک کی پیدائش کا مادہ چالیس دن ماں کے پیٹ میں نطفے کی شکل میں رہتا ہے، پھر اتنے ہی دن منجمد خون کی شکل میں، پھر اتنے ہی دن گوشت کے تکڑے کی شکل میں رہتا ہے، پھر اللہ تعالی ایک فرشتہ بھیجتا ہے اور اسے چار باتوں کا حکم دیا جاتا ہے کہ اس کا عمل اس کا رزق اور اس کی عمر لکھ دے اور یہ بھی لکھ دے کہ وہ بد بخت ہے یا نیک بخت ہے۔ پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔

ڈاکٹر جولی سیمپسن (Dr. Joe Leigh Simpson) ہیوسٹن (امریکہ) کے بیلور کالج آف میڈیسن میں شعبہ حمل وزچگی وامراض نسوانی (Ob-Gyn) کے چیرمن اور سالماتی اور انسانی توارث کے پروفیسر ہیں۔

1992ء میں جنہیں امریکہ میں ایوارڈ سے نوازا گیا اور وہ امریکی باروری انجمن کے صدر بھی تھے، انہوں نے ان احادیث کریمہ کا مطالعہ کیا جن میں جنین کی نشوونما کی جس قطعیت اور صحت کے ساتھ مراحل بیان کئے گئے ہیں وہ ان سے متاثر ہوکر اپنا یہ تاثر پیش کیا:

> These Hadeeths could not have been obtained on the basis of the scientific knowledge that was available at the time of their writing..... I think that not only there is no conflict between genetics and religion but, in fact, religion can guide science by adding revelation to some of the traditional scientific approaches, that there exist statements in the Qur'an shown centuries later to be valid, which support knowledge in the Qur'an having been derived from God. [19]

یہ احادیث جب ارشاد فرمائی گئیں اس وقت کے میسر سائنسی علم کی بناء پر اس طرح بیان نہیں کی جاسکتی تھیں۔ یہ میرا خیال ہے کہ نہ صرف جینیات (Genetics) اور مذہب کے درمیان کوئی تصادم نہیں بلکہ درحقیقت مذہب بعض روایتی سائنسی نظریات کو الہام سے تقویت پہنچا کر سائنس کی رہنمائی کرسکتا ہے۔ اور یہ کہ قرآن میں ایسے بیانات موجود ہیں جو صدیوں بعد درست ثابت ہوئے جو اس امر کی دلیل ہے کہ قرآن میں دی گئی معلومات اللہ کی طرف سے نازل کی گئی ہیں۔

جنین کی بطن مادر میں تین پردوں میں تشکیل:

نظام ربوبیت کے محیر العقول کرشموں میں ایک یہ بھی ہے کہ اللہ تعالی بچے کی حیاتیاتی تشکیل کے یہ تمام مراحل ماں کے پیٹ میں تین پردوں میں مکمل فرماتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

يَخْلُقُكُمْ فِي بُطُونِ أُمَّهَٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِي ظُلُمَٰتٍ ثَلَٰثٍ ۚ (الزمر:٦)

وہ تمہیں ماؤں کے پیٹوں میں ایک تخلیقی مرحلہ کے بعد اگلے مرحلہ میں تین تاریک پردوں میں پیدا کرتا ہے

آج جدید سائنس میں ان تین تاریک پردوں کی حقیقت منظر عام پر آچکی ہے جو قرآن کریم کی اعجازانہ شان کا اعلان کرتی ہے۔ سائنس نے ان کے الگ الگ نام مقرر کئے ہیں۔ وہ یہ ہیں:[۲۰]

①۔پہلا مادری شکمی دیوار۔(The Maternal Interior Abdominal Wall)

یہ پہلا مرحلہ ہے جب بیضہ والا خلیہ رحم کی دونالیوں میں نشو ونما پاتا ہے۔زندگی کی ابتداء کا تجربہ اس حیاتیاتی خلیہ (Zygote) کو اس پہلے مرحلہ میں ہوتا ہے۔جس کو قرآن نے پہلا اندھیرا (حجاب) کہا ہے۔

②۔رحمی دیوار۔(The Uterine Wall)

زرخیز شدہ، بیضہ کا خلیہ رحم کی لعاب دار جھلی میں پہنچتا ہے، یہ اس میں ایک طرح سے جڑ پکڑ کر مناسب جگہ قائم کرلیتا ہے۔جنین کے پہلے مرحلہ میں تمام اعضاء کی تشکیل کی ابتداء یہیں سے شروع ہوتی ہے جس کو قرآن نے دوسرا اندھیرا (حجاب) کہا ہے۔

③۔جنین کی غلاف دار جھلی(The Amniochorionic Memberance)

یہاں ایک پوٹلی(Amniotic Sac) ابتدائی شکل کے اردگرد ایک مخصوص مائع کی شکل میں پیدا ہوجاتی ہے، پھر انسانی اعضاء اور دوسرا حیاتیاتی نظام اسی کے اندر افزائش پاتا ہے، اس کو قرآن نے تیسرا اندھیرا (حجاب) کہا ہے۔

قلب- (The Heart)

کتاب وسنّت سے یہ بات ثابت ہے کہ دل سوچنے اور سمجھنے اور فیصلہ کرنے والا انسانی جسم کا حکمراں ہے، دل کی حیثیت بادشاہ کی سی ہے اور تمام اعضاء رعایا کی طرح ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا ز (سورۃ الاعراف:۱۷۹)

اُن کے ایسے دل ہیں جن سے وہ سمجھتے نہیں۔

اور ارشاد فرمایا:

فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَٰكِن تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ ﴿۴۶﴾ (حج:۴۶)

کیونکہ آنکھیں ہی اندھی نہیں ہوتیں لیکن وہ دل اندھے ہوجاتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔

بیسویں صدی کے نصف تک سائنسداں صرف یہ سمجھتے تھے کہ انسانی دل صرف پورے جسم میں خون پمپ کرنے کا آلہ ہے، سائنس نے پہلی مرتبہ بیسویں صدی کے وسط میں یہ حیرت انگیز دریافت کی کہ انسانی دل میں بھی دماغ کی طرح ذہانت سوچنے وسمجھنے کے خلیے پائے جاتے ہیں، اس انقلابی دریافت کے بعد پھر انسانی دل بحیثیت منبع ذہانت(Source of intelligence) یوروپ میں کئی اہم سائنسی تحقیقات ہوئیں۔

انسانی دل پر جدید تحقیقات کی بنیاد پر کینیڈا کے سائنسداں ڈاکٹر جے اینڈریو آرمر (Dr. J. Andrew Armour) نے ایک نئی میڈیکل فیلڈ کی بنیاد رکھی جس کا نام ہے نیوروکارڈیالوجی(Neurocordiology) یعنی انسانی دل کا اعصابی نظام، انہوں نے دریافت کیا کہ انسانی دل کے اندر چالیس ہزار اعصابی خلیے(Nerve Cells) پائے جاتے ہیں، یہ وہی خلیے ہیں جن سے دماغ بنتا ہے۔مزید یہ کہ

یہ خلیے دماغ کی مدد کے بغیر کام کرسکتے ہیں اور 1991ء میں دل کے اس اعصابی نظام کیلئے ایک اصطلاح وضع کی ہے ''دل کے اندر چھوٹا سادماغ'' (A little brain in the heart)[۲۱]

محقق جوزف پیرسس نے قلب انسانی سے متعلق جو تحقیقات پیش کی ہیں ان میں سے حسب ذیل یہ ہیں:

۱۔ہمارے ذہن کو ہمارے دل کا آلہ (Instrument) کہا جاسکتا ہے۔

۲۔ہمارے دل کو بذات خود انسانی زندگی کا آلہ کہا جاسکتا ہے۔

۳۔دماغ سے آنے والی رپورٹوں کے جواب میں قلب انسانی پورے جسم کو اعصابی اور کیمیاوی سگنل بھیجتا ہے۔

۴۔ہمارا دل ہماری سمجھ بوجھ اور شعور میں نہایت اہم اور نازک کردار ادا کرتا ہے۔

Our heart plays a major, though fragile role in our overall consiousness.(22)

دماغ ۔ Brain

دماغ اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے اور قلب کا وزیر ہے۔جدید سائنس نے دماغ پر کافی تحقیقات کرکے انسانی اہم حواس کا دماغ سے کیا تعلق ہے واضح کیا، جس سے قرآن مجید کے حواس سے تعلق رکھنے والی آیات کے مزید معانی سائنس کی روشنی میں منکشف ہوتے ہیں اور ان میں قرآن حکیم کی اعجازانہ شان بھی نمایاں ہوتی ہے۔

ابوجہل اسلام کا دشمن تھا، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر وقت تکلیف پہنچانے کے موقع کی تلاش اور پلاننگ کیا کرتا تھا۔اللہ تعالی اس کے بارے میں قرآن مجید میں فرماتا ہے:

كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ ۙ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ﴿۱۵﴾ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ﴿۱۶﴾ (سورۃ العلق:۱۵،۱۶)

یقیناً اگر وہ باز نہ آیا تو ہم اسے پیشانی کے بال پکڑ کر گھسیٹیں گے، وہ پیشانی جو جھوٹی اور خطا کار ہے۔

قرآن نے پیشانی کو جھوٹی اور خطا کار کیوں قرار دیا؟ جدید طبی تحقیق مذکورہ آیات کریمہ میں موجود ایک ایسے نکتہ کی طرف نشاندہی کرتی ہے جس کے متعلق ماضی میں کوئی مثال نہیں ملتی، میڈیکل سائنس کی تحقیق کے مطابق دماغ کے اندر جو مختلف قوتیں ہیں ان میں اگلا حصہ جسے Perfrontal Area کہا جاتا ہے سامنے والے حصہ (پیشانی) میں واقع ہے، میڈیکل سائنس کی ایک کتاب ''علم تشریح اعضاء'' (Essential of Anatomy & Physiology) میں یہ لکھا ہے:

"The motivation and the foresight to plan and initiate movements occur in the anterior portion of the frontal lobes."[۲۳]

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی بھی فعل (جیسے نیکی یا بدی) کی منصوبہ بندی کرنے ان افعال کو تحریک اور ان کا آغاز کرنے کا ذمہ دار مخ (دماغ) کا یہ اگلا حصہ ذمہ دار ہے۔

پروفیسر کا یتھ ایل مور نے اپنی کتاب The Scientifi Miracles in the Front of the Head (الاعجاز العلمی فی

الناصیة) میں لکھا ہے:

سائنسدانوں نے دماغ کے پیش جبہی علاقے کے یہ افعال پچھلے ساٹھ سال میں دریافت کئے ہیں (۲۴)

قرآن پاک نے اس بارے میں واضح اشارات تقریبا ڈیڑھ ہزار سال پہلے بیان کر دیے تھے یقینا یہ قرآن کا اعجاز ہے، قرآن کریم میں منافقین کی صفت بیان کی گئی ہے:

صُمٌّۢ بُكۡمٌ عُمۡىٌ فَهُمۡ لَا يَرۡجِعُوۡنَۙ‏ ﴿۱۸﴾ (سورۃ البقرہ:۱۸)

وہ لوگ بہرے ہیں گونگے ہیں اندھے ہیں، تو وہ پھر لوٹنے والے نہیں ہیں؟

یعنی وہ حق بات سن نہیں سکتے اور حق گوئی کیلئے انکی زبانیں گونگی ہیں اور حق دیکھ نہیں سکتے۔

سماعت، گویائی پھر بصارت کی یہ قرآنی ترتیب انسانی دماغ کی ترکیب سے پردہ اُٹھاتی ہے جس کی تحقیق سائنس نے کی ہے۔ سائنس نے دماغ کی تصویر لے کر اس کے تمام اجزاء کے مختلف کام کے تعین کے ساتھ ان کے نام بھی مقرر کئے ہیں۔

ان تصاویر کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ اگرچہ انسان کے سر میں کانوں کی بہ نسبت آنکھیں اگلے حصہ میں واقع ہیں مگر درحقیقت انسان کے دماغ کے اندر سننے والا حصہ آگے ہے جبکہ دیکھنے والا مرکز سر کے پچھلے حصہ میں واقع ہے، ان دونوں حصوں کے درمیان ایک اور حصہ پایا جاتا ہے جس کا نام Fornix ہے اور اسے Eloquence Zone بھی کہا جاتا ہے۔ جب سننے والا مرکز دیکھنے والے مرکز سے ملتا ہے تو اسی دوران درمیان والے حصے میں دیکھی اور محسوس کی جانے والی چیز کے متعلق قوت گویائی پیدا ہوتی ہے اور اسی حصے کی بدولت انسان اپنی زبان سے الفاظ ادا کرتا ہے۔ یعنی یہ حصہ قوت گویائی کا مرکز ہے۔(۲۵) جو سماعت و بصارت کے درمیان میں ہے۔ قرآن کی ترتیب موجودہ سائنس کے بالکل مطابق ہے۔

دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے مساوی

اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے:

وَاسۡتَشۡهِدُوۡا شَهِيۡدَيۡنِ مِنۡ رِّجَالِكُمۡ‌ۚ فَاِنۡ لَّمۡ يَكُوۡنَا رَجُلَيۡنِ فَرَجُلٌ وَّامۡرَاَتٰنِ مِمَّنۡ تَرۡضَوۡنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنۡ تَضِلَّ اِحۡدٰهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحۡدٰهُمَا الۡاُخۡرٰى‌ؕ

''اور تم اپنے مَردوں میں سے دو گواہ بنالو، پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں جنہیں تم گواہوں کے طور پر پسند کرو تاکہ ایک عورت بھول جائے تو ان میں دوسری اُسے یاد دلائے''۔ (البقرۃ:۲۸۲)

مخالفین اسلام یہ سمجھتے ہیں کہ اس میں عورت کی توہین ہے جو سراسر غلط ہے، اس حکم میں عورت کے تحفظ کے ساتھ ساتھ صنف نازک پر ضرورت سے زیادہ ذمہ داری کا بوجھ نہیں ڈالا گیا، تفسیر میں وارد اِن معنوی وجوہ کے علاوہ ایک حیرت میں ڈالنے والی ایک میڈیکل سائنس کی تحقیق اس حکم کی بھرپور تائید کرتی ہے۔

موجودہ زمانے میں انسانی دماغ پر جو ریسرچ اور تحقیق کی گئی ہے اس کے مطابق امریکی ماہرین کی ایک ٹیم کی سروے رپورٹ میں یہ کہا گیا جو انڈیانا یونیورسٹی اسکول آف میڈیسن کی پریس ریلیز ہے، اس ریسرچ میں برین اسکیننگ کی ٹیکنک (FMRI) استعمال کی گئی تھی، اس کا مقصد یہ جاننا تھا کہ جب انسان کو کچھ بتایا جائے یا پڑھ کر سنایا جائے تو اس کے دماغ میں کس قسم کے اعصابی حرکات ہوتی ہیں، اس ریسرچ کے ذریعے یہ معلوم ہوا کے مرد اپنے دماغ کے صرف ایک جانب سے سنتے ہیں جبکہ عورتیں اپنے دماغ کی دونوں سمتوں کو استعمال کرتی ہیں، اس ریسرچ میں 10 تندرست مَردوں اور 10 تندرست عورتوں پر تجربات کئے گئے، اس سے معلوم ہوا کہ مرد اور عورت کے دماغ یقینی طور پر یکساں نہیں ہیں۔ اس تحقیق کو لاس اینجلس ٹائمز (Los Angeles Times) نے 29 نومبر 2000ء کو شائع کیا تھا۔ مرد اپنی دماغی بناوٹ کی بناء پر آسانی سے کسی ایک چیز پر توجہ فوکس (Focus) کرسکتا ہے۔ اور وہ کسی ایک چیز کو زیادہ ارتکاز (Concentration) سے دیکھ سکتا ہے۔ اس کے مقابلے میں عورت اپنے دماغ کی بناوٹ کے مطابق اس کا فوکس پھیل جاتا ہے وہ بیک وقت مختلف چیزوں کو دیکھتی اور سنتی ہے گویا مرد کا مرکز توجہ ایک چیز ہوتی ہے اور عورت کا مرکز توجہ کئی چیزیں ہے۔

اس تحقیق سے اسلام میں مرد اور عورت کی گواہی کے درمیان فرق کی وجہ سائنٹفک بھی معلوم ہوتی ہے کیونکہ مرد کا دماغ اک ارتکازی (Unifocal Mind) ہے اس کے مقابلے میں عورت کا دماغ پیدائشی طور پر کثیر ارتکازی (Multifocal Mind) ہے۔ اس فرق کی وجہ سے یہ امکان رہے گا کہ عورت کے دماغ کی مختلف فطری بناوٹ کی بناء پر کسی بات کو تمام اجزاء کے ساتھ ذہن نشین نہ کیا ہو ایسی حالت میں واقعے کا ایک پہلو عورت سے چھوٹ جائے تو دوسری عورت اس کی تلافی کردے گی۔ (۲۶)

اور ایک ریسرچ کے مطابق بتایا گیا:

"وزن الدماغ ۱۳۳۰ غراما، وینقص دماغ الأنثی عن وزن دماغ الرجل ۵۰ غراما"۔ (۲۷)

دماغ کا وزن 1330 گرام ہوتا ہے، عورت کا دماغ مرد کے دماغ سے 50 گرام کم ہوا کرتا ہے۔

اور یہ بھی بتایا گیا کہ حافظے (Memory) سے تعلق رکھنے والی دماغ کی ارتکازی صلاحیتیں مرد میں سب سے زیادہ ترقی پذیر ہوتی ہیں جبکہ انفعال یا تأثر (Emotion) سے تعلق رکھنے والی دماغ کی ارتکازی صلاحیتیں عورت میں سب سے زیادہ ترقی پذیر ہوتی ہیں، اس لئے دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر قرار دی گئی۔

سماعت و بصارت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ ۚ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ۝٩ (السجدۃ:۹)

اس نے تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل بنائے تم بہت کم شکر بجالاتے ہو۔

سماعت کو بصارت پر مقدم کرنے کی مذکورہ بیان کردہ وجہ کے علاوہ دوسری وجہ یہ ہے جیسا کہ ڈاکٹر کیتھ ایل مور لکھتے ہیں:

Premordium of the internal ears appears before the beginning of the eyes and the brain (the site of understanding) differentiates last. This part of sura (32:9) indicates that special senses of hearing, seeing and feeling develop in this order, which is true.[28]

''کانوں کے اندرونی عضویات آنکھوں کی ابتداء سے پہلے (بطن مادر میں) ظاہر ہوتے ہیں۔اور پھر دماغ اسے ممتاز کرتا ہے۔سورۃ السجدہ کی آیت نمبر ۹ کا یہ حصہ اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ مخصوص حس سامعہ، حس باصرہ، اور حس لامسہ اسی ترتیب سے نمو پاتی ہیں جو سچ ہے''۔

جس طرح ماں کے پیٹ میں بچے کی آنکھ سے پہلے کان بنتے ہیں، اسی طرح پیدا ہونے کے بعد سب سے پہلے نومولود کی سماعت بیدار ہوتی ہے اور اس کے سننے کی حس (Sensation) دیکھنے کی حس سے پہلے کام کرتی ہے، تجربہ شاہد ہے کہ نومولود کے پاس اگر کوئی ڈراؤنی یا عجیب سی آواز پیدا کی جائے تو وہ ڈر جائے گا، ڈراؤنی چیز کے دیکھنے سے وہ نہیں ڈرے گا۔

جلد میں درد کا احساس

جدید تحقیق سے قبل یہ خیال کیا جاتا تھا کہ جلد (Skin) میں درد کی حس کا تعلق دماغ سے ہے، لیکن جدید طب نے یہ دریافت کیا ہے کہ جلد میں بھی درد محسوس کرنے کی حس ہے۔

جلد کو درد کا احساس عموماً جلد کے جلنے کی وجہ سے ہوتا ہے، اس کے تین درجے ہیں:

۱- پہلا درجہ: سورج کی تپش اور گرمی سے جلد کی اوپر والی سطح متاثر ہوجاتی ہے، اور اس میں سوجن اور ورم پیدا ہوتا ہے اور وہ جگہ سرخ ہوجاتی ہے۔

۲- دوسرا درجہ: اس درجے میں انسان کی جلد کا اوپر والا حصہ (Epidermis) اور اندرونی حصہ (Dermis) دونوں زخمی ہوجاتے ہیں، یہ انتہائی سخت درد کا درجہ ہے۔

۳- تیسرا درجہ: اس درجے میں جلد کی پوری تہ جل کر زخم پٹھوں اور ہڈیوں تک پہنچ جاتا ہے۔اس حالت میں متاثرہ شخص کو زیادہ درد نہیں ہوتا۔جیسے اگر سوئی جسم میں چبھوئی جائے تو درد صرف جلد کی سطح پر ہوگا۔اور اگر سوئی جلد سے آگے گزار دی جائے تو بقیہ گوشت میں درد نہیں ہوگا۔یہ اگرچہ جدید ترین تحقیق ہے، لیکن قرآن میں مذکورہ دو حقائق کا انکشاف چودہ سو سال پہلے کر دیا وہ یہ کہ جلد میں درد کا احساس ہوتا ہے اور اگر جلنے کی کیفیت انتہاء کو پہنچ جائے تو جلد میں احساس ختم ہوجاتا ہے۔اس لئے جب کسی کی جلد پر جلنے کے زخم پائے جاتے ہیں تو ڈاکٹر سوئی لگا کر دیکھتا ہے اگر مریض درد محسوس کرے تو وہ خوش ہوتا ہے کیونکہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جلنے کے زخم گہرے نہیں ہیں اور درد محسوس کرنے کی حس کو نقصان نہیں پہنچا۔اللہ تعالی جہنمیوں کے عذاب کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ اُن کی کھالوں کو بدلا جائے گا تاکہ زیادہ سے زیادہ درد کا احساس ہو۔

ارشاد ربانی ہے:

اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِاٰیٰتِنَا سَوۡفَ نُصۡلِیۡہِمۡ نَارًا ؕ کُلَّمَا نَضِجَتۡ جُلُوۡدُہُمۡ بَدَّلۡنٰہُمۡ جُلُوۡدًا غَیۡرَہَا لِیَذُوۡقُوا الۡعَذَابَ ؕ

اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَزِیۡزًا حَکِیۡمًا﴿۵۶﴾

بے شک جن لوگوں نے ہماری آیات ماننے سے کفر کیا ہم انہیں بالیقین (دوزخ کی) آگ میں داخل کریں گے جب ان کے بدن کی کھالیں جل جائیں گی تو ہم انہیں دوسری کھالیں بدل دیں گے تا کہ وہ (مسلسل) عذاب کا مزہ چکھیں، بے شک اللہ غالب، حکمت والا ہے۔ (سورۃ النساء:۵۶)

اس آیت کے تحت صاحب تفسیر ابن کثیر لکھتے ہیں:

''ایک ایک دن میں ستر ہزار مرتبہ کھال الٹ پلٹ ہوگی یعنی کہہ دیا جائے گا کہ پھر لوٹ آئے وہ پھر لوٹ آئے گی، حضرت معاذ بن جبلؓ کہتے ہیں کہ ایک ایک ساعت میں سوسو بار کھال بدلی جائیگی''۔(۲۹)

پروفیسر ٹیجا ٹاٹیجا سین (Prof. Tegata Tejaseen) جو تھائی لینڈ کی ''چیانگ مائی یونیورسٹی'' کے شعبہ علم تشریح الاعضاء (Anatomy) کے چیرمن ہے، انہوں نے جلد میں پائے جانے والے درد (Pain Recepters) پر بڑی تحقیق کی تھی، جب ان سے کہا گیا اس دور جدید کی تحقیق کا انکشاف تو قرآن نے چودہ سوسال پہلے ہی کر دیا ہے تو انہوں نے پوچھا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس یہ معلومات کن ذرائع سے آئیں؟......انکو بتایا گیا کہ اللہ بزرگ و برتر کی جانب سے۔ پھر انکا سوال تھا: ?But who is Allah (اللہ کون ہے؟)، ان کو بتایا گیا: اللہ تمام موجودات کا خالق ہے، اگر آپ حکمت و دانش کے متلاشی ہیں تو اس حکیم ذات سے مل سکتی ہے۔ اور اگر آپ کائنات کی تخلیق کے علم کے متلاشی ہیں تو آپ کو یہ علم کائنات کے خالق ہی سے مل سکتا ہے۔ پھر پروفیسر ٹیجا سین نے اس آیت کے معانی پر تحقیق و جستجو کی، اس کے نتیجے میں ایک ایسا موقع آیا کہ انہوں نے سعودی عرب کے شہر ریاض میں منعقد آٹھویں میڈیکل کانفرنس میں اپنے اسلام کا اعلان کیا اور ان کے لکچر کا موضوع تھا (Medical signs in the Qura'n and Sunnah)۔(۳۰)

انگلیوں کے پور اور فنگر پرنٹس

قیامت کے منکرین اس بات کا سختی سے انکار کیا کرتے تھے کہ ہڈیاں مرنے کے بعد گل سڑ کر ختم ہو جائیں گی پھر قیامت کے دن انسان کیونکر دوبارہ اُٹھایا جائے گا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے عقیدے کا رد کرتے ہوئے جواب دیا:

اَیَحۡسَبُ الۡاِنۡسَانُ اَلَّنۡ نَّجۡمَعَ عِظَامَہٗ﴿۳﴾ بَلٰی قٰدِرِیۡنَ عَلٰۤی اَنۡ نُّسَوِّیَ بَنَانَہٗ﴿۴﴾

کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں ہرگز اکٹھا نہ کریں گے؟ کیوں نہیں، ہم اس بات پر قادر ہیں کہ ہم اس کی انگلیوں کے بنان (پور پور) تک درست حالت میں کردیں۔ (سورۃ القیامہ:۳،۴)

ہڈیاں پوروں کے مقابلے میں بڑی ہوا کرتی ہیں، قرآن نے ہڈیوں کو زندہ کرنے کی دلیل انگلیوں کے پوروں (Finger tips) کو درست کرنے سے کیوں دی، قرآن نے ایک اہم راز سے پردہ اُٹھایا کہ ہڈیوں سے نازک انگلیوں کے 'پور' ہیں جس کی تحقیق سائنس نے اُنیسویں صدی کے اواخر میں کی، وہ یہ کہ ہر فرد کی انگلیوں کے نشان مختلف ہوتے ہیں۔ لہٰذا دو آدمیوں کی انگلیوں کے نشانات آپس

میں کبھی نہیں ملتے اور وہ نشانات پیدائش سے لے کر مرنے تک ایک جیسے رہتے ہیں اور وہ نشانات آڑھی ترچھی گول اور خمدار لکیروں پر مشتمل ہوتے ہیں۔

سب سے پہلے 1884ء میں شناخت (Identification) کیلئے فنگر پرنٹنگ (انگوٹھا چھاپ) کا طریقہ انگلستان میں شروع ہوا، اور آج تک اس کا رواج جاری ہے۔[۳۱]

اب جینیٹک انجینئر نگ کے تحت جینیٹک فنگر پرنٹنگ (Genetic Finger Printing) نے شناخت کا مزید آسان طریقہ دریافت کرلیا ہے جسے قاتلوں اور جرائم پیشہ لوگوں میں سے اصلی مجرم کو بہ آسانی سے پکڑا جاتا ہے۔[۳۲]

تخلیق انسانی میں اعتدال وتناسب

قرآن نے انسان کو ایک شاہکار تخلیق کی شکل میں پیش کیا ہے۔ انسانی تخلیق کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

الَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَۙ﴿۷﴾ (سورۃ الانفطار:۷)

وہ ذات جس نے تجھے پیدا کیا اور درست وخوب پیدا کیا اور تجھے متناسب بنایا (تناسب قائم رکھا)۔

آج موجودہ سائنسی دور میں اس آیت کی صداقت واضح سے واضح تر ہوتی جارہی ہے۔ حکیم شیخ طنطاوی جوہری اپنی تفسیر الجواہر میں انسانی تخلیق کے بارے میں لکھتے ہیں:

آدمی پست قد بھی ہوتے ہیں اور لمبے بھی، اور متوسط قد بھی، لیکن ہر جسم میں ایک تناسب رکھا گیا ہے جس میں کبھی کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔

- ہر انسان کا قد اس کی بالشت سے ۸ / بالشت ہوتا ہے۔
- اگر کوئی دونوں جانب اپنے ہاتھ پھیلائے تو دونوں ہاتھوں کا درمیانی فاصلہ ۸ / بالشت ہوتا ہے۔

اگر کوئی شخص اپنے دونوں ہاتھوں کو اوپر بلند کرے تو ہاتھ کی انگلی کے کنارے سے پاؤں کی انگلیوں تک کا فاصلہ دس بالشت ہوتا ہے۔

چہرے کی لمبائی پیشانی کے اوپر کے بالوں کے اُگنے کی جگہ سے تھوڑی تک ۱/۸ ا بالشت ہوتی ہے۔

انگوٹھا اور چھوٹی انگلی برابر ہوتے ہیں[۳۶]۔

ایک امریکی سائنسداں کریسی ماریسن نے اپنی کتاب Man does not stand alone میں لکھتا ہے:

''ہر آدمی کی آنکھ میں خواہ چھوٹی ہو یا بڑی ایک سوتیس ملین Light recepters ہوتے ہیں جو تصویری مجموعے دماغ تک پہنچاتے ہیں، ہر ایک کی زبان میں تیس ہزار ذائقے کے خانے (Taste buds) ہوتے ہیں۔ ہر خانہ اپنے عصبی تار کے ذریعہ دماغ سے جڑا رہتا ہے جس سے چیزوں کا مزہ معلوم ہوتا ہے''۔

مذہب اور سائنس کی منزل

سائنس کا موضوع ''خلق'' ہے اور مذہب کا موضوع ''خالق'' ہے۔ مذہب ''خالق'' (Creator) سے بحث کرتا ہے اور سائنس اللہ

تعالیٰ کی پیدا کردہ خلق (Creation) سے بحث کرتی ہے۔ اگر انسان مخلوق ہی کی تحقیق پر رک جائے تو اس کی یہ سعی لا حاصل ہے اور اگر مخلوق پر غور و فکر کر کے خالق کا پتہ چلائے اور زندگی کے مقصد کی تکمیل اور آخرت کی فکر دامنگیر ہو جائے تو وہ قدرت کے مناظر کو دیکھ کر پکار اُٹھے گا:

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾ (سورۂ آل عمران:۱۹۱)

اے ہمارے رب! تُونے یہ (سب کچھ) بے کار (بے حکمت) نہیں بنایا۔ تیری ذات پاک ہے تُو تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں تخلیق انسانی کے مراحل اور عجائبات کو قیامت کے ثبوت پر بطور دلیل پیش فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ؕ وَنُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْۤا اَشُدَّكُمْ ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰۤى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْـًٔا ؕ وَتَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَاَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ﴿۵﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَاَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۶﴾ وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ﴿۷﴾ (سورۃ الحج:۵،۶،۷)

اے لوگو اگر تم کو مرنے کے بعد زندہ ہونے میں کوئی شک ہے تو (اس میں غور کرو کہ) ہم نے تم کو مٹی سے بنایا، پھر نطفہ سے، پھر خون بستہ سے، پھر گوشت کے تکڑے سے جس کے اعضاء کی تخلیق مکمل ہو چکی ہے یا بعض اعضاء کی تخلیق نامکمل ہے تا کہ ہم تم کو (اپنی قدرت) واضح کردیں اور ہم جس کو چاہتے ہیں رحموں میں ایک مقررہ مدت تک ٹھہرائے رکھتے ہیں، پھر ہم تم کو بچہ بنا کر نکالتے ہیں، پھر (تمہاری پرورش کرتے ہیں) تا کہ تم اپنی جوانی کو پہنچ جاؤ، اور تم میں سے کوئی مرجاتا اور کوئی ناکارہ عمر تک لوٹایا جاتا ہے تا کہ کچھ جان لینے کے بعد (اب) کچھ بھی نہ جانے، اور تو زمین کو بالکل خشک (مردہ) دیکھتا ہے پھر جب ہم اس پر پانی برسا دیتے ہیں تو وہ سبزی سے لہلہانے اور اُبھرنے لگتی ہے اور ہر قسم کی رونق دار چیزیں اُگاتی ہے، یہ سب اسی وجہ سے ہو رہا ہے کہ اللہ ہی حق ہے اور وہی مُردوں کو (قیامت کے دن) زندہ کرے گا اور وہی ہر چیز پر قادر ہے، اور یہ کہ قیامت آنے والی ہے اس میں کوئی شک نہیں اور یہ کہ اللہ ان لوگوں کو جو قبروں میں ہیں ضرور زندہ کر کے اُٹھائے گا۔

یہ سارے حقائق زبان حال سے کہہ رہے ہیں کہ قرآن جہاں کتاب ہدایت ہے وہیں انسانی ہدایت کیلئے روشن معجزہ بھی ہے اور انسانی زندگی کا ضابطہ حیات بھی ہے۔ اور خلق میں غور کر کے خالق تک پہنچنے اور اس کے قرب کا عظیم ذریعہ و وسیلہ بھی ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ

حوالے جات

1 تفسیر سورۃ الحجر، الجواہر فی تفسیر القرآن الحکیم: للأستاذ الحکیم الشیخ طنطاوی جوہری
2 اسلام اور جدید سائنس: نئے تناظر میں، محمد ظفر اقبال (دار الکتاب، لاہور)
3 مرجع سابق
4 الإتقان فی علوم القرأن، للعلامة جلال الدین السیوطیؒ
5 سائنسی انکشافات، قرآن وحدیث کی روشنی میں، از ڈاکٹر حافظ حقانی میاں قادری، (اریب پبلیکیشنز، نئی دہلی)
6 مقاصد الاسلام حصہ ہفتم، شیخ الاسلام علامہ حافظ محمد انوار اللہ فاروقیؒ، (مجلس اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ)
7 A Brief Illustrated Guide to Understanding Islam, By I. A. Ibrahim (Darussalam, Houston)
8 مرجع سابق
9 اسلام اور جدید سائنس، پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری (دکن ٹریڈرس، حیدرآباد)
10 بائبل، قرآن اور سائنس، موریس بوکائی، مترجم ثناء الحق صدیقی
11 اسلام اور جدید سائنس، علامہ ڈاکٹر محمد طاہر القادری
12 المعجم الوسیط
13 سائنسی انکشافات، ڈاکٹر حافظ حقانی میاں، بحوالہ (The Developing Human)
14 المعجم الوسیط
15 A Brief Illustrated Guide to Understanding Islam
16 مرجع سابق
17 تفسیر سورۃ المومنون: فی ظلال القرأن، للسید قطب،
18 صحیح البخاری (کتاب بدء الخلق) و صحیح مسلم (کتاب القدر)
19 A Brief Illustrated Guide to Understanding Islam
20 سائنسی انکشافات، ڈاکٹر حافظ حقانی میاں
21 سائنس قرآن کے حضور میں، طارق اقبال
بحوالہ: (Neuroradiology: Anotomical and Functional Principle, California, 2003)
22 سائنس قرآن کے حضور میں۔ (بحوالہ The Evolution's End, Harper, San Francesco, 1992)
23 A Brief Illustrated Guide to Understanding Islam.
(بحوالہ Essentials of Anotomy & Physiology, Seeley and others.)
24 مرجع سابق
25 سائنس قرآن کے حضور میں
26 اسلام کی سچائی اور سائنس کے اعترافات، آئی اے ابراہیم محسن فارانی (بحوالہ جناح سنڈے میگزین 12 اکتوبر 2005ء)، (دار السلام پبلشرز)
27 أيات اللہ فی خلق الانسان وبعثه وحسابه للدکتور ماهر أحمد الصوفی (المکتبة العصرية، صيدا - بيروت)
28 اسلام اور جدید سائنس، علّامہ ڈاکٹر محمد طاہر القادری
29 تفسیر ابن کثیر، (تفسیر سورۃ النساء)
30 سائنسی انکشافات، ڈاکٹر حافظ حقانی میاں
31 مباحث فی إعجاز القرأن للدکتور مصطفی مسلم (دار المسلم - الرياض)
32 قرآن کے جدید سائنسی انکشافات، پروفیسر ڈاکٹر فضل کریم، (اریب پبلیکیشنز)

معاشی نظام اور قرآن

مولانا سید ضیاء الدین نقشبندی قادری
شیخ الفقہ جامعہ نظامیہ

الحمد للّٰہ رب العالمین، والصلوۃ والسلام علی حبیبه سید الانبیاء والمرسلین ، وعلی اله الطیبین الطاھرین ، واصحابه الاکرمین الافضلین ، ومن احبهم وتبعهم باحسان اجمعین الی یوم الدین .اما بعد!فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم،بسم اللہ الرحمن الرحیم.وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ،قَلِيْلاً مَّاتَشْكُرُوْنَ .(سورۃ الاعراف،10)

احقر کے مقالہ کا عنوان ہے ''معاشی نظام اور قرآن''۔ یہ موضوع نہایت تفصیل طلب اور کئی ایک جہات پر مشتمل ہے،انشاءاللہ تعالی اس مقالہ کے آغاز میں اشتراکیت وسرمایہ دارانہ نظام پر مختصر گفتگو کی جائیگی بعدازاں اسلام کے نظامِ معیشت سے متعلق ضروری امور زیر بحث لائے جائیں گے۔ چنانچہ اختصار وجامعیت کے ساتھ اہم نکات گوش گزار کرنے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:**وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ،قَلِيْلاً مَّاتَشْكُرُوْنَ** .

ترجمہ:اور یقیناً ہم نے تمہیں زمین میں سکونت عطا کی اور اس میں تمہارے لئے معیشت کے اسباب فراہم کئے،تم بہت ہی کم شکر ادا کرتے ہو۔(سورۃ الاعراف:10)

علامہ ابن خلدون نے معاش کے وجوہ واقسام اور طریقے بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:**اعلم ان المعاش هو عبارة عن ابتغاء الرزق والسعی فی تحصیله.**

ترجمہ:جان لو کہ معاش سے مراد رزق تلاش کرنا اور اس کے حصول کی کوشش کرنا ہے۔(تاریخ ابن خلدون،ج:1،ص:382)

والمعیشة التی تعیش بها من المطعم والمشرب وما تکون به الحیوة ومایعاش به اوفیه.

ترجمہ:معیشت سے مراد''وہ چیز ہے جس کے ذریعہ گزر بسر ہو''جیسے کھانا،پینا،اور جس پر زندگی کا دارومدار ہو،اور اسباب معیشت ورہائش کو بھی معیشت کہتے ہیں۔(القاموس المحیط،باب الشین،فصل العین)

''معاشیات''کو''اقتصادیات''بھی کہتے ہیں اور انگلش زبان میں اس کو اکنامکس(Economics)سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

ڈاکٹر احمد شرباصی نے''المعجم الاقتصادی الاسلامی''میں لکھا ہے:**الاقتصاد علم یبحث فی کل مایتعلق بالثروة والمال والتکسب والتملک والانفاق ‘والاقتصاد یبحث ایضا فی مسائل الانتاج والاستثمار ومسائل الانتفاع والخدمات ومسائل التوفیر والادخار ومسائل الغنی والفقر.**

ترجمہ: ''اقتصادُ'' ایک ایسا علم ہے جو ہر اس چیز سے بحث کرتا ہے جو مال و دولت کمانے، مالک بننے اور خرچ کرنے سے متعلق ہو، و نیز علم اقتصاد میں پیداوار و سرمایہ کاری کے مسائل، حصول نفع اور متعلقہ خدمات کے مسائل، پیداوار کی فراہمی و ذخیرہ اندوزی کے مسائل اور دولت مندی و تنگدستی کے مسائل سے بحث کی جاتی ہے۔

(المعجم الاقتصادی الاسلامی، للدکتور احمد الشرباصی، ص:36، ناشر: دار الجیل)

ایک ماہر معاشیات نے معاشیات کی تعریف یوں کی ہے: معاشیات ایک ایسا سماجی علم ہے جس کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ مختلف امور میں کام آنے والے وسائل کے استعمال کی کیفیت بتائی جائے' تا کہ موجودہ دور اور مستقبل کے لئے پیداوار فراہم کی جاسکے '(اکنامک تھیوری، 2007)

"Economics is a social science concerned chiefly with the way society chooses to employ its resources, which have alternative uses, to produce goods and services for present and future consumption." (Economic Theory 2007)

یہ ایک حقیقت ہے کہ کسی بھی معیشت کو جو بنیادی مسائل درپیش ہوتے ہیں وہ تین (3) ہیں:

(1) ترجیحات کا تعین (2) وسائل کی تخصیص (3) آمدنی کی تقسیم

کسی شخص کی معیشت یا ریاست کی معیشت یا ملک وقوم کی معیشت کے مختلف وسائل ہوتے ہیں، قدرتی وسائل، انسانی وسائل، نقدی وسائل وغیرہ، اسی طرح کچھ ضروریات وخواہشات ہوتی ہیں، پہلے مرحلہ میں ترجیحات کے تعین (Determination of priorities) کے ذریعہ یہ طے کیا جاتا ہے کہ کونسے وسائل کو پہلے کن ضروریات کی تکمیل میں خرچ کیا جائے۔

دوسرے مرحلہ میں وسائل کی تخصیص (Allocation of Resources) کے ذریعہ یہ طے کیا جاتا ہے کہ کس ضرورت کے لئے کونسے وسائل کو کس مقدار میں استعمال کیا جائے۔ مثلاً زمین، محنت، سرمایہ وغیرہ ان وسائل سے کتنی مقدار کو کس ضرورت کی تکمیل میں استعمال کریں۔

تیسرا مرحلہ آمدنی کی تقسیم (Distribution of Income) ہے. وسائل سے پیداوار حاصل ہوجائے تو تیسرے مرحلہ میں پیداوار وآمدنی کو تقسیم کیا جاتا ہے

اس کے بعد معاشی سرگرمیوں کی ترقی پر غور کیا جاتا ہے کہ پیداوار کی کیفیت وکوالٹی کو کس طرح بہتر بنائیں، اس کی کمیت (quantity) کو زیادہ کیسے کریں اس طرح ایک طویل منظّم لائحۂ عمل کے تحت معاشی نظام قائم ہوتا ہے۔

ان تین بنیادی مسائل کو حل کرنے کے لئے دنیا میں دو نظام رائج رہے: سرمایہ دارانہ نظام (Capitalism) اور

اشتراکیت (Socialism) سوشلزم میں یہ قانون ہے کہ کسی شخص کو ذاتی ملکیت کا اختیار نہیں، تمام جائیدادیں قومی واشتراکی سرمایہ قرار پائیں گی، کسی شخص کو اپنی مرضی سے وسائل استعمال کرنے اور ضرورت کی تکمیل کرنے کا اختیار نہیں ہوگا بلکہ وسائل کا استعمال، پیداوار میں کمی بیشی، طلب (Demand) رسد (Supply) تمام امور کو ایک منظّم قانون کے تحت کردیا جائے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ ''اشتراکیت'' ایک غیر فطری نظام ہے؛ کیونکہ جب سارے معاشی امور ایک قانون کے تحت چلائے جائیں، اس کے بغیر کسی شخص کو کوئی معاشی اقدام کرنے کی اجازت نہ ہوتو مطلب یہ ہوا کہ تمام سرمایہ دار ختم ہوگئے اور ایک بڑا سرمایہ دار وجود میں آیا جو خود حکومت ہے یا حکومت کے عہدیداروں کا طبقہ ہے اور اس قانون کو بنانے والے بڑے سرمایہ دار سے بھی ناانصافی کی غلطی ہوسکتی ہے ، لہذا روس جیسے بڑے علاقہ میں اشتراکی نظام 74 سال قائم رہا ،اس کے باوجود اشتراکیت (Socialism) ایک فائدہ مند معاشی نظام قائم کرنے میں ناکام ہوگئی اور اس کے تحت رہنے والے دیگر کئی ممالک کی معیشت زوال پذیر ہوگئی۔

(The Soviet Union's Last Stand by Malcolm Brinkworth)

آج دنیا میں سرمایہ دارانہ نظام (Capitalism) رائج ہے، تمام مغربی ممالک کی معیشت اسی نظام پر قائم ہے، اس نظام میں اشتراکیت کے برخلاف ہر انسان کو زیادہ نفع حاصل کرنے کے لئے آزاد چھوڑ دیا جاتا ہے، نہ طلب پر رکاوٹ ہے نہ رسد کی ممانعت، جو طریقہ چاہے اختیار کیا جائے، اس نظام کے تحت لوگ سودی لین دین، سٹہ بازی اور قمار میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے لگے بلکہ آج دنیا کے تقریباً بینکوں کا نظام سود پر ہے، اس آزادانہ نظام کا نتیجہ یہ ہے کہ جو شخص مال دار ہے وہ اور زیادہ مالدار ہوتا ہے اور جو شخص تنگدست ہے وہ اور زیادہ تنگدست ہوجاتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ اشتراکیت نے غیر متوازن معیشت قائم کی اور فرد کے اختیار کو ختم کر کے تفریط و کوتاہی سے کام لیا، اس کے برخلاف سرمایہ دارانہ نظام نے افراد کو کھلی چھوٹ اور مکمل معاشی آزادی دے کر افراط سے کام لیا۔

اللہ تعالی نے اپنے مبارک کلام اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین وہدایات کے ذریعہ معاشی نظام عطا فرمایا، جو افراط وتفریط کے درمیان اعتدال وتوازن والا ایسا قانون دیتا ہے کہ افراد کو اختیارات حاصل ہوتے ہیں، ساتھ ساتھ کچھ فطری اور خدائی پابندیاں عائد کرتا ہے جس کے نتیجہ میں معیشت پر کسی کی اجارہ داری قائم نہیں ہوپاتی، اللہ تعالی کا دیا ہوا یہ اسلامی نظامِ معیشت کے تمام مسائل کے حل کے لئے طلب ورسد پر کنٹرول کا خوب استعمال کرتا ہے، آمدنی کی تقسیم کی حمایت کرتا ہے، سورۂ زخرف، آیت نمبر: 32 میں ارشاد الٰہی ہے: **نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا.**

ترجمہ: ہم نے ان کی معیشت کو ان کے درمیان دنیوی زندگی میں تقسیم کردیا اور ان میں سے ایک کو دوسرے پر کئی درجے بلند فرمایا تا کہ وہ ایک دوسرے سے کام لے سکیں۔ (سورۃ الزخرف، آیت نمبر:32)

اس آیت کریمہ میں ایک فطری نظام بتایا گیا کہ کچھ لوگ سامان طلب کرتے ہیں اور کچھ لوگ سامان فراہم کرتے ہیں، اس باہمی کشمکش اور آپسی لین دین سے معیشت اعتدال وتوازن کے ساتھ وجود پاتی اور قائم رہتی ہے۔

''دائرۂ معارف اسلامیہ'' میں اسلامی نظام معیشت اور مغربی معاشی نظام کے درمیان فرق کے سلسلہ میں مذکور ہے: ''اسلامی معاشیات' انسان کے افعال کا مطالعہ' شریعت کی روشنی میں کرتی ہے، اور جہاں شریعت سے انحراف دیکھتی ہے وہاں اس کے اتباع کے لئے راستہ متعین کرتی ہے، مثال کے طور پر اگر معاشرے میں ربٰو پر مبنی بینکاری کا نظام موجود ہے تو اسلامی معاشیات اس نظام میں محض زر اور اعتبار کے مختلف وظائف کا مطالعہ ہی نہیں کرتی بلکہ اس نظام کو شریعت اسلامی کے مطابق ڈھالنے کی عملی تدابیر بھی پیش کرتی ہے، اس اعتبار سے اسلامی معاشیات کا دائرۂ عمل' مغربی معاشیات کی بہ نسبت بہت وسیع ہوجاتا ہے، مغربی معاشیات صرف معاشی واقعات ومظاہر کے تجزیہ وتنقید سے غرض رکھتی ہے؛ جبکہ اسلامی معاشیات اخروی زندگی میں کامیابی کی غرض سے ان ہی واقعات ومظاہر کو شریعت کے مطابق ڈھالنے کے عمل سے بھی بحث کرتی ہے۔

(دائرۂ معارف اسلامیہ، ج:14،ص:390)

اسلامی نظام' نفع حاصل کرنے کے غلط طریقوں جیسے' سٹہ بازی، قمار پر روک لگاتا ہے اور اس کے بالمقابل مضاربت وشراکت داری کی اجازت دیتا ہے، آدمی بحیثیت مضارب' بحیثیت سرمایہ کار اور بحیثیت شراکت دار نفع حاصل کرسکتا ہے۔

اسلامی نظامِ معیشت شخصی ملکیت کو روا رکھتا ہے اور دوسرے کی ملکیت میں بلا اجازت تصرف کرنے سے روکتا ہے، خریدار وفروخت کنندہ کو کاروبار میں حقوق واختیارات دیتا ہے، اکراہ واجبار کو ممنوع قرار دیتا ہے، کسی کو ضرر دینے سے روکتا ہے اور ضرر ونقصان میں پڑنے سے بھی منع کرتا ہے، معاملات میں نرمی کرنے کو پسند کرتا ہے، غیر مملوک کی تجارت سے منع کرتا ہے، کسی چیز پر قبضہ کرنے سے پہلے اسے فروخت کرنے کو ناجائز قرار دیتا ہے، احتکار وذخیرہ اندوزی پر محدود روک لگاتا ہے اور اس کی چند شرائط کے ساتھ اجازت دیتا ہے۔ اسلامی نظامِ معیشت' خریدار وفروخت کنندہ کی باہمی رضامندی کو شرط قرار دیتا ہے اور ہر اس معاملہ کو نادرست گردانتا ہے جس میں دونوں میں سے کسی ایک کی بھی رضامندی شامل نہ ہو۔

سرمایہ دارانہ نظام میں دولت منجمد ہوکر رہ جاتی ہے، اس کے برخلاف قرآن کریم میں عطا کردہ اصول وقوانین سے دولت گردش کرتی ہے، مالدار زکوۃ ادا کرتے ہیں، مختلف غلطیوں کی پاداش میں کفارہ کے بطور صدقہ دیتے ہیں؛ جس کی وجہ سے دولت کا ایک حصہ غریب طبقہ کو حاصل ہوتا ہے اور مضاربت کے ذریعہ مالدار سرمایہ لگاتا ہے اور مضارب محنت کرتا ہے نتیجتاً مضارب کو مقررہ

فیصد کی شکل میں نفع حاصل ہوتا ہے۔

قرآن کریم اور ذخیرۂ احادیث سے تمام بنیادی معاشی مسائل حل ہوتے ہیں اور کئی ایک جزوی مسائل کی گتھیاں سلجھتی ہیں، یہاں قرآن کریم کی روشنی میں نظامِ معیشت کے قواعد وکلیات ذکر کئے جاتے ہیں جس پر نظام معیشت کا دار و مدار ہے۔

دولت منجمد نہ رہے: اسلام کا معاشی نظام چاہتا ہے کہ دولت گردش کرتی رہے، سرمایہ مخصوص گروہ، مخصوص طبقہ، مخصوص خاندان یا مخصوص افراد کے ہاتھوں میں منجمد نہ رہے؛ بلکہ دولت کا بہاؤ یتیم و مسکین، غریب و نادار کی طرف آئے، قرآن کریم نے اس سلسلہ میں صریح طور پر بتایا: **كَىْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ.** ترجمہ: تاکہ مال تم میں کے دولتمندوں کے درمیان گردش کرتا نہ رہے۔ (سورۃ الحشر: 7)

موجودہ سرمایہ دارانہ نظام کے تحت جو شخص مالدار ہے اور زیادہ مالدار ہوتا رہتا ہے اور جو تنگدست ہے مزید تنگدستی میں آجاتا ہے، جدھر دولت ہے دولت کے انبار لگتے ہیں، جہاں غریبی ہے وہاں غربت وافلاس کا سایہ دراز ہوتا ہے، یہ موجودہ سودی بینکاری نظام کی خرابی ہے۔ قرآن کریم نے دولت کے منجمد رہنے کے تصور کو غلط قرار دیا اور ایسے فطری قواعد بتائے ہیں کہ جن کے ذریعہ دولت فقراء و مساکین، بیوگان و یتیموں کی طرف آتی رہے، دولت سے مالداروں کے علاوہ دوسرے انسان بھی فائدہ اُٹھاسکیں۔

دولت میں گردش و بہاؤ پیدا کرنے کے ذرائع

زکوٰۃ وصدقات: قرآن کریم نے دولتمند افراد کے مال میں غریبوں کا حصہ مقرر کیا، چنانچہ جنت میں اعزاز واکرام سے نوازے جانے والوں کے صفات بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: **والذين في اموالهم حق معلوم ، للسائل والمحروم .** ترجمہ: اور وہ لوگ جن کے اموال میں طے شدہ حصہ ہوتا ہے مانگنے والے کے لئے اور اُس کے لئے جو ضرورت مند ہو اور مانگتا نہیں۔ (سورۃ المعارج: 24،25)

زکوٰۃ اس لئے مقرر کی گئی کہ ہر چھوٹے بڑے مالدار کی دولت کا متناسب حصہ ڈھائی فیصد غریبوں کو پہنچے اور اِس کے لئے زکوٰۃ کی ادائیگی کا باضابطہ نظام بنایا گیا، عشری وخراجی زمین میں پیداوار سے عشر وخراج نکالنا لازم کردیا گیا۔

غلطیوں پر کفارے: قسم کے کفارے اور ظہار کے کفارے میں مختلف قسم کے صدقات کی ہدایات دی گئیں، حج وعمرہ میں ہونے والی غلطیوں اور جنایات کی پاداش میں قربانی ودم، صدقہ وکفارہ مقرر کیا گیا، ونیز رمضان کے روزوں کی طاقت نہ رکھنے پر کفارے اور فدیے کی شکل میں مال خرچ کرنا لازم قرار دیا گیا، قرآن کریم نے یہ سارے احکام سورۂ بقرہ، سورۂ مائدہ اور سورۂ مجادلہ میں مفصلاً ذکر کئے ہیں۔

مال موروث کی تقسیم قرآن کریم نے کسی شخص کی موت کے ساتھ ہی اُس کی دولت اُس کے قریبی رشتہ داروں میں تقسیم

کرنے کی ہدایت دی تا کہ مال کسی ایک ہاتھ میں سمٹ نہ جائے، باپ اور ماں کو حصہ دار بنایا، بیٹوں' بیٹیوں کو اور بھائیوں' بہنوں کو وارث قرار دیا، پوتوں' پوتیوں کو اور نواسوں' نواسیوں کو شریک جائیداد گردانا، کسی کو ذوی الفروض کسی کو عصبہ تو کسی کو ذوی الارحام کی حیثیت حصہ دلایا۔ اگر مرحوم نے کسی غیر وارث کیلئے وصیت کی ہو تو متروکہ کے ایک تہائی سے وصیت کے مطابق اُس شخص کو بھی حصہ دار مانا ہے، مال متروکہ کی تقسیم سے متعلق سورۂ نساء میں تفصیلی احکام ہیں، ان احکام کی منجملہ حکمتوں کے یہ ہے کہ دولت کئی افراد کے درمیان گردش کرتی رہے۔

اسی وجہ سے اسلام نے بخل وامساک کی مذمت وحوصلہ شکنی کی اور دوسروں پر خرچ کرنے کی ستائش وہمت افزائی کی۔

دولت کی قدر کی جائے: دولت آدمی کی خود اپنی ملکیت میں ہو یا دوسرے شخص کی ملکیت اُس کے پاس بطور امانت ہو، اسلام کا نظامِ معیشت کہتا ہے کہ بہر حال دولت کی حفاظت کی جائے، اسی مصلحت کے پیش نظر یتیموں کے مال کی حفاظت کا حکم دیا گیا اور سوج بوجھ کی عمر کو پہنچنے سے پہلے اُن کے حوالہ کرنے سے بھی منع فرمایا ہے مبادا کہ وہ تلف کر ڈالیں، ارشاد خداوندی ہے:

ولاتؤتوا السفهاء اموالكم التى جعل الله لكم قياما وارزقوهم فيها واكسوهم وقولوا لهم قولاً معروفا وابتلوا اليتٰمٰى حتى اذا بلغوا النكاح فان آنستم منهم رشدا فادفعوا اليهم اموالهم ولاتاكلوها اسرافا وبدارا ان يكبرو..

ترجمہ: اور تم بے سمجھوں کو اپنے مال نہ دو جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے قیام معیشت کا ذریعہ بنایا اور اُنہیں اُس مال سے کھلاؤ اور پہناؤ اور اُن سے بھلائی کی بات کہو، اور یتیموں کو آزماؤ؛ یہاں تک کہ وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں تو اگر تم اُن میں دانائی محسوس کرو تو اُنہیں اُن کے مال لوٹاؤ، اور اُن سے (اموال) کو فضول خرچی سے اور جلدی جلدی مت کھاؤ اس خوف سے کہ وہ (یتیم) بڑے ہوجائیں گے۔ (سورۃ النساء: 6/5)

مذکورہ آیات مبارکہ میں جس دولت کا ذکر ہے ظاہر ہے وہ یتیموں کی ہے لیکن قرآن کریم نے اُسے ''**اموالکم**'' (تمہارے مال) کہہ کر یہ تصور دیا کہ مال کسی کی بھی ملکیت میں ہو اُس کی حفاظت اپنے مال جیسی کرنی چاہئے۔

قرآن کریم نے اسراف وفضول خرچی سے بچتے ہوئے دولت کی قدر کرنے کی ہدایت دی، ارشاد ایزدی ہے: **ولا تبذر تبذيرا، ان المبذرين كانوا اخوان الشياطين وكان الشيطان لربه كفورا.**

ترجمہ: اور فضول خرچی نہ کرو، بے شک فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بہت ناشکر گزار ہے۔ (سورۃ بنی اسرائیل: 26، 27)

ناجائز لین دین کی ممانعت: اسلامی نظامِ معیشت اس امر سے روکتا ہے کہ دوسرے کے مال کو غلط طریقوں سے حاصل کیا

جائے اوراپنی معاشی خوشحالی کے لئے دوسرے کوبدحالی کاشکار بنایا جائے،جیسا کہ قرآن کریم نے فرمایا:یٰأیھا الذین اٰمنوا لاتأکلوا أموالکم بینکم بالباطل الا أن تکون تجارۃ عن تراض منکم . ترجمہ:اے ایمان والو!ایک دوسرے کا مال غلط طریقہ سے مت کھاؤسوائے یہ کہ تمہاری آپسی رضامندی سے تجارت ہو۔(سورۃ النساء:29)

''باطل طریقے سے کسی کامال کھانا'' اپنے اندر بڑاوسیع مفہوم رکھتاہے،اس ممانعت میں چوری، ڈاکہ زنی اورغصب داخل ہے، اسی طرح یہ بھی شامل ہے کہ بیچنے والاخریدار کی ناواقفیت کاغلط فائدہ نہ اُٹھائے،اُسے دھوکہ نہ دے،نفیس وعمدہ باورکراکر کھوٹی وردی چیز نہ تھمادے، ملاوٹ نہ کرے،عیب دار چیز کاعیب چھپاکر نہ بیچے۔

مال اللہ تعالیٰ کی امانت ہے: اسلامی نظامِ معیشت یہ تصور دیتاہے کہ لوگوں کے ہاتھوں میں جو مال ہے وہ دراصل اللہ تعالیٰ کی ملکیت اوراس کی دی ہوئی امانت ہے،اللہ تعالیٰ نے وہ مال لوگوں کواس لئے دیا تاکہ وہ خوداُس سے فائدہ اُٹھائیں اور دوسروں کواس کے فوائد پہنچائیں،جیسا کہ اللہ تعالیٰ کاارشادہے:واٰتوھم من مال اللّٰہ الذی اٰتاکم . ترجمہ:اورتم اُنہیں اللہ کے مال سے دوجواُس نے تمہیں دیاہے۔(سورۃ النور:33)

سمندر کے ذریعہ تجارت: قرآن کریم نے سمندری سفر کے ذریعہ تجارت کاذکرکیااوراُسے بڑی اہمیت کے ساتھ بیان کیا ،جیسا کہ سورۂ نحل میں ارشادالٰہی ہے: وھو الذی سخر البحر لتأکلوا منہ لحما طریا وتستخرجوا منہ حلیۃ تلبسونھا، وترک الفلک مواخر فیہ لتبتغوا من فضلہ ولعلکم تشکرون.

ترجمہ: وہی خداہے جس نے تمہارے لئے سمندر کومسخر کیا تاکہ تم اُس میں سے تروتازہ گوشت کھاؤاوراس (سمندر) سے زینت کی وہ چیزیں نکالو جسے تم پہنا کرتے ہواورتم کشتیوں کودیکھتے ہوسمندر میں موجوں کوچیرتی ہوئی چلتی ہیں یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ تم اللہ کے فضل (رزق) کوتلاش کرواوراس لئے بھی کہ تم اس کے شکرگزار بنو۔(سورۃ النحل:14)

قماراورسٹّہ کی ممانعت: قرآن کریم نے جوااورسٹّے بازی سے منع کیااوراُسے شیطانی کاموں میں شمار کیا،ارشادالٰہی ہے: یٰأیھا الذین اٰمنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون . ترجمہ:اے ایمان والو!بیشک شراب' جوا' بُت اورجوے کے تیر یہ سب ناپاکی وشیطان کی کارستانی ہے توان سے پرہیز کرو، تاکہ تم فلاح پاؤ۔(سورۃ المائدۃ:90)

جوّےاورسٹّے کوقرآن کریم نے ممنوع قراردیاخواہ وہ کسی بھی طرح سے ہو،اسٹاک اکسچینج () یعنی شیر مارکٹ میں شیرز فروخت کرنے کی منجملہ صورتوں کے دوصورتیں شارٹ سیل اورفیوچر سیل ہیں؛ جبکہ یہ دونوں سٹے بازی پر مشتمل ہیں۔

(short sale) شارٹ سیل: شارٹ سیل کی صورت میں ایک شخص دوسرے سے شیرز خریدنے کی امید پر شیرز،

تیسرے شخص کوفروخت کردیتا ہے، دراصل اس کواندیشہ ہوتا ہے کہ قیمتیں گھٹنے والی ہیں، یہ اس لئے کرتا ہے کہ متوقع نقصان سے محفوظ رہے، یہ غیر مملوک کی خرید وفروخت اور سٹہ بازی کی صورت ہے؛ جوکہ ممنوع ہے۔اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔شارٹ سیل کی اجازت دینے کی صورت میں سٹہ بازی کا دروازہ کھل جائیگا،لہذا یہ صورت جائزنہیں۔

(Future sale) فیوچرسیل کا حکم: فیوچرسیل میں نہ شیرزخریدار کے اکاؤنٹ میں آتے ہیں اور نہ خریدار فروخت کنندہ کو قیمت ادا کرتا ہے بلکہ صرف معاملہ طے پاتا ہے، جب قیمتیں کم یا زیادہ ہوتی ہیں توڈِفرنس (Difference)(فرق) برابر کرلیا جاتا ہے اس معاملہ میں فریقین کا مقصد شیرزخریدنا اور فروخت کرنا نہیں ہوتا بلکہ قیمتوں میں آنے والے فرق کی بنیاد پر نفع حاصل کرنا ہوتا ہے، یہ قمار اور سٹہ بازی کی صورت ہے،لہذا قرآن کریم کے دئے گئے نظامِ معیشت کے مطابق شارٹ سیل اور فیوچرسیل ناجائز ہے۔

عوامی ضرورت کے پیش نظر مستقبل کے لئے ذخیرہ اندوزی:

قرآن مجید کی سورۂ یوسف میں ہے: **قال تزرعون سبع سنين دأبا ، فما حصد تم فذروه فی سنبله الا قليلا مما تاكلون ، ثم ياتی من بعد ذلک سبع شداد ياكلن ما قدمتم لهن الا قليلا مما تحصنون.**

ترجمہ: یوسف (علیہ السلام) نے کہا:تم حسب معمول سات سال تک کاشت کاری کروگے، پھرتم جوکھیت کاٹوتو تمام غلے کوان کے خوشوں میں چھوڑ دینا ماسوا اس قلیل غلے کے جس کوتم کھاؤ، پھراس کے بعدخشک سالی کے سخت سات سال آئیں گے وہ اس غلے کوکھا جائیں گے جوتم نے پہلے جمع کر کے رکھا تھا؛سوائے اُس تھوڑے سے غلہ کے جس کوتم محفوظ رکھوگے۔(سورۃ یوسف:48)

حضرت یوسف علیہ السلام نے گایوں کوسالوں سے تعبیر کیا اور فربہ گایوں کوغلہ کی فراوانی اور خوش حالی کے سالوں سے تعبیر کیا اور دبلی گایوں کوخشک سالی اور قحط کے سالوں سے تعبیر کیا، پھرلوگوں کومعیشت کی اصلاح کا طریقہ بتایا کہ وہ خوش حالی اور غلہ کی فراوانی کے سالوں میں ضرورت سے زیادہ غلہ خرچ نہ کریں اورفضول خرچی نہ کریں بلکہ مستقبل میں آنے والے قحط کے سات سالوں کے لئے غلہ بچا کررکھیں۔

اوراس آیت کریمہ میں اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ مستقبل کے لئے مال کوپس انداز کرنا مصلحت کے اعتبار سے ضروری ہے، نیز اس میں یہ بھی رہنمائی ملتی ہے کہ عوامی ضرورت کے وقت ذخیرہ اندوزی جائز ہے۔البتہ ایسی صورت میں ذخیرہ اندوزی جائز نہیں جب کہ لوگوں کوغلہ کی سخت ضرورت ہو،جس کی وجہ سے غلہ کی طلب بڑھ گئی ہواورتاجرین زیادہ نفع حاصل کرنے کے لئے غلہ کوگوداموں میں اُٹھار کھے ہوں۔

الناس شركاء فی ثلاث : الماء والنار والكلء وفی رواية الملح.

کمیشن ایجنٹ کا جواز: سورۂ یوسف میں ارشادِ الٰہی ہے: **قالوا نفقد صواع الملک ولمن جاء به حمل بعير وانا به زعيم .** ترجمہ: انہوں نے کہا: ہم بادشاہ کا پیالہ گم پاتے ہیں اور جو شخص اُسے ڈھونڈ لائے اُس کے لئے ایک اونٹ کا غلہ ہے اور میں اُس کا ضامن ہوں۔ (سورۂ یوسف:72)

قال بعض العلماء : فی هذه الأية دليلان : احدهما جواز الجعل وقد اجيز للضرورة فانه يجوز فيه من الجهالة ما لايجوزفی غيره ...... وشأن الجعل ان يكون احد الطرفين معلوما والأخر مجهولا للضرورة اليه .

اس آیت کریمہ میں قرآن مجید نے صریح طور پر بتلایا کہ کسی معاملہ میں کسی شخص کو ایجنٹ و ذمہ دار بنایا جائے اور اُس کے لئے مزدوری مقرر کی جائے تو یہ درست ہے جیسا کہ بادشاہ کا پیالہ ڈھونڈ لانے کی ذمہ داری پر ایک اونٹ غلہ مزدوری مقرر کی گئی۔

اس آیت مبارکہ کی روشنی میں ایجنٹ اور بروکر کا کمیشن جائز ثابت ہوتا ہے، موجودہ دور کی منڈیوں میں ایجنٹ کے ذریعہ تجارت کا خوب رَواج ہے، کمیشن ایجنٹ کی کئی ایک صورتیں ہیں:

(۱) کمیشن ایجنٹ ایک شخص سے مثلاً سو روپئے قیمت سے سامان لے کر دوسرے شخص کو ایک سو پانچ روپئے قیمت سے فروخت کرتا ہے، قیمت کا یہ فرق ہی اُس کا کمیشن ہوتا ہے۔

(۲) ایجنٹ خریدار لے آتا ہے اور خریدی پر آمادہ کرنے کے بدلہ فروخت کرنے والا ایجنٹ کو کمیشن دیتا ہے۔

(۳) ایجنٹ کرایہ کا مکان یا ملگی ڈھونڈنے والے شخص کو مناسب مکان یا ملگی بتاتا ہے، اس کے عوض کرایہ دار سے کمیشن لیتا ہے۔

(۴) اسٹاک اکسچینج یعنی شیر مارکٹ میں لوگ کسی بروکر کے ذریعہ ہی شیرز خرید سکتے ہیں، بروکر خریدار کو اسٹاک اکسچینج سے مربوط کرتا ہے اور خریدار بروکر کے ذریعہ شیرز خریدتا بیچتا ہے، اس کام کے بدلہ بروکر خرید وفروخت کرنے والوں سے کمیشن لیتا ہے۔

جن چیزوں کی خرید وفروخت جائز ہے اُن پر ایجنٹ کا کمیشن لینا بھی قرآن کریم کی روشنی میں جائز و درست ہے۔

قیمت مقرر کرنے والا اللہ تعالی ہے ! :اسلام نے بازار میں کسی بھی چیز کی طلب (Demand) اور رسد (Supply) کو آزاد رکھنے کے لئے اصول وضوابط مقرر کئے' تا کہ مصنوعی مہنگائی کے اسباب ہی پیدا نہ ہوں، یہاں تک کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیمتوں کو کنٹرول کرنے اور سرکاری قیمت مقرر کرنے کو پسند نہیں فرمایا، چنانچہ سنن ابوداؤد میں حدیث پاک ہے: **عن أنس، قال: قال الناس: يا رسول الله! غلا السعر فسعر لنا ! فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله هو المسعر، القابض الباسط الرازق.**

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اُنہوں نے فرمایا: لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مہنگائی بڑھ چکی ہے، آپ ہمارے لئے کوئی ایک قیمت مقرر فرمادیں، تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ

تعالی ہی قیمتیں مقرر کرنے والا ہے، وہی رسد میں کمی کرنے والا، بڑھانے والا، رزق دینے والا ہے۔

(سنن ابوداؤد، کتاب الاجارۃ، باب فی التسعیر' حدیث 3453:۔زجاجۃ المصابیح' کتاب البیوع باب الاحتکار)

حدیث پاک کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے طلب ورسد کے جوقوانین مقرر فرمائے ہیں اُس پر عمل کیا جائے، اس سے قیمتیں فطری طور پر طے پاتی ہیں، اگر طلب زیادہ اور رسد کم ہوتو قیمتیں بڑھتی ہیں اور اگر رسد زیادہ ہواور طلب کم ہوتو قیمتیں گھٹتی ہیں، البتہ تاجرین کی جانب سے قیمتیں غیر معمولی بڑھائی جارہی ہوں تو سربراہ مملکت کو حق ہے کہ لوگوں کوضرر ونقصان سے بچانے کے لئے اشیاء کی قیمتیں متعین کرے۔

مال تجارت شہر میں پہنچنے سے پہلے فروخت کرنے کی ممانعت!

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیرونی مالِ تجارت کوشہر پہنچنے سے پہلے خریدنے سے منع فرمایا، چنانچہ صحیح مسلم میں حدیث پاک ہے: **عن أبي هريرة، قال: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يتلقى الجلب.**

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے باہر سے آنے والے مالِ تجارت کو بازار میں پہنچنے سے پہلے خریدنے سے منع فرمایا۔

(صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب تحریم تلقی الجلب، حدیث نمبر: 3897 زجاجۃ المصابیح' کتاب البیوع' باب المنھی عنھا من البیوع)

اس ممانعت کی دوعلتیں ہیں: (1) غرر اور (2) ضرر۔

غرر دھوکہ کو اور ضرر نقصان کو کہتے ہیں، تلقی جلب میں غرر ودھوکہ اس طرح پایا جاتا ہے کہ دیہات سے آنے والے تاجرین کو یہ پتہ نہیں ہوتا کہ بازار میں کس چیز کی کیا قیمت ہے، شہر کے باہر نکل کر لینے والا شخص کم قیمت لگا کر یہ باور کراتا ہے کہ بازار کی قیمت یہی ہے، اس طرح دیہات سے آنے والے تاجرین دھوکہ میں پڑجاتے ہیں۔

تلق ی جلب کے ممنوع ہونے کی دوسری علت ''ضرر'' ہے وہ اس طرح کہ کوئی تاجر جب دیہات سے آنے والے شخص سے مالِ تجارت کو بازار پہنچنے سے پہلے خریدلے گا، اور بازار میں مال کی قلت ہوجائیگی تو قیمتیں بڑھ جائیں گی، پھر یہ تاجر من مانی قیمت مقرر کرے گا اور رسد ایک ہی تاجر کے پاس محدود رہنے کی وجہ سے صارفین کو گرانی کا سامنا کرنا ہوگا، اس کے برخلاف مال تجارت اگر کھلے بازار میں فروخت ہوجائے اور چھوٹے بڑے تاجر اُسے حاصل کریں تو تاجرین کے درمیان مسابقت ہوگی، اور مہنگائی نہ ہوگی۔

مال تجارت شہر میں پہنچنے سے پہلے فروخت کرنے کا مشروط جواز

اگر غرر وضرر پایا نہیں گیا تو تلقی جلب جائز ہے، لہذا فقہاء احناف فرماتے ہیں کہ اگر کوئی تاجر شہر کے باہر نکل کر آنے والے تاجر سے سامان خریدتا ہے، اُسے دھوکہ نہیں دیتا اور جو سامان وہ خرید رہا ہے اُس کی شہر میں قلت نہیں بلکہ دوسرے تاجرین کے پاس

موجود ہے، اگر وہ ذخیرہ بھی کرلے تو لوگوں کو ضرر لاحق نہ ہوگا، ایسی صورت میں شہر سے باہر دیہات سے شہر آنے والے تاجرین سے مال تجارت خریدنا شرعاً ممنوع نہیں۔

کیا کوئی شہری کسی دیہاتی کا ایجنٹ بن سکتا ہے؟: صحیح بخاری شریف میں حدیث پاک: **عن أبی هريرة رضی الله عنه، قال: نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم أن یبیع حاضر لباد.**

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اُنہوں نے فرمایا، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا کہ کوئی شہری کسی دیہاتی کے لیے فروخت کرے۔ (صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب لا یبیع علی بیع اخیہ ولا یسوم علی سوم اخیہ، حدیث نمبر:2140)

صحیح مسلم میں حدیث پاک ہے: **عن جابر، قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: لا یبع حاضر لباد، دعوا الناس یرزق الله بعضهم من بعض .**

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی شہری کسی دیہاتی کے لئے فروخت نہ کرے، لوگوں کو آزاد رہنے دو، اللہ تعالی بعض کو بعض سے رزق دیتا ہے۔
(صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب تحریم بیع الحاضر للبادی، حدیث نمبر:3902۔ زجاجۃ المصابیح، کتاب البیوع، باب المنھی عنھا من البیوع)

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالی خریدار کو تاجر کے ذریعہ رزق دیتا ہے اور تاجر کو خریدار کے ذریعہ، دیہاتی تاجر اور شہری کے درمیان کسی تیسرے شخص کو ایسی مداخلت کرنے کا جواز نہیں جس کی وجہ سے صارفین کو کوئی ضرر پہنچتا ہے، خواہ وہ اس کا قریبی رشتہ دار باپ، بھائی ہو۔

اس ممانعت کی علت یہ ہے کہ بیرونی شخص شہر میں مال لاکر فروخت کرے گا تو جلد فروخت کرکے فارغ ہونا چاہے گا، ذخیرہ اندوزی نہیں کرے گا اور نفع لیتے ہوئے بھی سستا بیچے گا اور شہر کا کوئی شخص بیرونی شخص کا ایجنٹ بن کر فروخت کرے تو وہ مال لے کر گودام میں ذخیرہ کرے گا اور جب بازار میں قلت پائی جائے اور قیمت بڑھ جائے تب زیادہ قیمت سے فروخت کرے گا، اس کے سبب عام لوگوں کو ضرر ہوگا، رسد پر منفی اثر پڑے گا اور مہنگائی بڑھ جائے گی، اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا۔

یہ ممانعت، مذکورہ علت کے ساتھ ہے لہذا اگر کوئی شہری کسی دیہاتی کا ایجنٹ بن کر فروخت کرے، ذخیرہ اندوزی نہ کرے، مہنگا نہ بیچے اور لوگوں کو اس کی وجہ سے ضرر نہ پہنچے تو اس کا ایجنٹ بننا شرعاً ممنوع نہیں بلکہ ایسی صورت میں خرید وفروخت کی مذکورہ

شکل جائز ہوگی۔

خریدی ہوئی چیز حاصل کرنے سے پہلے دوسرے کوفروخت کرنے کی ممانعت

ایک تاجر کسی چیز کا آرڈر دیتا ہے اوراس چیز پر قبضہ کرنے سے پہلے نفع کے ساتھ دوسرے کو بیچتا ہے، دوسرا تیسرے کو، تیسرا چوتھے کواور اس طرح غیرقبضہ کی ہوئی چیز کی متعدد مرتبہ خرید وفروخت ہوجاتی ہے ، اس کی وجہ سے صارفین (Customers) کے ہاتھ پہنچنے تک اس کی قیمت بہت زیادہ ہوجاتی ہے، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی تجارت سے منع فرمایا، جیسا کہ صحیح بخاری میں حدیث پاک ہے: **حدثنا عبد الله بن دينار، قال: سمعت ابن عمر رضى الله عنهما يقول: قال النبى صلى الله عليه وسلم : من ابتاع طعاما فلا يبعه حتى يقبضه .**

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن دینار نے بیان کیا، میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنھما سے فرماتے ہوئے سنا، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: جوشخص کوئی غلہ خریدے تو وہ اُس پر قبضہ کرنے سے پہلے فروخت نہ کرے۔

(صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب مایذکر فی بیع الطعام والحکرۃ، حدیث نمبر:2133)

حقیقی وحکمی قبضہ!: ممانعت کی وجہ حقیقی طلب کے برخلاف مصنوعی ڈیمانڈ ہے، جس سے مہنگائی کے علاوہ اور کچھ حاصل نہیں۔ مذکورہ حدیث پاک میں غلہ پر قبضہ کرنے سے پہلے اُسے فروخت کرنے کی ممانعت وارد ہوئی ہے، ملک العلماء علامہ کاسانی رحمۃ اللہ علیہ نے قبضہ کی تعریف یوں کی ہے: **هو التمكين والتخلى وارتفاع الموانع عرفا وعادة وحقيقة .** یعنی چیز کو حوالہ کرنا' خریدار کو چیز پر قدرت دینا اور عرف وعادت وحقیقت کے اعتبار سے رکاوٹوں کا ختم جانا' قبضہ ہے۔ (بدائع الصنائع ،کتاب البیوع،فصل فی الشروط الذی یرجع الی المعقود علیہ)

اس تعریف سے معلوم ہوتا ہے کہ قبضہ سے مراد چیز کا خریدار کے ہاتھ میں ہونا' ضروری نہیں بلکہ چیز اور خریدار کے درمیان عرف وعادت وحقیقت کے لحاظ سے تصرف کو روکنے والے امور دور کرنے سے قبضہ ہوجاتا ہے۔

قبضہ دوقسم کا ہوتا ہے (1) حقیقی (2) حکمی۔

(موسوعہ فقہیہ کویتیہ، حرف القاف، قبض، القبض الحکمی)

شیرز کی خرید وفروخت میں حقیقی قبضہ متصور نہیں کیونکہ ''شیر'' سے مراد کمپنی کے تمام اثاثہ جات اور مکمل سرمایہ کا ایک متناسب حصہ ہوتا ہے، اس لئے شیرز پر حکمی قبضہ ہوگا اور یہ حکمی قبضہ شیرز' خریدار کے اکاؤنٹ میں درج ہونے سے حاصل ہوتا ہے۔

واضح رہے شیرز کی خرید وفروخت کا جائز ہونا اپنے شرائط کے ساتھ محدود ہے، اور شیرز کی خرید وفروخت کی صورتوں کے اعتبار سے اس کے احکام مختلف ہوتے ہیں۔

شیرز کی خرید وفروخت کی بعض صورتوں میں اکاؤنٹ میں منتقل ہونے سے پہلے شیرز کوفروخت کیا جاتا ہے، جیسے انٹراڈے ٹریڈنگ (Intraday trading) اس شکل میں شیرز کو قبضہ سے پہلے فروخت کیا جارہا ہے، اس کی صورت یہ ہیکہ شیرز کو صبح لے کر شام تک لازمی طور پر فروخت کیا جائے، اگر شام تک شیرز خریدار کی جانب سے فروخت نہ کئے گئے تو متعلقہ بروکر اُسے فروخت کردے گا، حالانکہ شیرز' خریدار کے اکاؤنٹ میں اب تک ٹرانسفر نہیں ہوئے اور خریدار کے حق میں شیرز پر قبضہ نہیں ہوا، جب شیرز پر قبضہ نہیں پایا گیا تو اُسے فروخت کردینا حدیث مذکور کی روشنی میں ممنوع قرار پاتا ہے۔

غیر مملوک کی فروختگی کی ممانعت!: جامع ترمذی شریف میں حدیث پاک ہے: **عن حکیم بن حزام رضی الله عنه، قال: اتیت رسول الله صلی الله علیه وسلم، فقلت: یاتینی الرجل یسالنی من البیع مالیس عندی ابتاع له من السوق قال لا تبع مالیس عندک.**

ترجمہ: حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' فرماتے ہیں کہ میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا، اورآپ سے دریافت کیا کہ ایک شخص میرے پاس آکر مجھ سے وہ چیز خریدنا چاہتا ہے جو میرے پاس نہیں ہوتی، تو کیا میں وہ چیز اس کے ہاتھ بیچ کر پھر بازار سے خرید کراس کے حوالہ کرسکتا ہوں؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو چیز تمہارے پاس نہیں اسے فروخت مت کرو!۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الاجارۃ، باب فی الرجل یبیع مالیس عندہ، حدیث نمبر:3506)

شارٹ سیل (Short Sale) کا حکم!: فروخت کرنے کی صورتوں میں ایک صورت شارٹ سیل (short sale) ہے اس صورت میں آدمی دوسرے سے شیرز خریدنے کی محض امید پر شیرز' تیسرے شخص کوفروخت کردیتا ہے حالانکہ شیرز اس کی ملکیت میں نہیں ہوتے، دراصل اس کو اندیشہ ہوتا ہے کہ قیمت گھٹنے والی ہے' یہ اس لئے کرتا ہے کہ متوقع نقصان سے محفوظ رہ سکے، یہ غیر مملوک کی خرید وفروخت اور سٹہ بازی کی صورت ہے، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے، شارٹ سیل کی اجازت دینے کی صورت میں سٹہ بازی کا دروازہ کھل جائے گا ، لہذا یہ صورت جائز نہیں۔

فیوچر سیل (Future Sale) کا حکم!: اسی طرح فیوچر سیل (future sale) میں نہ شیرز خریدار کے اکاؤنٹ میں آتے ہیں اور نہ خریدار فروخت کنندہ کو قیمت ادا کرتا ہے بلکہ صرف معاملہ طے پاتا ہے، ظاہر ہے کہ اس صورت میں بھی ایسے شیرز کوفروخت کیا جاتا ہے جوملکیت میں نہیں ہوتے، جب قیمتیں کم یا زیادہ ہوتی ہیں تو فرق برابر کرلیا جاتا ہے، اس معاملہ میں فریقین کا مقصد شیرز خریدنا اور فروخت کرنا نہیں ہوتا بلکہ قیمتوں میں آنے والے فرق کی بناء پر نفع حاصل کرنا ہوتا ہے، یہ قمار اور سٹہ بازی کی صورت ہے، بنابریں فیوچر سیل شرعاً ناجائز ہے۔

فارورڈ سیل (Forward Sale) کا حکم !: اس طرح فارورڈ سیل (forward sale) کے نام سے جو معاملات ہوتے ہیں وہ شرعا جائز نہیں کیونکہ فارورڈ سیل کی صورتوں میں معاملہ فی الحال کرلیا جاتا ہے کہ پندرہ دن بعد یا دو مہینے بعد کے لئے ابھی ڈیلنگ کی گئی' یہ مستقبل کی طرف نسبت کرتے ہوئے خرید وفروخت ابھی طے کرلینا جائز نہیں' اس کے برخلاف مستقبل کی طرف نسبت کرتے ہوئے اجارہ کا معاملہ کرنا شرعا جائز ہے مثلا دس دن کے بعد یا ایک مہینہ کے بعد زمین کرایہ پر دے دیا۔

جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے معاملہ کیا کہ ایک شخص کو تین دن بعد کے لئے اجیر بنایا' صحیح بخاری شریف میں حدیث پاک ہے: **ان عائشة زوج النبی صلی الله علیه وسلم قالت واستا جرر سو ل الله صلی الله علیه وسلم و ابو بکر رجلا من بنی الدیل هادیاخریتاوهو علی دین کفارقریش فدفعاالیه راحلتیهما وواعداه غارثوربعد ثلاث لیال براحلتیهماصبح ثلاث.**

ترجمہ: ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قبیلہ بنی دیل کے ایک آدمی جو راستہ کا ماہر تھا کو اجرت پر لیا حالانکہ وہ کفار قریش کے دین پر تھا اور اپنی دونوں اونٹنیاں اس کے سپرد کردیں اور اس سے تین راتوں کے بعد تیسری کی صبح کو غار ثور پر دونوں سواریاں لانے کا عہد کیا۔

(صحیح بخاری 'کتاب الاجارة 'باب اذا استأجر اجیرا لیعمل له بعد ثلاثة ایام......،حدیث نمبر :**2264**)

بنک کے ذریعہ رقم کی ادائیگی : آج کل لوگ رقم بنک میں جمع کرواتے ہیں' اور کریڈٹ کارڈ (Credit card) کے ذریعہ شاپنگ کرتے ہیں' چنانچہ مارکٹ پٹرول پمپ' ہوٹل ریلوے ٹکٹ یا ایرٹکٹ بک کرنے اور مختلف قسم کی خریداریوں میں کریڈٹ کارڈ کا استعمال کیا جارہا ہے' دراصل معاملہ کرنے والا (کارڈ ہولڈر) اپنے ذمہ لازم رقم خود دینے کے بجائے کریڈٹ کارڈ (Credit card) کے ذریعہ بنک کو ذمہ دار بناتا ہے' اب رقم کا مطالبہ اس شخص سے کرنے کے بجائے بنک سے کیا جاتا ہے۔

صحیح بخاری شریف میں حدیث پاک ہے: **عن ابی هریرة رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: مطل الغنی ظلم، ومن اتبع علی ملیی ، فلیتبع۔**

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، آپ نے ارشاد فرمایا: مالدار کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے، تم میں سے کسی کو جب کسی مالدار سے مطالبہ کے لئے کہا جائے تو اُسے چاہئے کہ وہ اس مالدار سے مطالبہ کرے۔

(صحیح بخاری ، کتاب الحوالات،باب فی الحوالة ،وهل یرجع فی الحوالة،حدیث نمبر: **2287**۔زجاجة المصابیح کتاب البیو ع 'باب الافلاس وا لانظار)

مذکورہ حدیث پاک کا مفہوم یہ ہے کہ کسی شخص کے ذمہ قرض تھا، وہ خود قرض ادا کرنے کے بجائے کسی اور کو ادائی قرض کی ذمہ داری دیتا ہے اور قرض خواہ کو یہ کہتا ہے کہ اس سے قرض کا مطالبہ کرے۔

اس معاملہ کو اصطلاح شریعت میں ''حوالہ'' کہا جاتا ہے قرض دار کو ''مُحِیل''، قرض خواہ کو ''مُحتَالْ'' اور جس کو قرض ادا کرنے کی ذمہ داری دی گئی اُسے ''مُحتَالُ عَلَیہْ'' کہتے ہیں۔ حوالہ میں محیل محتال اور محتال علیہ تینوں کی رضامندی لازمی ہے۔

مثال کے طور پر خریدار نقد رقم دینے کے بجائے کریڈٹ کارڈ (Credit card) دیتا ہے، حوالہ کی اس صورت میں خریدار محیل ہوگا، اور فروخت کرنے والا محتال ہوگا اور بنک محتال علیہ ہوگا۔ واضح رہے کہ کریڈٹ کارڈ (Credit card) کے استعمال کی ہر وہ صورت جس میں سود کا معاملہ ہو درست نہیں؛ شرعی حدود میں رہ کر اس کا استعمال کیا جاسکتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ معیشت کے تمام بنیادی وکلیدی، جزوی وفروعی مسائل کا حل قران کریم اور احادیث شریفہ میں موجود ہے، آج دنیا میں معیشت کا سب سے بڑا مسئلہ ''معاشی بحران'' ہے، اشترا کی نظام کی ناکامی کے بعد اب سرمایہ دارانہ نظام دم توڑتا نظر آرہا ہے، معاشی بحران نے سوپر پاور ملک کی معیشت کو غیر معمولی نقصان پہنچایا ہے جس کی زد میں بہت سارے ممالک آچکے ہیں، آج دنیا کو اگر معاشی بحران سے کوئی نجات دلاسکتا ہے تو وہ تو اسلام کا معاشی نظام ہی ہے قرآن کریم آیات بینات، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات وہدایات ہی ہیں؛ جو معاشی بحران کے اندھیرے میں خوشحالی کا اجالا دیتی ہیں۔

صلی اللہ تعالی وسلم علی خیر خلقه سیدنا محمد و آله وصحبه اجمعین.

سائنس برائے قرآن فہمی و ہدایت

جناب ڈاکٹر اسلم پرویز
وائس چانسلر، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی

عام طور پر سائنس کے بارے میں یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ یہ ایک ایسا علم ہے جس سے انسان ہدایت پانے کے بجائے گمراہی اور کفر والحاد کی طرف جاتا ہے۔لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے، بلکہ سائنس قرآن کے سمجھنے اور بالخصوص تخلیق کائنات کے سمجھنے میں بے حد مددگار رہے۔

سب سے پہلے سائنس کے معنی اور اسکے مفہوم کو سمجھنا چاہئے، سائنس کو وبسٹر کی ڈکشنری میں کچھ اس طرح بیان کیا گیا ہے

sci-ence (si'enc) n. 1 Knowledge as of facts phenomena, laws, and proximate causes gained and verified by exact observation, organized experiment, and correct thinking; also, the sum of universal knowledge. 2 An exact and systematic statement or classification of knowledge concerning some subject or group of subjects. 3 Any department of knowledge in which the results of investigation have been systematized in the form of hypotheses and general laws subject to verification. 4 Expertness, skill, or proficiency resulting from knowledge. 5 Any one of the seven liberal arts (grammar, rhetoric, logic, arithmetic, music, geometry, astronomy); an ancient use [<OF <L Scientia <sciens, -entis, ppr. of scine know Synonyms: Knowledge, art, learning, scholarship. Knowledge may be a medley of facts which gain real value only when coordinated and systematized by the man of science. Art relates to something to be done or produced by skill, science to something to be known. Creative art seeking beauty for its own sake is closely akin to fundamental science seeking knowledge for its own sake. See ART1, KNOWLEDGE.

مختصراً سائنس اس علم کو کہتے ہیں جہاں انسان اپنے مشاہدے، عقل اور جہاں ممکن ہو تجربہ کے ساتھ چیزوں کے بارے میں واقفیت حاصل کرتا ہے۔عربی زبان میں سائنس کے لیے علم کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، جس کا مطلب **Learning**، **Knowladge** وغیرہ کے ہیں۔ جس کو ہم علم کہتے ہیں وہ اصل میں سائنس ہے۔ہم سائنس کو ایک مضمون سمجھتے ہیں۔

☆ یہ مقالہ پوور پوائنٹ پر پیش کیا گیا تھا، اور ویڈیو سے مرتب کیا گیا ہے (ادارہ)

جب کہ سائنس ایک طریقت کا نام ہے جس کی مدد سے ہر ناواقفیت سے واقفیت کی طرف رسائی حاصل ہوتی ہے۔لغات کے مطابق علم کا مفہوم ہے کسی چیز کو کماحقہٗ جاننا، پہچاننا، حقیقت کا ادراک کرنا، یقین حاصل کرنا، محسوس کرنا، محکم طور پر معلوم کرنا ہے (تاج العروس، المحیط)

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے اندر اکتساب اور ادراک کی صلاحیت رکھی ہے اور روز اول سے ہی سیکھنے سکھانے اشارہ دیا گیا ہے جیسا کہ حضرت آدم کے تعلق سے فرمایا گیا۔ **و علم آدم الاسماء کلھا.**

علم کی دوقسمیں ہیں۔(۱) ایک وہ علم جووحی کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔اور یہ پیغمبروں کا خاصہ ہے۔(۲) دوسراوہ علم ہے جوانسانوں کوودیعت کی گیا ہے۔مذکورہ آیت میں اسماء کا جولفظ ہے وہ دراصل اسم کی جمع ہے جس کا مادہ س،م،و ہے۔اس کے معنی ہیں کسی چیز کا علامت۔

صاحب مفردات (علامہ راغب الاصفھانی) اس پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔(معرفة الأسماء لاتحصل الابمعرفة المسمیٰ) جب تک مسمیٰ کا علم نہ ہواس کے اسماء کا تعارف کچھ فائدہ نہیں دیتا۔اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنو آدم کوحضرت آدم کے توسط سے علم اشیاء کی ایسی صلاحیتیں دی ہیں جس کے ذریعہ وہ ہر چیز کواس کی شکل اورخواص معلوم کرکے اس کو پہچاننے کیلئے اس کوایک نام دیتا ہے۔ہمارے سامنے جب کسی چیز کا نام لیا جاتا ہے تو فوراًاس کی شکل،اس کی ہیئت اوراس کا خواص واستعمال ہمارے ذہنوں کے دریچے میں ابھرنے لگتے ہیں جیسے پنکھا،ٹیلیفون،میزوغیرہ۔

کسی چیز کے ادراک کے لیے انسان کو اللہ تعالیٰ نے تین اہم ترین وسائل دیئے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔(۱) سمع۔سننا(۲) بصر۔دیکھنا،(۳) فؤاد۔غوروفکر اور کائنات میں تدبر۔ان چیزوں کے ذریعہ ہم سوچتے ہیں اور تجزیہ کرتے ہیں۔وعلم آدم الاسماءکلھا۔میں لفظ ''کلھا'' بہت اہمیت کا حامل ہے۔اس ایک لفظ میں نسل انسانی کوعلم کے اتھاہ سمندر سے آشنائی کی دعوت دی ہے،اوراس بات کی وضاحت بھی کررہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان میں تمام اشیا کا علم حاصل کرنے کی صلاحیت رکھ دی ہے۔

اب یہ انسان کی صلاحیت اس کا ماحول وتربیت اوراس کی ذاتی جستجو وکوشش پر منحصر ہے کہ وہ سمندر سے کتنا سیراب ہوتا ہے اورمعرفت کے ان مدارج کو طے کرنے میں وہ کتنا کامیاب ہوپاتا ہے۔اس کی نہایت غورطلب شکل یوں سامنے آتی ہے کہ سورہ بقرہ کی مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس نے آدم کو کائنات کے تمام اشیا کا علم عطا کردیا جب کہ سورہ نمل میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔اللہ تعالی نے تم کوتمہارے ماؤں کے پیٹوں سے نکالا ہے اس حالت میں کہ تم کچھ نہ جانتے تھے۔(لاتعلمون شیئاً) اس نے تمہیں کان دیئے،آنکھیں دی اورسوچنے والے دل دیئے تاکہ تم شکرگذار بنو۔

گویا انسان جب دنیا میں آیا تواسے کسی شئی کا علم نہ تھا۔البتہ اللہ تعالیٰ نے اس کوکان،آنکھ اورسوچ عطا کردی تھی تاکہ ان اوزاروں کی مدد سے اللہ کی کائنات کاعلم حاصل کرے۔

اگروہ اس طرح اللہ کی کائنات کاعلم حاصل کریگا تو اللہ کی ان نعمتوں کا جواس کوعطا کی گئی ہے عملاً شکر ادا ہوگا۔کیوں کہ اس طرح ان کا استعمال اللہ کی مرضی کے مطابق ہوگا۔جدید سائنس کی روشنی میں بھی اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ انسان کے اندر ہر چیز کے سیکھنے کی صلاحیت موجود ہے۔فرق صرف واقع کے حصول اور صحیح تربیت کی فراہمی ورہنمائی کا ہوتا ہے

،مشاہدے سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ جو بچہ نوزائیدہ ہوتا ہے اور وہ اجتماعی خاندان میں نشوونما پاتا ہے تو وہ جلد بولنا شروع کردیتا ہے۔ کیوں کہ اس کے چاروں طرف بولنے والے بہت ہوتے ہیں اس کے برعکس وہ بچہ جو کہ نیوکلیر فیملی یا مختصر فیملی میں نشوونما پاتا ہے وہاں اس کے بولنے میں تیزی نہیں رہتی اور نسبتاً وہ تاخیر سے بات کرنے کے قابل ہو پاتا ہے۔ دوسری طرف ایک وہ بچہ ہوتا ہے جو حیدرآباد میں پیدا ہوا اور یہاں کے ماحول میں اس کی پرورش ہوئی تو وہ طبعی طور پر دکنی زبان بولتا ہوا بڑا ہوگا۔ لیکن اگر اسی بچے کو کسی کیرلا کی فیملی میں رکھ دیا جائے یا تمل زبان بولنے والے افراد کے درمیان اس کی نشوونما ہو یا اس کی فیملی جرمن منتقل ہوجائے تو یہی بچہ ملیالم، تمل اور جرمن زبانوں میں اچھی طرح بات کرنے پر قادر ہوگا، اور دکنی زبان بولنے میں اسے دشواری پیش آئے گی۔ غرض کہ ہر انسان کے اندر فطری طور پر کسب کی صلاحیت موجود ہوتی ہے البتہ اس کے اکناف واطراف کا ماحول اس پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اپنی صلاحیتوں کو صحیح طریقے سے بروئے کار لانے کا نام عملی شکر ہے۔ یعنی جو چیز جس مقصد کے لیے دی گئی ہے اسے اسی مقصد کے لیے استعمال کرنا عملاً شکر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سمع، بصر اور فواد کی شکل میں انسان کو جو صلاحیت دی ہیں اس کے مقاصد کی وضاحت خود قرآن میں یوں فرمایا ہے۔ اللہ کی نعمتوں کا عملاً شکر تب ہی ممکن ہے جب کہ ہم ان وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے ناواقف سے واقف ہوں اور اللہ تعالیٰ کی اس کائنات کو پہچاننے کی کوشش کریں۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ بہت کم لوگ شکر گذار ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا۔ ''وہ اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لیے کان اور آنکھ اور دل پیدا کیئے مگر تم بہت ہی کم شکر کرتے ہو۔''

قرآن میں لفظ'' آیۃ'' اور اس کا مفہوم: اللہ تعالیٰ نے ان انسانوں کو عقل مند قرار دیا ہے جو اللہ کی نشانیوں پر غور کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ''ان فی خلق السماوات والارض واختلاف اللیل والنہار لأیات لأولی الالباب''.

''یقیناً آسمانوں اور زمین کی پیدائش ہر مخلوق میں اور رات دن کے ہیر پھیر میں عقلمندوں کے لیے نشانیاں ہیں۔''

سوال یہ پیدا ہوتا ہے مذکورہ بالا اللہ کے قول میں لفظ''آیۃ '' سے کیا مراد ہے؟

علامہ راغب صاحب تاج اور صاحب محیط کے مطابق''آیۃ''ظاہری علامت اور نشانی کو کہتے ہیں۔ چنانچہ راستے کے نشانات کو آیت کہتے ہیں۔ درحقیقت آیت ہر اس ظاہری چیز کو کہتے ہیں جو کسی چھپی ہوئی چیز کی نشاندہی کرے اور جب کوئی شخص اس ظاہری چیز کو پہچان لے تو وہ جان لے کہ اس نے پوشیدہ چیز کو جان لیا یا سمجھ لیا۔ (راغب تاج محیط)

خدا کی ذات انسانی سمجھ کے دائرے میں نہیں آسکتی ۔لہٰذا اس کے متعلق ان ظاہری علامات سے ہی اندازہ لگایا جاسکتا ہے جو کائنات میں بکھری پڑی ہیں۔ اسی لیے یہ کائنات اور اس کی تمام اشیا آیت اللہ ہیں۔

انسان کی عقل محدود ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات لامحدود ہے۔ اگر کوئی معرفت الٰہی چاہتا ہے تو وہ اپنی محدود عقل سے اس

کے ادراک کی کوشش کریگا۔ نیز موجودہ دور میں نئی نسل کا رجحان یہ ہے کہ وہ تمام تر مسائل کے حل کے لیے سوالات کا سہارا لیتے ہیں جو کہ بہت خوش آئند ہونے کے ساتھ ساتھ سنت ابراہیمی بھی ہے۔ لہٰذا اصل تک رسائی کرنے کے لیے ہمیں اطراف واکناف میں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں اور مخلوقات پر غور وفکر کرنا ہوگا۔ تب ہی ہم اللہ کی معرفت حاصل کر سکتے ہیں۔ جب ہم اللہ کی کبریائی کا اپنی زبان سے اقرار کرتے ہیں تو ہمارے لیے بے حد ضروری ہے کہ معنوی طور پر بھی اللہ کی قدرت وعظمت کا اقرار اور اس کی تصدیق دل سے ہو اور اس کا ادراک ان آیات کے ذریعہ ہی ممکن ہے۔ اسی طرح آیت کا ایک اور مفہوم لغت میں آیا ہے۔ تأیّاً جس کے معنی ہیں کسی جگہ ٹھہرنا، ابن فارس نے اس مادہ کے دو بنیادی معنی بیان کیئے ہیں۔ (۱) ٹھہر کر غور وفکر کرنا (۲) قصد وارادہ کرنا۔

ابن فارس کا بیان کردہ پہلا معنی ''ٹھہر کر غور وفکر کرنا'' سے آیت کے مفہوم پر بلیغ روشنی پڑتی ہے جس کی رو سے معنی یہ ہوں گے کہ دنیا میں جس قدر چیزیں ہیں وہ سب آیت اللہ ہیں، لیکن یہ ساری چیزیں اسی کے لیے آیت ثابت ہوں گی جو ان پر ٹھہر کر غور وفکر کرے۔ غور وفکر سے اس کی توجہ ان اشیاء کے خالق کی طرف منعطف ہوجائے گی۔ اس کے برعکس اگر کوئی غور وفکر سے کام نہ لے تو یہ ساری چیزیں اس انسان کے حق میں آیت نہیں ہوسکتی۔

کائنات کی آیتیں: یوں تو تمام ہی چیزیں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں۔ لیکن خلا میں موجود لاتعداد سیارے اور ان کے بیچ کے فاصلے یہ ایسی نشانیاں ہیں جن کے آگے سائنس بھی حیران وششدر ہے۔

سارا نظام شمسی ہمارے کہکشاں کا بہت ہی مختصر سا حصہ ہے اور سائنس کے مطابق کہکشاں کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک رسائی حاصل کرنے کے لیے ایک لاکھ نوری سال درکار ہے۔ واضح رہے کہ روشنی ایک سکنڈ میں ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل کا فاصلہ طئے کرتی ہے۔ ایک لاکھ نوری سال کے حساب کے لیے پہلے فی سکنڈ سے ساٹھ کو ضرب دینا ہوگا۔ پھر اس کے ماحصل کو ساٹھ منٹ سے ضرب دینا ہوگا۔ تب جاکر روشنی کی فی گھنٹہ رفتار معلوم ہوسکے گی اور اس کے آگے اگر ہم معلوم کرنا چاہیں تو حساب کے جتنے آلات ہیں وہ اس گنتی کو بتلانے سے قاصر ہیں۔

الحاصل کہکشاں کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک اگر آپ نوری راکٹ کے ذریعہ (جو ڈراب تک بنا نہیں) سفر کرنا چاہیں گے تو اس کے لیے ایک لاکھ سال درکار ہوں گے۔

ہمارا جو نظام شمسی ہے جس کی ضخامت سے ہر کوئی واقف ہے کہکشاں میں اس کا وجود بہت کم جگہ پر محیط ہے اور اس نظام شمسی میں زمین کا وجود بہت ہی مختصر ہے اور پھر اس زمین میں بھی حضرت انسان پوری جگہ پر موجود نہیں ہے۔ کیوں کہ زمین کا ۷۵ فی صد حصہ پانی پر مشتمل ہے اور باقی ۲۵ فی صد میں انسان کے بشمول نباتات، جمادات، حیوانات وغیرہ بھی رہتے ہیں۔ فن ریاضیات کی رو سے انسان کے وجود کا جو فیصد ہے وہ خاطر میں ہی نہیں لایا جا سکتا، اور وہ اتنا چھوٹا عدد ہے کہ اسے

نظرانداز کردیا جاتا ہے۔ان تمام نقائص کے باوجود یہ صرف اللہ ہی کا کرم ہے کہ اللہ نے انسان کو بہترین سانچے میں بنایا۔

پھر ہمیں یہ سمجھنا چاہیے کہ ہم انانیت اور غرور تکبر کا شکار کیوں ہوتے ہیں۔جھوٹی عزت اور اس طرح کے معاملات میں پڑ کر اپنی حقیقت سے غافل کیوں رہتے ہیں۔جب کہ یہ سارے اوصاف اور مطالبات شیطانی ہیں۔جس نے اللہ کا ایک مقرب بندہ کو اللہ کا لعین بنادیا۔

اسی طرح آسمان میں موجود چاند اور تارے ہمیں نظر آتے ہیں وہ کسی ڈور اور ستونوں سے بندھے ہوئے نہیں ہوتے ہیں اور نہ ہی کوئی ستون نظر آتا ہے جو ان کو سہارا دیئے ہوئے ہوں۔جبکہ ایک چھوٹی سی جھونپڑی کیلئے بھی کسی سہارے کی ضرورت ہوتی ہے اور کسی چھت کے لیے ستونوں کی ضرورت ہوتی ہے،لیکن یہ سیارے اللہ کے وہ آیت ہے کہ جن کا وزن نہیں کیا جاسکتا لیکن وہ پھر بھی بغیر ستون کے ٹھہرے ہوئے ہیں۔یہ آخر کیوں کر ممکن ہوا؟اور وہ کیا چیز ہے جس کی وجہ سے اتنے وزنی سیارے اپنی جگہ پر بغیر کسی سہارے کے قائم ہیں اور اپنے حدود سے سرمو انحراف نہیں کرتے؟اس کو ایک مثال سے سمجھا جاسکتا ہے کہ ہمارے بچپن میں ہم مقناطیس سے کھیلا کرتے تھے۔وہ اس طرح کے ایک ورق پر سوئی رکھ کر نیچے مقناطیس کے ذریعے اسے گھماتے تھے اور اگر سوئی مقناطیس کے دونوں طرف رکھ دی جاتی تو وہ سوئی بیچ میں معلق ہوجاتی اور اسی طرح اگر چاروں طرف سے مقناطیس سوئی کے چاروں طرف رکھ دیئے جائیں تو بیچ ہی میں اٹک جائیگی اور کسی ایک طرف بھی مائل نہیں ہوگی بلکہ اپنی جگہ قائم رہے گی۔یہی وہ مقناطیسی قوتیں ہیں جنھوں نے ان سیارات کو سنبھالا ہوا ہے اور اہم بات تو یہ ہے کہ ان کے درمیان کتنا زبردست توازن ہے اس کے لیے آیت کریمہ "والسماء رفعھاووضع المیزان" پر غور فرمائیں۔

اس توازن کو ذکر کر کے اللہ تعالیٰ ہمیں توازن کی اہمیت کو بتانا چاہ رہے ہیں اور اس بات سے بھی آگاہ کرنا چاہ رہا ہے کہ "وأقیموالوزن بالقسط ولاتخسروالمیزان" کبھی بھی توازن کو نہ بڑھاؤ نہ گھٹاؤ کیوں کہ اللہ تعالیٰ توازن کو قائم کرنے والا ہے اور توازن ہی سے انصاف ہے اور توازن ہی عدل ہے۔(ان اللہ یأمر بالعدل والاحسان) کیوں کہ عدل،اعتدال،توازن یہ سب چیزیں باہم ایک دوسرے سے مربوط ہے۔

میں نے شخصی طور پر سائنس کو اس انداز سے سمجھا ہے کہ میں نہ تو تقابل کرتا ہوں اور نہ ہی تقابل کو پسند کرتا ہوں۔کیوں کہ سائنس کو قرآن سے تقابل کرنے میں خطرہ یہ ہے کہ سائنس ایک علم ہے جو ہمہ وقت نمو پذیر ہے، اور اگر ایک چیز آج قرآن سے میل کھاتی ہو تو ضروری نہیں کل کی ساری چیزوں کا حال ہی یہی ہوگا۔بہر حال اس بحث میں نہ پڑا جائے تو بہتر ہے بلکہ ہم سائنس کو معرفت الٰہی کا ایک ذریعہ جانیں جس طرح کے اور ذرائع ہیں۔

جب ہم درخت کے ہرے بھرے پتوں کو دیکھتے ہیں تو یہ محض ایک پتہ دکھتا ہے لیکن جب ہم سائنس کی نظر سے

دیکھیں تو اس میں بھی قدرت کی بہت ساری نشانیاں ملتی ہیں ۔مثال کے طور پر ایک پتہ صرف پتہ ہی نہیں ہوتا بلکہ اس کے اندر بے شمار خلیے اور دوسری چیزیں بھی ہوتی ہیں۔اسی طرح درخت کو دیکھئے کہ اسکے پتے ہرے بھرے ہوتے ہیں اور شاخیں موٹی ہوتی ہیں اور دلچسپ بات یہ ہے کہ پودے پرجوہر اپن ہوتا ہے ۔وہ خود اپنی غذا تیار کرتا ہے جسے (Photosynthesis) کہا جاتا ہے جو کاربن ڈاکسائیڈ کو جذب کرتے ہیں اور زمین سے جڑیں پانی لیتی ہے اور سورج کی مدد سے یہ پانی اور کاربن ڈاکسائیڈ گلوکوز بناتے ہیں۔اور یہی گلوکوز جس کو ہم بازار سے خریدتے ہیں وہ مہنگا ملتا ہے اور جو مریض کو تندرست وتوانا کردیتا ہے یہ گلوکوز ہری پتیوں یا مٹھاس پیدا کر دیتا ہے۔پھر یہی پتیاں اس گلوکوز کو وہاں منتقل کرتی ہے جہاں یہ نہیں پہنچ پاتا۔تو اللہ کے حکم مطابق درخت بھی ایک آیت ہے۔کیوں کہ اس نے ہر تخلیق کو آیت کہا ہے اور ساتھ ہی یہ مسلم بھی ہے چونکہ کائنات کی ہر چیز پیدائشی مسلم ہے سوائے انسان کے کیونکہ نفس سوائے انسان کے کسی اور کو نہیں دیا گیا۔ہری پتیوں جب غذا ملتی ہے تو وہ اپنے اندر نہیں رکھتیں بلکہ اسے آگے منتقل کرتی ہیں اور یہ اس قانون کے تحت ہے جس کو نفوس پذیری کا قانون کہا جاتا ہے،جس کی رو سے زیادہ مقدار والی چیز کم مقدار کی طرف آتی ہے سوائے انسان کے جس کے پاس اس کا برعکس ہے۔یہاں امیر امیر سے امیر ہوتا ہے اور غریب غریب سے غریب ہوتا ہے۔

وسائل کی تقسیم کائنات کے کارخانے میں صرف اور صرف ضرورت کی بنیاد پر چلتی ہے جس کی مثال یہ ایک درخت ہے ۔خود ہمارا سارا جسم نفوس پذیری کے قانون کی مثال ہے۔اگر اللہ کا یہ قانون ختم ہوجائے تو ہر ذی روح چیز ختم ہوجائیگی۔چنانچہ پتوں میں جوں ہی مقررہ مقدار سے زیادہ شکر جمع ہوتی ہے تو وہ فوراً اپنے نیچے والوں کی طرف بھیج دیتی ہے۔یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے یہاں تک کہ ایک ایسا مرحلہ آتا ہے کہ درخت کے سارے اجزا کو شکر کی وافر مقدار پہنچ چکی ہوتی ہے اس مرحلہ میں جو اضافی شکر جمع ہوتی ہے وہ درخت اپنے پاس نہیں رکھتا بلکہ اسے پھل،دانے وغیرہ کی شکل میں اس کو منتقل کرتا ہے۔چنانچہ اسی قانون کے تحت لوگوں نے جب حضور اکرم ﷺ سے خرچ کرنے کے سلسلے میں دریافت کیا تو اللہ تعالی نے حکم دیا (یسأ لونک ماذا ینفقون قل العفو)

''یعنی جب چیزیں ضرورت سے زیادہ ہو وہ خرچ کی جائیں''

یہ اللہ کا معاشی نظام ہے جو کبھی بھی عدم توازن کا شکار نہیں ہوتا اس کے مقابلے میں انسانوں نے جب جب اپنا خود ساختہ نظام تیار کیا تو وہ جلد ہی یا بہ دیر عدم توازن کا شکار ہوگیا۔

آیات اور نشانیوں میں غور وفکر اور تدبر کرنے کے سلسلہ میں یہ آیت بھی قابل ذکر ہے۔(قد فصلنا الآیات لقوم یعلمون) یہاں پر اللہ نے قوم یومنون نہیں کہا بلکہ یعلمون کہا جس سے پتہ چلتا ہے کہ ہمارے مقابلے میں وہی لوگ آگے بڑھ رہے ہیں جن پر یہ آیتیں کھل رہی ہیں۔آج سے ایک ہزار قبل جو کام ہم کررہے تھے وہ آج ان کے پاس ہے۔کیوں کہ ہم نے

مختلف وجوہات کی بناء پر ان علوم سے کنارہ کشی اختیار کر لی ہے اور یہی وہ علوم ہیں جو نظام معیشت کو چلا رہے ہیں۔

اسی طرح یہ آیت بھی اللہ کی معرفت کی طرف بندوں کو متوجہ کرتی ہے جہاں اللہ تعالیٰ اپنی کائنات کے مناظر کو ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

"ھوالذی جعل الشمس ضیاءً والقمر نورا وقدرہ منازل لتعلموا عدد السنین والحساب ماخلق اللہ ذلک الا بالحق یفصل الآیات لقوم یعلمون"(یونس:۵)

وہی ہے جس نے سورج کو اجالا بنایا، اور چاند کو چمک دی اور اس کے لیے منزلیں مقرر کیا تاکہ تم برسوں کی گنتی اور حساب معلوم کرو۔ اللہ نے یہ سب کچھ برحق ہی پیدا کیا ہے ان لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں۔

اور مندرجہ ذیل آیتیں بھی اللہ کی نشانیوں پر غور وفکر کرنے والوں کو توجہ دلا رہی ہیں

اَوَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ، وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ ، اَفَلَا یُؤْمِنُوْنَ . وَجَعَلْنَا فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِهِمْ ، وَجَعَلْنَا فِیْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ یَهْتَدُوْنَ . وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ، وَّهُمْ عَنْ اٰیٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ . (الأنبیاء:30/32)

کیا وہ لوگ جنہوں نے انکار کر دیا ہے غور نہیں کرتے کہ یہ سب آسمان اور زمین باہم ملے ہوئے تھے، پھر ہم نے انہیں جدا کیا اور پانی سے ہر زندہ چیز پیدا کی۔ تو کیا (پھر بھی) ایمان نہیں لاتے؟ اور ہم نے زمین میں پہاڑ جما دئے تاکہ وہ انہیں لے کر ڈھلک نہ جائے، اور اس میں کشادہ راہیں بنا دیں، شاید کہ لوگ اپنا راستہ معلوم کر لیں، اور ہم نے آسمان کو ایک محفوظ چھت بنا دیا، مگر یہ ہیں کہ کائنات کی نشانیوں کی طرف توجہ نہیں کرتے۔

Have not those who disbelieve known that the heavens and the earth were joined together, then We parted them. And We have made from water every living being. Will they not then believe? And We have placed on the earth firm mountains, lest it should shake with, and We placed therein broad highways for them to pass through, that they may be guided. And We have made the heaven a roof, safe and well-guarded. Yet they turn away from its signs. (AMBIYA, 30:30)

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ، فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا ، وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِیْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِیْبُ سُوْدٌ . وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ، اِنَّمَا یَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا .(الفاطر : 27/28)

کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ آسمان سے پانی برساتا ہے اور پھر اس کے ذریعہ سے ہم مختلف رنگتوں کے پھل نکالے اور پہاڑوں کے مختلف حصے ہیں، سفید اور سرخ کہ ان کی بھی رنگتیں مختلف ہیں اور بہت گہرے سیاہ۔ اور اسی طرح انسانوں

اور جانوروں اور مویشیوں کے رنگ بھی مختلف ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے بندوں میں سے صرف علم رکھنے والے لوگ ہی اس سے ڈرتے ہیں۔

Did you not see that Allah sends down the water from the sky, then We bring out through it fruits of different colours? And in the mountains there are white and red layers (and others) of different colours and (still others) intensely black. And among mankind and (other) living beings and the cattle (toot), their colours are different like wise. Only those among His servants (obedients) fear Allah who have knowledge. (FATIR, 27-28)

اسکی حکمت یہ ہے کہ جس کائنات کی وسعتوں کے ذریعہ بندہ کو اپنی حقارت کا احساس ہوجاتا ہے، اور اللہ تعالی کی عظمت کا پتہ چل جاتا ہے تو وہ اللہ تعالی سے ڈرنے لگتا ہے۔ اور جب اسے اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ اللہ تعالی کی ہر آیت میں اسکا قانون حاوی ہے تو وہ اپنی خواہشات کے تابع کیسے چل سکتا ہے؟۔ یہ ایک تکلیف دہ بات ہے کہ قرآن مجید باوجودیکہ دنیا کی سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے لیکن اکثریت اسکو بغیر سمجھے پڑھتی ہے، یہ وہ واحد کتاب ہے جسکے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ہم نے پڑھا ہے لیکن سمجھا نہیں۔ اور یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جو چیز سمجھی نہ گئی ہو وہ دراصل پڑھی بھی نہیں گئی، جب کہ اللہ کی آیات کے سلسلہ قیامت جاری رہے گی، جیسا کہ اس آیت سے واضح ہوتا ہے: ’’**سنریهم آیاتنا فی الآفاق وفی أنفسهم حتی یتبین لهم أنه الحق**‘‘

عنقریب ہم ان کو اپنی آیات (نشانیاں) آفاق میں بھی دکھائیں گیں اور انکے نفس میں بھی۔ یہاں تک کہ ان پر یہ بات کھل جائیگی کہ یہ قرآن واقعی برحق ہے۔

بضمن جلسہ تقسیم اسناد ' عطائے خلعت و دستاربندی جامعہ نظامیہ

علمی مذاکرہ

بعنوان ''بری وبحری ماکولات ومشروبات شریعت کی روشنی میں''

منعقدہ ۱۱رفبروری ۲۰۱۸ء بروز یکشنبہ' بمقام جامعہ نظامیہ

بصدارت: حضرت مولانا سید محمد صدیق حسینی صاحب' کارگزار امیر جامعہ نظامیہ

زیرنگرانی: مفکراسلام حضرت مولانا مفتی خلیل احمد صاحب شیخ الجامعہ' جامعہ نظامیہ

سلسلہ	اسماء مقالہ نگار	عنوان مقالہ
۱	کھیکڑا' گھوڑپھوڑ اور جھینگا کا شرعی حکم	حضرت مولانا محمد خواجہ شریف صاحب' شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ
۲	خشکی کے حلال وحرام جانور اور مشینی ذبیحہ	مولانا حافظ ڈاکٹر سید بدیع الدین صابری صاحب' پروفیسر عربی عثمانیہ
۳	سمندر ماکولات از روئے شریعت	مولانا حافظ سید ضیاء الدین نقشبندی قادری صاحب شیخ الفقہ جامعہ نظامیہ
۴	ماکولات ومشروبات میں حرام اشیاء کی آمیزش شریعت کی روشنی میں	مولانا حافظ محمد لطیف احمد صاحب' نائب شیخ الفقہ جامعہ نظامیہ

کھیکڑا، گھوڑ پھوڑ، اور جھینگا کا شرعی حکم

مولانا محمد خواجہ شریف صاحب
شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ

الحمدللہ رب العالمین والصلوۃ و السلام علی سید الانبیاء و المرسلین و علی الہ و صحبہ اجمعین . امابعد !

حقیقت یہ ہے کہ اسلام ایک آفاقی مذہب ہے جو اپنے ماننے والوں کو حلال وحرام، طیب ونجس اور مباح ومکروہ کے تمام ضابطے واضح طور پر بیان کرتا ہے۔

بخاری شریف، کتاب البیوع، **باب الحلال بین والحرام بین وبینھما مشبھات** میں حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **الحلال بین والحرام بین وبینھما امورمشتبھۃ فمن ترک ما شبہ علیہ من الاثم کان لما استبان أترک ومن اجترأ علی ما یشک فیہ من الاثم أوشک ان یواقع ما استبان و المعاصی حمی اللّٰہ من یرتع حول الحمی یوشک أن یواقعہ (رقم الحدیث ۱۹۴۶)**

عزیزان گرامی ! کھیکڑا، گھوڑ پھوڑ اور جھینگا کے حلال، حرام یا مکروہ ہونے سے متعلق مذاہب مختلف ہیں۔ ہر ایک نے قرآن و حدیث کی روشنی میں متعلقہ احکام کا استنباط کیا ہے۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنے مذہب فقہی پر عامل رہیں اور خواہش نفس کی بنیاد پر احکام شرعی میں رائے زنی نہ کریں کیونکہ شریعت اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے: **و یحل لھم الطیبات و یحرّم علیھم الخبائث** : یعنی وہ ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال اور خبیث چیزوں کو حرام کرتے ہیں۔ (سورۃ الاعراف: ۱۵۷)

سورۃ البقرۃ میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے: **یا ایھا الذین آمنوا کلوا من طیبات ما رزقنکم و اشکروا اللہ ان کنتم ایاہ تعبدون** ''یعنی اے ایمان والو! تم پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ جو ہم نے تم کو عطا کی ہیں اور اللہ کا شکر ادا کرو اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو (سورۃ البقرۃ: ۱۷۲)

سوال یہ ہے کہ طیب کس کو کہتے ہیں اور خبیث کس کو کہتے ہیں؟ اس سلسلہ میں علماء نے مختلف انداز اور مختلف عبارتوں میں تعریف کی ہے مگر سب کا مفہوم ایک ہی ہے۔ طیبات وہ چیزیں ہیں جس میں کم ازکم دو باتیں پائی جاتی ہوں (۱) صحت بخش ہو یعنی سمیت نہ ہو زہریلا مادہ نہ ہو جس سے صحت کو نقصان پہنچتا ہے (۲) مخرب اخلاق نہ ہو یعنی اخلاقی خرابی کا باعث نہ بنیں۔

خبیث وہ ہے جس میں کوئی زہریلا مادہ ہو یا وہ اخلاقی خرابی کا باعث ہو اس کو پیش نظر رکھ کر ائمہ مجتہدین نے دنیا میں پائے جانے والے جانوروں میں حلال وحرام کی فہرست بنادی ہے۔ البتہ اس میں فقہاء کرام کے درمیان اختلاف ہے۔ بعض علماء نے خوبی،

خرابی نفع ونقصان کی نسبت کو دیکھا ہے اور اغلبیت کی بناء پر فیصلہ کیا ہے۔ ائمہ ثلاثہ میں سے اکثر کے پاس یہی اصول کارفرمانظر آتا ہے۔ جبکہ حنفیہ نے احتیاط کے پہلو کو اختیار کیا اور ضرر کا پہلو تھوڑا بھی ہو تو اس کو ناجائز قرار دیا ہے۔

ماکولات کھانے کی چیزوں میں یہی قاعدہ زیادہ مفید معلوم ہوتا ہے اور امام اعظم اور ان کے ہم مذہب علماء کے پیش نظر یہی قاعدہ ہے اس سلسلہ میں ایک اور بات اہم ہے کہ ایسے اختلاف کی صورت میں کیا کرنا چاہئے۔ ایسی صورت میں حلت وحرمت کے بارے میں شریعت کا اصول ہے **المحرم مقدم علی المبیح** حلت وحرمت کی دلیل دونوں جمع ہوجائیں تو حرمت کی دلیل کو ترجیح دی جائیگی۔ کیونکہ کھانا پینا زندگی کی بقاء کا مسئلہ ہے اور نہایت احتیاط کا متقاضی ہے اس شیئ کو نہ کھانے سے کوئی نقصان ہونے والا نہیں ہے البتہ کھانے سے نقصان کا اندیشہ ہے اس لئے اس کو اس کی قوت دلیل کی بناء پر جس مرتبہ کی دلیل ہو حرام مکروہ تحریمی یا مکروہ تنزیہی قرار دیں گے' اب اصل مسئلہ یہ ہے کہ ان تین ماکولات کے بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے۔ سب سے پہلے ہم جھینگے کو لیتے ہیں یہ چھوٹا ہے مگر دنیا میں تھوڑے دن پہلے بڑی گڑ بڑ مچایا' اخباروں پر چھایا رہا اور تبصروں کی زینت بنا' جھینگا کو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے ائمہ حلال قرار دیتے ہیں جبکہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور آپ کے ساتھ متعدد فقہاء اور علماء جھینگے کو ناجائز اور مکروہ تحریمی قرار دیتے ہیں۔ علماء حنفیہ روز اول سے فرماتے ہیں جھینگا ایک کیڑے کی قسم سے ہے یہ خبیث حیوانات سے ہے یہ مچھلی کی قسم سے نہیں ہے' بحری جانوروں میں مچھلی کے سواء کوئی بھی ''طیبات'' میں سے نہیں ہے۔

یہ جھینگا کھیکڑے کے خاندان سے ہے اس کو کئی پاؤں ہوتے ہیں اور اپنے پاؤں سے غذا کو پیٹ کے نیچے کھینچتا ہے اس کو گلپھڑے نہیں ہوتے۔ زمین پر جیسے حشرات الارض ہیں اسی طرح یہ حشرات کی قسم سے ہے۔ علامہ کاسانی بدائع صنائع کتاب الذبائح والصیو دمیں لکھتے ہیں **والضفدع والسیرطان والحیة ونحوھا من الخبائث** کھیکڑ امینڈک سانپ اور ان کے ہم جنس جانور جائز نہیں ہیں۔ اور بعض اہل لغت نے جیسے صاحب جمہرۃ اللغہ علامہ جوہری اور علامہ دمیری حیاۃ الحیوان میں علامہ فیروز آبادی القاموس المحیط میں جھینگے کو مچھلی کی ایک قسم قرار دیتے ہیں یہ ان کی تحقیق ہے۔ مگر امام اعظم اور فقہاء احناف نے اس کو مچھلی قرار نہیں دیا کیونکہ مچھلی کو ریڑھ کی ہڈی ہوتی ہے اور گلپھڑے ہوتے ہیں مگر جھینگے کو اس میں سے کوئی چیز نہیں ہوتی یہ ایک کیڑا ہے جس کو نہیں کھاسکتے۔

دوسرا جانور کھیکڑا ہے یہ بھی بحری جانوروں میں سے ہے اس کا بھی مستقل خاندان ہے۔ یہ جھینگا کے قبیل سے ہے اور خبیث جانوروں سے ہے۔ جس طرح جھینگا ناجائز ہے کھیکڑا بھی ناجائز ہے چنانچہ بدائع صنائع میں علامہ کاسانی نے وضاحت کی ہے کھیکڑا مینڈک سانپ اور ان کے ہم جنس جانور جائز نہیں ہیں۔ اب رہا تیسرا جانور گھوڑ پھوڑ اس کو عربی میں ضب (ض ب) کہتے ہیں یہ دنیا کے مختلف علاقوں میں پایا جاتا ہے۔ مختلف مقامات کی آب وہوا کے اعتبار سے بعض جگہ اس کے جسم میں بدبو بھی پیدا ہوتی ہے عموماً ہندوستان کے گھوڑ پھوڑ میں یہ کیفیت ہوتی ہے یہ بھی حشرات الارض میں سے ہے۔ آپ اس بات کو ملحوظ رکھیں حشرات

الارض خبیث جانوروں سے ہیں اور خبیث جانوروں کو اللہ تعالی نے حرام کیا ہے اس لئے امام اعظمؒ اور متعدد دوسرے ائمہ اس کو مکروہ قرار دیتے ہیں اور ایک قول میں اس کو مکروہ تحریمی جو حرام کے درجہ میں ہے قرار دیتے ہیں ۔اس کے بارے میں بہت احادیث ہیں ۔ایک حدیث میں ہے کہ ضب کو نبی کریم ﷺ کے دسترخوان پر صحابہ کرامؓ نے کھایا اور حضور پاک ﷺ تناول نہیں فرمائے اسی سے شافعی حضرات وغیرہ فرماتے ہیں کہ گھوڑ پھوڑ جائز ہے۔اور ایک حدیث شریف میں ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کسی دوسرے کو یہ گھوڑ پھوڑ ہدیہ دینا چاہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو چیز خود نہیں کھاتیں دوسروں کو کیسا دے رہی ہو۔ مسلم شریف میں دونوں کی قسم کی احادیث مروی ہیں اور ابوداود شریف میں عبدالرحمٰن بن شبل سے روایت ہے ان **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن اکل لحم الضب** ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑ پھوڑ کے گوشت کھانے سے منع فرمایا ۔یہاں حرمت اور حلت کی احادیث جمع ہیں' قاعدہ کے لحاظ سے حرمت کو ترجیح دی جائیگی۔

آخر میں ہم گھوڑ پھوڑ سے متعلق ایک دلچسپ واقعہ جو کتب احادیث میں مرقوم ہے بیان کرنا ضروری مناسب ہیں۔سنن بیہقی اور دارقطنی میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ صحابہ کی جھرمٹ میں تشریف فرما تھے کہ بنی سلیم کے ایک اعرابی گھوڑ پھوڑ کا شکار کر کے اپنی آستین میں لیے ہوئے آیا تا کہ اسے اپنے گھر لے جائے اعرابی نے حضور کے اطراف ایک جماعت کو دیکھا تو پوچھا یہ جماعت کس کے اطراف بیٹھی ہے اور اس جماعت کے درمیان تشریف فرما کون شخصیت ہے' انہوں نے کہا: یہ وہ شخصیت ہے جن کا دعوٰی ہے کہ وہ نبی ہیں۔وہ اعرابی حضور کی بارگاہ میں حاضر ہو کر کہا۔اگر عرب مجھے جلد باز نہ کہتے تو میں آپ کو قتل کر کے تمام لوگوں کو خوش کر دیتا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔یا رسول اللہ ﷺ آپ مجھ یا جازت دیں میں اس کو قتل کردوں گا۔آپ علیہ السلام نے فرمایا: نبی حلیم' بردبار ہوتے ہیں' اعرابی حضور کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا' لات وعزی کی قسم! میں اس وقت تک آپ پر ایمان نہ لاؤں گا جب تک یہ گھوڑ پھوڑ ایمان نہ لے آئے' اس اعرابی نے گھوڑ پھوڑ کو اپنی آستین سے نکال کر حضور ﷺ کے سامنے رکھ دیا اور کہا اگر یہ ایمان لائے تو میں بھی ایمان لاؤں گا۔ حضور نے فرمایا' اے گھوڑ پھوڑ! تو گھوڑ پھوڑ نے نہایت فصیح بلیغ واضح الفاظ میں گفتگو کی جس کو تمام حضرات سمجھ رہے تھے۔اس نے کہا **لبیک وسعدیک** اے رب العالمین کے رسول' پھر آپ صلی اللہ علیہ السلام نے پوچھا تو کس کی عبادت کرتا ہے؟ اس نے عرض کیا' آسمان میں جس کا عرش ہے' زمین میں جس کی بادشاہت ہے' سمندر میں جس کے راستے ہے' جنت میں جس کی رحمت ہے اور جہنم میں جس کا عذاب ہے' پھر آپ نے پوچھا اے گھوڑ پھوڑ! بتا میں کون ہوں؟ تو اس نے عرض کیا آپ رب العالمین کے رسول اور خاتم النبین ہیں۔اور یقیناً وہ شخص کامیاب ہوا جس نے آپ کو سچا مانا اور وہ نامراد ہوا جس نے آپ کو جھٹلایا تو اعرابی نے کہا۔

اشھدأن لا الہ الا اللہ و انک رسول اللہ حقا . میں گواہی دیتا ہوں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یقیناً آپ رسول برحق ہیں۔ بخدا! میں آپ کے پاس اس حال میں آیا تھا کہ روئے زمین پر مجھ سے زیادہ آپ سے بغض رکھنے والا کوئی نہ تھا اور اللہ کی قسم! اس

وقت آپ میرے نزدیک میری جان اور میری اولاد سے زیادہ محبوب ہیں میں آپ پر سرتا پا ایمان لایا۔ میرا ظاہر بھی ایمان لایا میرا باطن بھی ایمان لایا۔

پھر حضورﷺ نے اس سے فرمایا تمام تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے مجھے اس دین کے ساتھ بھیجا۔ جو غالب ہے اور کبھی مغلوب نہ ہوگا اور اللہ اس دین کو قبول نہیں کرتا مگر نماز کے ساتھ اور نماز کو بغیر قرآن کے قبول نہیں فرماتا۔ اعرابی نے کہا آپ مجھے کچھ تعلیم فرمایئے تو آپ علیہ السلام نے اسے سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص کی تعلیم دی۔ تو اس نے عرض کیا یارسول اللہ! اختصار میں اس سے بہتر کلام میں نے نہیں سنا' پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا یہ رب العالمین کا کلام ہے شعر نہیں۔ جب تو ایک بار سورہ اخلاص پڑھے گا تو گویا تو نے تہائی قرآن پڑھا اور اگر دو بار پڑھا تو گویا دو تہائی قرآن پڑھا اور تین بار پڑھا تو گویا پورے قرآن کو پڑھ لیا۔ اعرابی نے عرض کیا بے شک ہمارا معبود آسانی کو پسند فرماتا ہے اور کثیر اجر عطا فرماتا ہے۔ پھر آپﷺ نے اس سے پوچھا فرمایا! کیا تیرے پاس کچھ مال ہے؟ تو اس اعرابی نے عرض کیا کہ قبیلہ بنی سلیم میں مجھ سے زیادہ فقیر شخص کوئی نہیں ہے۔ تب حضور نے صحابہ سے فرمایا اس کی مدد کرو۔ پس صحابہ نے اسے بھرپور دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ نے عرض کیا: یارسول اللہﷺ! میں ان کو دس ماہ کی حاملہ اونٹنی دوں گا جو آپ نے مجھے تبوک کے دن عطا فرمایا تھا۔ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: تم نے جو تم دے رہے ہو اس کو تم نے بیان کیا اور میں تمہیں بتاتا ہوں جو اللہ تعالی تمہیں جزا دے گا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے عرض کیا یارسول اللہﷺ بیان فرمایئے۔ حضورﷺ نے فرمایا: کشادہ بطن والی سفید اونٹنی تمہارے لیے ہوگی جس کے پیر سبز زبرجد کے اور اس کی دونوں آنکھیں سرخ یاقوت کی ہوں گی اس پر ایک کجاوہ ہوگا کجاوے پر باریک موٹے ریشم ہوں گے وہ اونٹنی تمہیں پل صراط سے تیز بجلی کی طرح لے گذرے گی۔

جب اعرابی بارگاہ رسالت مآب سے نکل کر جانے لگے تو اس کا سامنا ایک ہزار مسلح گھوڑ سوار جماعت سے ہوا' اعرابی نے ان لوگوں سے کہا۔ کدھر کا قصد ہے؟ ان لوگوں نے کہا ہم اس آدمی کا ارادہ کر رہے ہیں جو جھوٹ کہتا ہے اور اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ اعرابی نے کہا **اشھدان لا الہ الا اللہ و ان محمدا رسول اللہ** ان لوگوں نے کہا تو اپنے دین سے پھر گیا۔ اعرابی نے اپنا سارا قصہ کہہ سنایا تو ان تمام نے بھی توحید و رسالت کی گواہی دی اور کہا: **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** پھر وہ لوگ حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے یارسول اللہﷺ ہمیں اپنا حکم ارشاد فرمائیں تو آپ نے فرمایا: تم لوگ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو جاؤ۔ پس حضورﷺ کی حیات مبارکہ میں ایک ہی دن میں ایک ہزار لوگوں کا ایک ساتھ ایمان لانے کا واقعہ سیرت طیبہ میں نادر روزگار ہے۔۔

ooo

خشکی کے حلال وحرام جانور اور مشینی ذبیحہ

مولانا ڈاکٹر محمد بدیع الدین صابری
پروفیسر شعبہ عربی جامعہ عثمانیہ

اسلام کے جملہ قوانین عین فطرت کے مطابق ہیں اور تمام مذاہب واقوام کے مقابلے میں اسلام افراط وتفریط سے پاک ہے۔ وہ اپنی معتدلانہ شان سے نمایاں ہے۔اس دنیا میں بعض وہ قومیں ہیں جو ہر جانور کوانسانی خوراک قرار دیتے ہیں۔اوران کے پاس خبیث وطیب جانوروں میں کوئی تفریق نہیں اور بعض وہ ہیں جو کسی حیوان کو بطور غذا استعمال کرنے کو بے رحمی تصور کرتے ہیں۔ یہ دونوں جماعتیں اعتدال سے دور اور قانون فطرت کے مخالف ہیں۔جس طرح بر و بحر میں رہنے والے چھوٹے جانوروں کو بڑے جانوروں کی غذا بنائی گئی اور چھوٹی مچھلیاں بڑی مچھلیوں کی خوراک ہے اور چھوٹے پرندے بڑے پرندوں کی غذا ہے اور کیڑے مکوڑے چھوٹے پرندوں کی غذا ہے۔جب کہ اللہ تعالی نے ساری کائنات انسان کے لیے بنائی ہے۔ارشادربانی ہے:' **ھو الذی خلق لکم مافی الارض جمیعا** ' وہی ہے جس نے زمین کی تمام چیزیں تمہارے فائدے کے لیے بنایا۔(البقرہ:۲۹)

اسی طرح اس نے حیوانات کوانسان کی مصلحت اور مختلف فوائد کے لیے پیدا کیا ہے۔اوران میں سے بعض کا کھانا حلال اور بعض کا کھانا حرام قرار دیا گیا ہے اور جن کو حلال قرار دیا گیا ان کو طیبات (پاک) کہا جاتا ہے اور جن کو حرام قرار دیا گیا ان کو خبائث (ناپاک) کہا جاتا ہے۔

خبائث کا استعمال نہ صرف روحانی اعتبار سے انسان کے لیے نقصان دہ ہے بلکہ جسمانی اعتبار سے بھی بدن انسانی کے لیے مضر ہے۔اللہ تعالی کا ارشاد ہے'**انما حرم علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر و ماا ھل بہ لغیر اللہ**' (البقرہ:۳)

اس نے تم پر مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور جس (جانور) پر (بوقت ذبح) غیر اللہ کا نام پکارا گیا حرام کیا۔

اس آیت میں مردار سے مراد وہ جانور طبعی موت مرجائے نہ اس کو ذبح کیا گیا ہو اور نہ شکار کیا گیا ہو۔ایسے جانور کے حرمت کی حکمت یہ ہے کہ طبعی موت سے جانور کی رگوں اور شریانوں میں خون رک جاتا ہے۔جس کی وجہ سے جسم میں زہریلے مادے پیدا ہوجاتے ہیں۔جوانسانی صحت کے لیے نقصان دہ ہوتے ہیں اور اگر اس جانور کو ذبح کرلیا جائے تو اس کے جسم سے سارا خون بہہ جاتا ہے اور خون کے ساتھ زہریلے اور نقصان دہ اجزاء جسم سے نکل جاتے ہیں۔اس کے علاوہ مردار جانور کھانے سے طبائع سلیمہ نفرت کرتے ہیں اور یہ جانور صحت کے اعتبار سے بھی مضر ہے اور دین کے اعتبار سے بھی کیوں کہ اللہ کے نام سے اس کی جان نہیں نکلی۔

خون اس لیے حرام کیا گیا کہ وہ نجس ہونے کے ساتھ ساتھ اس میں تمام قسم کی بیماریوں کے اجزاء اور جراثیم ہوتے ہیں۔اور خون کا پینا درندوں کے اخلاق کو پیدا کرتا ہے اور طبیعت میں غیظ وغضب کا باعث بنتا ہے۔

خنزیر کے گوشت کی حرمت کی وجہ یہ ہے کہ یہ انتہائی خبیث اور بے غیرت جانور ہے جس طرح اس کی غذا گندگی ہے اس کی طبیعت میں بھی خباثت ہے اور جس کا گوشت کھانا تمام جانوروں سے بڑھ کر جسم میں کلسٹرول اور یورک ایسڈ کے پیدا ہونے کا سبب بنتا ہے۔ شریعت میں اس کو نجس العین اس کے تمام اجزاء کو حرام قرار دیا گیا۔ اوراسی طرح غیراللہ کے نام پر ذبح کیے جانے والے جانورانسان کے اندرفساداور بدکاری کا مادہ پیدا کرتے ہیں۔

قرآن کریم میں بیان کردہ حلال وحرام جانوروں کے علاوہ اور بہت سے حیوانات ہیں جنہیں حرام قرار دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک ﷺ کو اس حلّت وحرمت کا اختیار دیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے'**ویحل لهم الطيبت و يحرم عليهم الخبائث** '۔ آپ ﷺ ان لوگوں کے لیے پاک چیزوں کو حلال فرماتے ہیں اور وہ ان پر ناپاک چیزوں کو حرام قرار دیتے ہیں ۔(الاعراف:۱۵۷)

کتاب وسنت میں جن حیوانات کو حلال یا حرام قرار دیا گیا ہے۔ اس میں انسان کے نفع ونقصان کا لحاظ کیا گیا ہے کیوں کہ ہر حیوان کے گوشت کی الگ الگ تاثیر ہے۔ خنزیر، کتا اور شیر وغیرہ درندے ان کے خبث باطنی اور بداخلاقی کی وجہ سے ان کا کھانا انسان پر حرام کیا گیا تا کہ ان کے کھانے سے انسان کی مزاج میں بدخلقی پیدا نہ ہو۔ جس طرح بعض غذاؤں سے گرمی یا سردی پیدا ہوتی ہے اسی طرح حیوانات کے مزاج کے موافق انسان میں اخلاق پیدا ہوتے ہیں۔ اور بعض جانوروں اور حشرات الارض کے گوشت میں زہریلے مواد پائے جاتے ہیں جوانسان کے جسم یا عقل میں ضرر کا باعث بنتے ہیں۔۔

حلال وحرام جانوروں کے اقسام: حیوانات کی دوقسمیں ہے: ایک وہ جو پانی میں رہتے ہیں اور دوسرے وہ جو خشکی میں رہتے ہیں۔ احناف کے پاس پانی میں رہنے والے حیوانات میں مچھلی کے سوا سب حرام ہیں اور جو مچھلی بغیر مارے اپنے آپ مرکر پانی کی سطح پر الٹ گئی وہ بھی حرام ہے اسے سمک طافی کہا جاتا ہے۔

خشکی کے حیوانات کی چار قسمیں: چرندے، درندے، پرندے اور حشرات الارض یعنی کیڑے یا چھوٹے چھوٹے جانور۔

مذکورہ حیوانات کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ وہ حیوانات جن میں بالکل خون نہیں ہے۔

۲۔ وہ حیوانات جن میں بہنے والا خون نہیں ہے

ان دونوں اقسام کا تعلق حشرات الارض سے ہے۔

۳۔ وہ حیوانات جن میں بہتا خون پایا جاتا ہے۔ ان کی دوقسمیں ہیں۔

۱۔ مستانس یا اھلی (پالتو جانور) ۲ متوحش (وحشی جانور)

ان اقسام کی تفصیل سے پہلے اس قاعدہ کلیہ کو ذہن نشین رکھنے کی ضرورت ہے جو جانوروں کی حلت اور حرمت کے بارے میں حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: **عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال نهى رسول اللہ ﷺ عن كل ذی ناب من السباع و من كل ذی مخلب من الطير** ۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تمام کچلیوں والے درندوں اور پنجے (یعنی ناخنوں) والے پرندوں کو کھانے سے منع فرمایا (صحیح مسلم)

اس حدیث شریف میں کچلی والے درندہ سے مراد وہ ہے جو دانتوں سے شکار کرتا ہو، پنجے والے پرندہ سے مراد جو اپنے ناخنوں سے زخمی اور شکار کرتا ہے ان درندوں اور پرندوں کی عادت لوٹنا جھپٹنا اور زیادتی کرنا ہے۔ان جانوروں کو بنی آدم کی کرامت (بزرگی) کی وجہ سے حرام کیا گیا کیوں کہ ان جانوروں کا گوشت کھانے سے انسان میں جانوروں کے اوصاف پیدا ہونے کا خدشہ ہے۔۔

حلال اور حرام جانوروں کا بیان:

۱۔پہلی قسم: مویشی جانور جنہیں بہائم کہا جاتا ہے۔اللہ تعالی کا ارشاد ہے **احلت لكم بهيمة الانعام الا مايتلى عليكم غير محلى الصيد و انتم حرم ان اللہ يحكم مايريد** ۔(المائدہ:۱) تمہارے لیے چار پاؤں والے جانور حلال کئے گئے ہیں۔سوائے ان کے جن کا حکم تم ہر آئندہ تلاوت کیا جائے گا۔لیکن تم حالت احرام میں شکار کو حلال نہ سمجھنا، بے شک اللہ جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔

آٹھ قسم کے مانوس پالتو جانور جن کو قرآن نے 'ثمانیۃ ازواج' (آٹھ قسم کے جوڑے) سے تعبیر کیا ہے۔ بالاجماع سب کے پاس حلال ہے۔وہ یہ ہیں:

اونٹ اور اونٹنی کا جوڑا، بیل اور گائے کا جوڑا، مینڈھا اور بھیڑ کا جوڑا اور بکرا و بکری کا جوڑا اور بھینس و کھلگا بھی اسی میں داخل ہیں۔

ہر وہ وحشی (جنگلی) جانور جو دانتوں سے شکار نہ کرتا ہے حلال ہے جیسے: ہرن، بارہ سنگھا، نیل گائے اور جنگلی گدھا جسے گورخر کہا جاتا ہے۔اور جنگلی اونٹ اور سانبر وغیرہ بالاتفاق حلال ہیں۔

۲۔دوسری قسم: حرام جانور:

مانوس جانوروں میں کتا، بلی اور پالتو گدھا حرام ہے اور اگر خچر کی ماں حرام جانور جیسے گدھی ہو تو وہ بھی حرام ہے۔

خنزیر (سور) کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے جس کا بیان گذر چکا۔وہ درندے جو دانتوں سے زخم اور شکار کرتے ہیں حرام ہیں، جیسے شیر ببر، لومڑی، تیندوا چیتا، بندر، لنگور، ریچھ گیدڑ، بجو، تڑس، سیاہ گوش، ہاتھی وغیرہ سب حرام ہیں۔گینڈا مختلف فیہ ہے کچھوا خشکی کا ہو یا دریائی حرام ہے (شامی)۔

گھوڑے کا حکم: گھوڑا جمہور کے پاس حلال ہے اور حضرت امام اعظمؒ کے پاس مکروہ ہے اور صاحبین امام ابو یوسف اور امام محمد علیہما

الرحمہ کے پاس حلال ہے۔ پھر فقہائے احناف کے مابین اس میں اختلاف ہوا ہے کہ کراہت سے مراد تحریمی ہے یا تنزیہی، صاحب ہدایہ نے کہا: کراہت تحریمی اصح ہے۔ محققین فقہاء کے نزدیک تنزیہی صحیح اور معتبر ہے۔ علامہ بزدوی اور ابوالمعین اور قاضی خان نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے اور یہی ظاہر الروایۃ ہے اور عالمگیری میں امام سرخسی نے فرمایا: امام اعظم نے جو حکم دیا ہے وہ احوط ہے اور صاحبین نے جو حکم دیا ہے وہ اوسع ہے۔

امام صاحب نے کراہت کا حکم تقلیل آلہ جہاد کی طرف نظر کرتے ہوئے دیا ہے۔ اس کی نجاست کی وجہ سے نہیں دیا اسی لیے کراہت تنزیہی ہی کا قول معتبر ہوگا اور صاحب درمختار لکھتے ہیں: ایک قول یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے وفات سے تین دن پہلے گھوڑوں کی حرمت سے رجوع کرلیا تھا اور اسی پر فتوی ہے اور گھوڑی کا دودھ پینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

متولدات کا حکم: متولدات سے مراد دو قسم کے جانوروں کے ملاپ سے پیدا ہونے والے جانور ہیں۔ متولدات کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ وہ جانور جو دو حلال جانوروں کے ملاپ سے پیدا ہوں تو وہ بغیر کسی اختلاف کے حلال ہیں۔

۲۔ وہ جانور جو دو ایسے جانوروں کے ملاپ سے پیدا ہوں جو حرام ہیں یا مکروہ تحریمی تو یہ بالاتفاق حرام یا مکروہ تحریمی ہیں۔

۳۔ وہ جانور جو ایسے جانوروں کے ملاپ سے پیدا ہوں ان میں ایک حرام ہے اور دوسرا حلال ہو تو اس قسم کی مثال خچر میں زیادہ پائی جاتی ہے۔

شافعیہ اور حنابلہ کہتے ہیں کہ خچر اور اس قسم کے دوسرے جانور جن دو جانوروں سے پیدا ہوئے ہوں ان میں جو حرام ہیں ان کے تابع ہوں گے۔

حنفیہ کے نزدیک خچر ماں کے تابع ہے لہذا وہ خچر جس کی ماں گدھی ہے اس کا گوشت ماں کے تابع ہونے کی بناء پر مکروہ تحریمی ہوگا اور جس کی ماں گھوڑی ہو تو اس میں وہ اختلاف جاری ہوگا جو گھوڑے میں ہے۔ چنانچہ امام اعظم کے نزدیک مکروہ اور صاحبین کے پاس مباح ہوگا اور وہ گدھے اور گائے سے پیدا ہو تو ماں کے تابع ہونے کی وجہ سے تمام احناف کے پاس حلال ہوگا۔ (موسوعہ فقہیہ، کویت ج۵/ص:۲۲۷۔۲۲۸)

۳۔ تیسری قسم: حرام پرندے: وہ پرندے جو پنجے سے زخم اور شکار کرتے ہیں، جیسے باز، باشق، شکرہ، چیل، عقاب، باشہ، لٹورہ، بہری، ترمتی، شاہین اور چمگاڈر وغیرہ سب حرام ہیں۔

اور وہ پرندے جو صرف مردار کھاتے ہیں جیسے ہما، گدھ اور کوے کی وہ قسم جو مردار کھاتا ہے حرام ہیں۔

کوے کے اقسام: کوے کے چار اقسام ہیں: ۱۔ ایک وہ جو صرف مردار کھاتا ہے اور اس کو عربی میں ابقع کہتے ہیں وہ حرام ہے۔

۲۔ دوسرا وہ جو پنجے سے شکار کرتا ہے اسے عربی میں غداف کہتے ہیں وہ حرام ہے۔

۳۔تیسرا وہ جو صرف دانہ چگتا ہے،اسے زاغ کشت یا غراب الزراع (کھیتی والا کوا) کہا جاتا ہے۔جو ہمارے ملک میں کمیاب ہے۔اس کا کھانا حلال ہے۔

۴۔چوتھا وہ جو دانہ بھی کھاتا ہے اور مردار بھی اس کو عقعق کہا جاتا ہے۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کے پاس حلال اور صاحبین کے پاس مکروہ تحریمی ہے۔پہلا قول مفتی بہ ہے(عالمگیری)

مالکیہ کے مشہور قول کی رو سے تمام کوے حلال ہیں اور ایک جماعت کا قول ہے کہ مردار کھانے والا حلال نہیں۔

احناف کے پاس کوے کے بعض اقسام مکروہ تحریمی ہونے کی دلیل حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت کردہ یہ حدیث شریف ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا: **خمس فواسق یقتلن فی الحل و الحرم : الحیة و الغراب الابقع و الفارة و الکلب العقور و الحدیا** : پانچ فاسق برے جانور ہیں جنہیں حِل اور حرم دونوں میں قتل کیا جائے گا۔ سانپ اور چتکبرا کوا، چوہا، کاٹنے والا کتا اور چیل۔

۴۔چوتھی قسم: حلال پرندے: وہ پرندے جو صرف دانہ چگتے ہیں پنجے سے زخم اور شکار نہیں کرتے جیسے: کبوتر، تیتر بیٹر، فاختہ، قمری، مینا، مرغ ومرغی ومرغابی، وبطخ، شتر مرغ، بگلا، سارس، طوطا وطوطی، لقلق، ہدہد، ابابیل، بلبل، بیا، ٹڈی، چکارہ، چکوا وچکوی، چنڈول، راج ہنس، سبزک (نیل کنٹھ)، کابر، کلنگ، کویل، لال، لوا، ممولا، مور، مہوکا، اور ہریل وغیرہ سب حلال ہیں۔

ان پرندوں میں سے بعض پرندے پنجے والے ہونے کے باوجود اس لیے حلال ہیں کہ ان کا پنجہ (چنگل) پکڑنے اور کھودنے کے لیے ہوتا ہے۔شکار کرنے اور پھاڑنے کے لیے نہیں ہوتا۔

۵۔پانچویں قسم: حشرات الارض : حشرات کا اطلاق کبھی صرف کیڑوں پر ہوتا ہے جو زمین پر رینگتے ہیں اور کبھی اس کا اطلاق زمین پر چلنے والے چھوٹے جانور یا جو زمین میں رہتے ہیں یہاں معنی عام مراد ہے۔حشرات کی تین قسمیں ہیں:

۱۔وہ حیوانات جن میں خون نہیں ہے۔جیسے مکھی، شہد کی مکھی، مچھر، مکڑی، جھینگر، بچھو، جگنو، دیمک، چیونٹی، جونک، بھونرا، بھڑ، جوں، چیچڑی، بیر بھوٹی، تتلی، گریلا اور پتنگا سب حرام ہیں، لیکن ٹڈی بغیر ذبح کے بھی حلال ہیں۔

ٹڈی کے حلال ہونے پر امت کا اجماع ہے، حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا **احلت لنا میتتان فاما المیتتان فالجراد و الحوت و اما الدمان فالطحال و الکبد** ' (ابن ماجہ ودار قطنی) ہمارے لیے دو مردے اور دو خون حلال کیے گئے ہیں، دو مردے ٹڈی اور مچھلی ہیں اور دو خون تلی اور کلیجی ہیں۔

۲۔وہ حیوانات جن میں بہنے والا خون نہیں ہے۔جیسے سانپ، چھپکلی، گرگٹ اور تمام حشرات وہوام الارض حرام ہے۔

گوہ (گھوڑ پھوڑ) کے بارے میں اختلاف ہے ائمہ ثلاثہ کے پاس اس کا کھانا حلال ہے اور احناف کے پاس حرام ہے۔

گھوڑ پھوڑ کا حکم: گھوڑ پھوڑ کی حلت اور حرمت کے بارے میں احادیث متعارض ہیں۔ گرچیکہ بخاری ومسلم وغیرہ کتب احادیث میں گھوڑ پھوڑ کے کھانے کا جواز ملتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ حلت کی روایات مقدم ہوں اور ممانعت کے احادیث موخر ہوں ، ابتدائے اسلام میں جو کھانے کی اجازت دی گئی اس وقت بھی کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اس کا گوشت تناول فرمایا بلکہ آپ ﷺ کی کراہت اور ناپسندیدگی کا ذکر بکثرت احادیث میں ہے۔ ممانعت کے بارے میں ابوداؤد کی روایت ہے: **عن عبدالرحمن بن شبل ان رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن اكل الضبّ** حضرت عبدالرحمٰن بن شبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے گھوڑ پھوڑ کا گوشت کھانے سے منع فرمایا۔ (ابوداؤد)

اور دوسری حدیث میں حضور نبی کریم ﷺ نے صحابہ کو اس کے کھانے کی سخت ضرورت کے باوجود بھی منع فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن حسنہؓ سے مروی ہے کہ:

أنهم أصابتهم مجاعة فى احدى الغزوات مع رسول الله فوجدالصحابة ضبا بافحر شوها و طبخوها فبينما كانت القدور تغلى بها علم بذالک الرسول صلى الله عليه وسلم فامرهم پاكفاء القدور فالقوابها (مسند احمد، وابن حبان، اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اسے صحیح قرار دیا)۔

ترجمہ: صحابہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک غزوے میں تھے انہیں سخت بھوک لگی تو صحابہ نے کچھ گھوڑ پھوڑ پائے تو انہوں نے ان کا شکار کیا اور پکایا، اسی اثناء میں ہانڈیاں ان کے گوشت کے ساتھ جوش مار رہی تھیں رسول اللہ ﷺ کو اس کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے ہانڈیوں کو الٹ دینے کا حکم دیا۔

جب حلت وحرمت میں تعارض ہو تو حرمت کی روایات کو ترجیح دی جائے گی۔ اس کے علاوہ اس کا حشرات الارض میں سے ہونا اور طبائع سلیمہ کے پاس اس کا متنفر اور خبیث ہونا بھی بدیہی ہے اس لیے دیگر حشرات الارض کی طرح مکروہ تحریمی ہونا ہی صحیح قول ہے۔

۳۔ وہ حشرات الارض جو زمین کے اندر رہتے ہیں جیسے چوہا، چھچھوندر گھونس اور نیولا وغیرہ سب حرام ہیں۔ مگر خرگوش تمام ائمہ کے پاس حلال ہے۔

جلالہ کا حکم: جو مرغیاں اور بکریاں اور گائیں صرف نجاست کھائیں یا ان کا اکثر حصہ غلاظت ہو تو انہیں جلالہ کہتے ہیں۔ ایسے جانور کے گوشت میں بدبو پیدا ہوجاتی ہے اس لیے جلالہ کا گوشت کھانا مکروہ قرار دیا گیا ایسے جانور سے نفع اٹھانے کے لیے ضروری ہے کہ اسے چندروز بند رکھا جائے تاکہ وہ نجاست نہ کھائے اور بدبو جاتی رہے۔ بعض فقہاء نے فرمایا:

اونٹ اور گائے کو دس روز تک اور بکری کو چار روز تک اور مرغی کو تین دن تک بند کر کے دانہ اور گھانس دیں، فتاوی عالمگیری میں

ہے۔حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے پاس ان کے قید رکھنے کی کوئی مدت مقرر نہیں ہے۔ یہاں تک بند رکھی جائیں کہ اس کے گوشت میں بدبو نہ آتی ہو۔اور اگر مرغی وغیرہ کی غذا مخلوط ہو دانے بھی کھاتی ہے اور نجاست بھی کھاتی ہیں تو وہ جلالہ نہیں ہوگی جیسا کہ صاحب بدائع نے امام محمد سے روایت کیا ہے:

روی ابن رستم عن محمد فی الناقة الجلالة و البقر الجلال انها انما تکون جلالة اذا تفتت و تغیرت و وجد منها ریح منتنة فهی الجلالة حینئذ لایشرب لبنها و لا یو کل لحمها و بیعها و هبتها جائز هذا اذا کانت لاتخلط و لا تاکل العذرة غالبا و ان خلطت فلیست جلالة ابن رستم نے امام محمد سے روایت کی ہے کہ اونٹنی اور گائے اس وقت جلالہ ہوگی جب اس سے بدبو آنے لگے اور متغیر ہوجائے اس وقت اس کا دودھ نہیں پیا جائے گا اور نہ گوشت کھایا جائے گا مگر اس کا بیع کرنا اور ہبہ کرنا جائز ہے۔ یہ حکم اس وقت ہے کہ وہ نجاست کے ساتھ کچھ اور نہ ملاتی ہو اور اگر اس کی غذا مخلوط ہو تو جلالہ نہ ہوگی۔(بدائع الصنائع)

مشینی ذبیحہ: کسی بھی حلال جانور کے ذبح کے لیے جو شرائط ہیں ان میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے تو وہ بھی حرام ہوجاتا ہے۔

عصر حاضر میں سائنسی ترقیوں اور اکتشافات کے نتیجہ میں کئی نت نئے مسائل پیدا ہوئے ہیں۔جن کا شرع کے مقرر کردہ اصولوں کی روشنی میں جائزہ لینا ضروری ہے جدید مسائل میں سے ایک ذبح کا مسئلہ ہے۔جس سلسلہ میں اس مشینی دور سے استفادہ کی خاطر جہاں بجلی اپنی توانائیاں دکھارہی ہے وہی ذبح شرعی کے اصولوں کو پامال کیا جارہا ہے۔

اسلامی طریقہ سے بہتر ذبح کا کوئی طریقہ نہیں،اسلام نے جانوروں کا گوشت کھانے میں انسان کو آزاد نہیں چھوڑا جس طرح درختوں کے پھل اور ترکاریاں وغیرہ کو جس طرح چاہیں کاٹیں اور کھالیں قرآن وسنت نے نکاح وطلاق کی طرح ذبح حیوانات کے بھی اصول وشرائط مقرر کیے ہیں جن کے بغیر ان کا گوشت حلال نہیں ہوتا۔

کسی جانور کے گلے کی رگیں شرعی طور پر کاٹنے کا نام ذبح ہے اور اس جانور کو ذبیحہ کہا جاتا ہے ذبح کے شرعی طریقہ کو 'ذکاۃ' کہا جاتا ہے۔شریعت میں ذکاۃ شرعی کے لیے جو شرائط مقرر کئے گئے ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

۱۔ذبح کی اہلیت یعنی ذابح کا مسلمان یا اہل کتاب ہونا،اہل کتاب سے مراد یہود ونصاری ہیں کفار ومشرکین کا ذبیحہ جائز نہیں اگرچہ وہ مسلمانوں کے طریقہ کے مطابق بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کریں اور ذبح کرنے والا صاحب عقل وشعور ہو گرچیکہ وہ نابالغ ہو یا عورت ہو۔

۲۔ذبح کے وقت اللہ کا نام لینا جیسے بسم اللہ اللہ اکبر کہنا اللہ کا نام لینے اور ذبح کے درمیان زیادہ وقفہ یعنی عمل کثیر نہ ہونا اور جو ذبح کے وقت قصداً بسم اللہ چھوڑ دے اس کا ذبیحہ حلال نہیں ہوگا۔

۳۔ذبح کے لیے چار رگوں نرخرا (جس سے سانس آتی جاتی ہے) مری (جس سے کھانا پانی پیٹ میں جاتا ہے) اور دونوں شہ رگیں جن میں خون پھرتا ہے یا کم از کم تین رگوں کا کٹنا واجب ہے اور ذبح کے وقت جانور میں کچھ نہ کچھ حیات کا رہنا شرط ہے۔

جانور کو پشت کی جانب سے ذبح کرنا جائز نہیں۔ بخاری شریف کی روایت کے مطابق حضرت ابن عباس وانس وابن عمر رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ حلق کی جانب سے ذبح کرتے وقت سر کٹ کر الگ ہو جائے تو کوئی حرج نہیں اور عمداً ایسا نہیں کرنا چاہئے **فان ذبح من القفالم تو کل سواء قطع الراس او لم یقطع**

اور اگر جانور کو پشت کی طرف سے ذبح کیا جائے تو وہ کسی حال میں حلال نہیں، برابر ہے کہ سر کٹ جائے یا نہ کٹے (دونوں حالتوں میں ناجائز ہے)

۴۔آلہ ذبح۔فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ذبح شرعی کے لیے آلہ کا دھار دار ہونا واجب ہے وہ آلہ اپنی دھار کی وجہ سے جانور کو کاٹ دے جیسے چھری و چاقو وغیرہ بلکہ ہر وہ آلہ جو دھار دار ہو خواہ وہ لوہے یا پتھر یا لکڑی کا بنا ہوا ہو۔

جیسا کہ بخاری و مسلم میں حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کل ہمارا دشمن سے مقابلہ ہوگا اور ہمارے ساتھ کوئی چھری نہیں ہے۔تو کیا ہم بانس سے جانور ذبح کر سکتے ہیں تو حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ما أنهر الدم و ذكر اسم الله عليه فكلوه ليس السن و الظفر

جو چیز خون بہادے اور اس پر اللہ کا نام لیا جائے اس کو کھاؤ اور وہ دانت و ناخن سے ذبح نہ کیا گیا ہو۔

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس اس دانت اور ناخن سے ذبح ناجائز ہے جو جسم کے ساتھ متصل ہو اس لیے کہ اس صورت میں اس جانور کی موت گلا گھوٹنے کی وجہ سے واقع ہوگی اور وہ جسم سے متصل نہ ہوں بلکہ کٹے ہوئے ہوں تو کراہت کے ساتھ جائز ہے۔(ردالمحتار)

جس جانور کو غیر دھاری دار بھاری چیز سے مارا جائے یا گلا گھٹنے کی وجہ سے موت واقع ہو جائے یا گر کر مر جائے یا ذبح شرعی کے علاوہ کسی اور طریقہ سے مر جائے وہ حلال نہیں ہوگا جیسا کہ سورۃ المائدہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

حرمت عليكم الميتة والدم و لحم الخنزير و ما اهل لغير الله به والمنخنقة و الموقوذة و المتردية و النطيحة وما اكل السبع الا ماذكيتم و ماذبح على النصب الخ

(حرام کئے گئے ہیں تم پر مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا جائے اور گلا گھونٹنے سے مرا ہوا اور چوٹ سے مارا ہوا اور اوپر سے نیچے گر کر مرا ہوا۔سینگ لگنے سے مرا ہوا اور جس کو کسی درندے نے کھایا ہو سوائے اس کے جسے تم (زندہ پاکر) ذبح کرلو اور جو بتوں کے تقرب کے لیے نصب شدہ پتھروں پر ذبح کیا گیا ہو)

''الاّ ماذکیتم'' کا تعلق ماقبل کے ان پانچ جانوروں سے ہے جن کے اندر روح باقی ہو اور ذبح شرعی کے ذریعہ اس کا تدراک ممکن ہے اور جن کی جان حلقوم کی رگیں کاٹے بغیر نکل جائے وہ حلال نہیں یہ حکم ان جانوروں کا ہے جن پر ذبح کی قدرت حاصل ہے اور وہ جانور جو انسان کی گرفت میں نہ آئے تو اس کے ذبح میں گلے کی رگیں قطع کرنا ضروری نہیں۔ فقہاء کرام نے قرآن وحدیث کی روشنی میں ذبح کی دو قسمیں بیان کی ہیں: ذکاۃ اضطراری اور ذکواۃ اختیاری۔

ذکاۃ اختیاری یہ ہے کہ اگر جانور کے ذبح پر انسان کو قدرت حاصل ہے کہ وہ مانوس ہے یا وحشی ہے لیکن اس پر قابو پالیا گیا ہے تو اس کے گلے پر چھری پھیر کر ذبح کرنا ضروری ہے۔

اور اگر وہ اس کے گلے پر چھری پھیر کر ذبح نہ کرسکتا ہو تو یہ ذکاۃ اضطراری ہے مثلاً وحشی جانور کا شکار یا وہ پالتو جانور جو بھاگ گیا ہو قابو میں نہ ہو تو تیر مار کر یا شکاری کتے کے ذریعہ جانور کے کسی بھی حصہ کو زخمی کر کے مارا گیا تو وہ حلال ہے۔ ذکاۃ اضطراری میں بھی اس شرط کا لحاظ ضروری ہے کہ شکاری مسلمان یا کتابی ہو اور شکار پر تیر، یا شکاری کتا چھوڑتے وقت اللہ کا نام لیا گیا ہو اور اس کے تفصیلی مسائل کتب فقہ میں مذکورہ ہیں جن کا بیان ہمارے موضوع سے متعلق نہیں۔

مفتی محمد عبدہ اور ان جیسے علماء کو یہ دھوکہ ہوا کہ انہوں نے ذکواۃ اختیاری کو غیر اختیاری پر قیاس کر کے قرآن وسنت کی تصریحات کے خلاف اس بات کا انکار کردیا کہ کسی جانور کے لیے حلقوم کی رگوں کا کاٹنا شرط نہیں اور جانور کو بجلی کے کرنٹ کے ذریعہ ماردیا جائے تو بھی حلال ہے اور ذبح کے وقت اللہ کا نام لینا بھی ضروری نہیں۔ اس خطرناک فتوی کی تائید ان کے شاگرد علامہ رشید رضا مصری نے اپنی تفسیر المنار میں پرزور طریقہ سے کی، علامہ مفتی شفیع صاحب اپنی کتاب جواہر الفقہ میں تفسیری حوالے نوٹ کرنے کے بعد لکھتے ہیں' سنا جاتا ہے کہ بہت سے عرب حضرات جو یورپ کا سفر کرتے ہیں یا وہاں مقیم ہیں وہ اسی مفتی عبدہ کے فتوی کو بہانہ بنا کر یوروپ کے غیر مذبوح حرام گوشت کھانے کھلانے میں کوئی احتیاط نہیں کرنے اور قدرتی طور پر عرب حضرات کو لوگ اپنا مقتدا سمجھتے ہیں اس سے دوسرے مسلمانوں میں بھی یہ وبا عام ہونے لگی' (جواہر الفقہ :۲/ ۴۱۱)

اگر کوئی بوقت ذبح بسم اللہ بھول جائے تو اس ذبیحہ کے حلال ہونے پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے اسی طرح حضرت امام شافعیؒ سے پہلے صحابہ وتابعین میں کسی کا یہ قول نہیں کہ جس ذبیحہ پر قصداً بسم اللہ چھوڑ دی جائے وہ حلال ہے جیسا کہ صاحب ہدایہ نے کتاب الذبائح میں فرمایاو **هذا القول من الشافعي مخالف للاجماع فيمن كان قبله فى حرمة متروك التسمية عامدا** الخ ایک یا دو کا اختلاف جمہور کے مخالف ہو تو وہ لائق اعتبار نہیں جیسا کہ علامہ ابن کثیر نے ابن جریر کے حوالہ سے لکھا ہے: **ان قاعدة ابن جرير انه لايعتبر قول الواحد والاثنين مخالفالقول الجمهور فيعده فليعلم هذا والله الموفق** ۔(تفسیر ابن کثیر:۲/ ۱۷۰)

خود شافعی المسلک علماء میں بھی متعدد حضرات نے اپنے امام کی اس رائے کو قبول نہیں کیا حضرت علامہ امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں اس آیت کو پیش کرتے ہوئے لکھا ہے:

ولاتاکلوا ممالم یذکر اسم اللہ علیہ وانہ لفسق (اوراس میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا اور یہ کھانا گناہ ہے)۔

یہ آیت تسمیہ کے واجب ہونے میں ظاہر ہے اوراس سلسلہ میں روایات متواتر ہیں، یہ تمام کی تمام باتیں اس کے شرط ہونے کی دلیل کو قوی کرتی ہیں۔(احیاء العلوم: کتاب الحلال والحرام)

علامہ امام نووی نے شرح مسلم کتاب الصید والذبائح میں لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب کے مذہب کے مطابق تسمیہ کا ترک کرنا مکروہ ہے اور کہا گیا کہ مکروہ نہیں ہے صحیح بات یہی ہے کہ تسمیہ چھوڑنے میں کراہت ہے۔

حضرت امام شافعی کی طرف ترک تسمیہ کے باوجود ذبیحہ حلال ہونے کی نسبت بھی اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ یہ ترک تسمیہ استخفافا اور تہاونا نہ ہو یعنی اس کی عادت نہ ڈالے بلکہ اتفاقی طور پر کبھی تسمیہ چھوڑ دیا ہے جیسا کہ امام شافعی نے فرمایا:

فاذازعم زاعم ان المسلم ان نسی اسم اللہ تعالیٰ أکلت ذبیحتہ وان ترکہ استخفافا فلم توکل ذبیحتہ.

جب کوئی کہنے والا یہ کہے کہ اگر مسلمان بوقت ذبح اللہ کا نام لینا بھول جائے تو اس کا ذبیحہ کھایا جائے گا اور اگر اس نے اللہ کا نام لینا قصدا بوجہ استخفاف (ہلکا سمجھتا ہوئے لاپرواہی سے) چھوڑ دیا تو اس کا ذبیحہ نہیں کھایا جائے گا۔(کتاب الام ج ۲/۲۳۱)

مسلمان کی طرح کتابی (یہودی ونصرانی) کے ذبیحہ حلال ہونے کے لیے اللہ کا نام لینا شرط ہے۔علامہ قدامہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

فالتسمية مشترطة فی کل ذابح مع العمد سواء کان مسلما او کتابیا فان ترک الکتابی التسمية عن عمدأ وذکر اسم غیر اللہ لم تحل ذبیحتہ و روی ذلک عن علی و بہ قال النخعی و الشافعی و حماد و اسحاق و اصحاب الرای.

ہر ذابح پر عمداً تسمیہ پڑھنا شرط ہے چاہے وہ مسلمان ہو یا کتابی ہو اگر کتابی نے قصداً تسمیہ چھوڑ دیا اور ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام لے لیا تو اس کا ذبیحہ حلال نہیں ہے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہی بات روایت کی گئی ہے اور امام نخعی، امام شافعی، امام حماد، امام اسحاق اور اصحاب الرای نے بھی یہی کہا ہے: (المغنی لابن قدامۃ:۱۱/۵۶)

اسی طرح جمہور فقہاء کے قول کے مطابق اہل کتاب کا مخنوقۃ (گلا گھونٹ کر مارا ہوا) اور موقوذۃ (کچل کر یا چوٹ لگا کر مارا ہوا) جانور حلال نہیں ہوگا جس طرح مسلمان کا مخنوقۃ وموقوذہ حلال نہیں۔

اہل کتاب سے مراد وہ یہود ونصاری ہیں جو اپنے مذہب کے بنیادی عقائد پر ایمان رکھتے ہیں گر چیکہ ان کے عقائد اسلام کے

خلاف ہوں کیوں کہ قرآن نے ان کے تثلیث وغیرہ باطل عقائد پر ایمان رکھنے کی صراحت کے باوجود ان کو اہل کتاب کے نام سے پکارا ہے البتہ اہل کتاب سے وہ لوگ خارج ہیں جو نام تو یہود و نصاریٰ کی طرح رکھتے ہیں لیکن وہ مکمل دہریے اور مادہ پرست ہیں جو سرے ہی سے اللہ پر رسولوں پر اور آسمانی کتابوں پر ایمان نہیں رکھتے۔

آج کل اہل کتاب شرعی طریقے کا التزام نہیں کرتے۔ لہذا ان کے ذبیحہ کو اس وقت تک حلال نہیں سمجھا جائے گا۔ جب تک کہ یہ معلوم نہ ہو جائے کہ انہوں نے شرعی طریقہ پر ذبح کیا ہے۔

موجودہ زمانے کے عصری مسالخ اور خصوصا یورپین ممالک میں جن مشینوں کو ذبح کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اسلامی ذبیحہ کے ارکان و شرائط کا لحاظ نہیں کیا جاتا جن کا گوشت تقریبا اسلامی ممالک میں مختلف ذرائع سے سپلائی کیا جاتا ہے ان میں اکثر ذرائع قابل بھروسہ نہیں۔

مشینوں سے ذبح کرنے کا کوئی ایک معین طریقہ نہیں بلکہ مختلف ملکوں میں اس کی مختلف صورتیں رائج ہیں۔ پھر مرغیوں کے ذبح کے طریقے اور بڑے جانور بکری اور گائے کو ذبح کرنے میں فرق ہے۔

کینیڈا، جنوبی افریقہ، لندن اور فرانس میں مرغیوں کے مشینی ذبح کا طریقہ یہ ہے کہ ایک ایسی مشین میں جو لمبی لوہے کی پٹری پر مشتمل ہوتی ہے اور اس کے نچلے حصہ میں بہت سے ہک لٹکے ہوئے ہوتے ہیں ایک طرف سے مرغیوں کو الٹا لٹکا کر ان ہکوں میں لگایا جاتا ہے اور دوسری طرف سے صاف ستھرے گوشت کی شکل میں پیک ہو کر نکلتی ہیں ذبح سے پہلے ان کو ٹھنڈے پانی سے گذارا جاتا ہے بعض اوقات اس پانی میں کرنٹ بھی پایا جاتا ہے جو مرغی کو سن کر دیتا ہے پھر مرغیوں کو تیز گھومنے والی چھری کے نیچے لایا جاتا ہے بے شمار مرغیوں کی گردنوں پر وہ چھری گذرتی جاتی ہے اور تمام مرغیوں کی گردنیں خود بخود کٹ جاتی ہیں۔ پھر انہیں گرم پانی سے گذارا جاتا ہے تاکہ پروں کو صاف کیا جائے پھر دوسرے مرحلہ میں گوشت صاف کرکے پیاک کیا جاتا ہے اور یہ مشین چکی کی طرح سارا دن چلتی رہتی ہے۔

شیخ عبداللہ بن علی غضیہ لندن اور فرانس کے ایک عصری مسلخ میں اسی طرح کے غیر شرعی ذبح کے طریقہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ پھر یہ جن کارٹونوں میں پیک کیا جاتا ہے اس پر عربی میں لکھا ہوتا ہے۔ **ذبح علی الطریقة الاسلامیة** (یہ اسلامی طریقہ پر ذبح کیا گیا ہے) اور یہ لندن کا ایک چھوٹا کارخانہ ہے۔ جس میں ایک گھنٹے میں دو ہزار مرغیوں کو مشین میں ذبح کیا جاتا ہے اور اس قسم کی کئی رپوٹیں ھیئۃ کبار العلماء مملکت سعودیہ عربیہ کی طرف سے شائع کردہ کتاب حکم الذبائح المستوردۃ میں ملیں گی۔

چوپایوں کے ذبح کا طریقہ مرغیوں کے ذبح سے کچھ مختلف ہے ایک طریقہ تو یہ ہے کہ جس میں جانور دم گھٹنے کی وجہ سے مرجاتا ہے جس طریقہ کو انگریزی طریقہ کہا جاتا ہے۔ جس میں جانور کے دو پسلیوں کے درمیان سے سینہ چاک کیا جاتا ہے اور اس میں ہوا

بھری جاتی ہے۔ پمپ کی ہوا کے دباؤ کے نتیجہ میں اس کا دم گھٹ جاتا ہےاوراس عمل کے ذریعہ اس کا خون بالکل خارج نہیں ہوتا اس طریقہ سے ذبح شدہ حیوان منخنقہ میں داخل ہے جس کو قرآن نے صریح طور پر حرام قرار دیا ہے۔

اکثر مذبح خانوں میں جانور کو ذبح کرنے سے پہلے مختلف طریقوں سے بے ہوش کیا جاتا ہے۔ جو طریقہ بکثرت اختیار کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ بندوق کے ذریعہ جانور کو بے ہوش کیا جاتا ہے جس کو جانور کی پیشانی میں رکھ کر چلایا جاتا ہےاوراس سے ایک سوئی یا سلاخ نکل کراس جانور کے دماغ میں سوراخ کر دیتی ہے جس کی وجہ سے جانور اپنا ہوش وحواس کھو بیٹھتا ہے اس کے بعداس کو ذبح کیاجاتا ہے۔

بعض مذبح خانوں میں بے ہوش کرنے کے لیے حیوان کی پیشانی پر ایک بھاری ہتوڑا مارا جاتا ہے۔ بے ہوش کرنے کا تیسرا طریقہ یہ ہے کہ حیوان کو ایسی جگہ بند کیا جاتا ہے جہاں خاص مقدار میں کاربن اکسائیڈ ہوتی ہے اس گیاس کے نتیجہ میں میں جانور اپنا ہوش وحواس کھو بیٹھتا ہے اس کے بعد ذبح کیا جاتا ہے، بے ہوش کرنے کا چوتھا طریقہ کرنٹ کے جھٹکے کا استعمال ہے۔ایک آلہ حیوان کے دونوں کانوں پر رکھا جاتا ہےاور بجلی کا کرنٹ چھوڑا جاتا ہے۔

جسٹس محمد تقی عثمانی صاحب کی کتاب فقہی مقالات اور سعودیہ کی کتاب حکم الذبائح المستوردۃ میں ان طریقوں کومفصل بیان کیا گیاہے۔

ان مشینی ذبائح میں کئی مفاسداور خرابیاں ہیں جن میں ذبح کے شرائط کی صریح خلاف ورزی لازم آتی ہے۔

شرائط ذبح میں حلق کی چار رگوں میں سے کم ازکم تین رگوں کا کٹنا ضروری ہے۔مگران مشینی ذبائح کے عینی مشاہدین کا بیان ہے کہ تقریباتیس فیصد سے زیادہ پرندے مرغیاں ایسے ہوتے ہیں جن کا حلق کٹنے کے بجائے سراور سینہ کٹ جاتا ہے جس کو شرعاذبح نہیں کہاجاسکتا۔اسی طرح وہ جانوراور پرندے بھی حرام ہیں جو بجلی کے جھٹکے کی تاب نہ لاکر پہلے ہی دم توڑ دیتے ہیں پھر ذبح کیے جاتے ہیں۔ چوپایوں کوذبح کرنے سے پہلے الکٹرک پستول کا استعمال یا کرنٹ کے جھٹکے کا استعمال بعض جانوروں کے اندر مکمل حرکت کوختم کر دیتا ہے۔اگر آدھے منٹ کی بھی ذبح میں تاخیر ہوجائے وہ جانور مر جاتا ہے۔

ان مشینی ذبائح میں سب سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ تسمیہ کے پڑھنے کے وجوب کو کیسے ادا کیا جائے پھر ذابح کی تعیین کہ ذبح کرنے والاکون ہے کیوں کہ تسمیہ پڑھنا ذابح پر واجب ہے۔ یہاں تک کہ اگر ایک شخص تسمیہ پڑھےاودوسرا شخص ذبح کرے تو یہ صورت جائزنہیں۔بعض حضرات مشینی ذبیحہ کےحلال ہونے کے لیے یہ شرائط بیان کرتے ہیں۔

(۱) بٹن دبانے والا مسلمان ہو (۲) بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر بٹن دبایا جائے (۳) بٹن دباتے ہی چھری گردن پر چل پڑے (۴) گردن پر چھری چلتے وقت کنٹرول کرنے والا مسلمان ہو (۵) چھری چل کر چار یا کم ازکم تین رگوں کو کاٹ دے[۱]

گویاان حضرات نے بجلی کوذابح کے قائم مقام بنادیااور جواس بات کے قائل ہیں کہ بجلی ذابح کے قائم مقام ہے وہ بھی اس بات

کے معترف ہیں کہ عصری مسلخوں میں ان تمام شرائط پر عمل نہیں کیا جاتا بٹن کوئی ایک دباتا ہے اور کوئی دوسرا بسم اللہ اللہ کبر پڑھتا ہے۔ پھر وہ شخص جو گھومنے والی چھری کے پاس کھڑا ہو کر تسمیہ پڑھتا ہے اور وہ گھومنے والی چھری چند سکینڈوں میں کئی مرغیاں کاٹتی چلی جاتی ہے اور اس چھری کے پاس کھڑے ہونے والے کے لیے یہ ممکن نہیں کہ ہر ایک پر بلا کسی فصل کے جدا جدا بسم اللہ پڑھے۔

جب کہ جمہور ائمہ کے نزدیک متعین جانور پر تسمیہ پڑھنا اور تسمیہ اور ذبح کے درمیان معتد بہ فاصلہ نہ ہونا بھی شرط ہے۔ اس سلسلہ میں چند فتاوی کا ذکر کرنا مناسب ہوگا:

فتاوی ھندیہ میں ہے ذکاۃ اختیاریہ میں تسمیہ کے ساتھ محل تسمیہ کو متعین کرنا ضروری ہے اگر ایک شخص نے ذبح کیا اور تسمیہ پڑھی اور پھر دوسرا جانور اس خیال سے ذبح کیا کہ پہلی تسمیہ کافی ہوجائے گی تو دوسرا جانور نہیں کھایا جائے گا:

فلابدأن یجدد لکل ذبیحة تسمیة علی حدة

چنانچہ ہر ذبیحہ کے لیے الگ الگ بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے۔۔

ہدایہ کتاب الذبائح میں ہے۔

اذا أضجع شاة وسمی فذبح غیرھا بتلک التسمیة لایجوز

جب کسی شخص نے کسی بکری کو ذبح کرنے کے لیے لٹایا اور بسم اللہ پڑھا مگر اس کو ذبح نہ کیا۔ بلکہ اس کی جگہ دوسری بکری کو (بسم اللہ پڑھے بغیر) ذبح کیا تو یہ حلال نہیں ہوگی۔

علامہ ابن قدامہ نے 'المغنی' میں بیان فرمایا کہ اگر کسی شخص نے بکریوں کا ریوڑ دیکھا اور ان پر ایک مرتبہ 'بسم اللہ' پڑھی اور پھر اس ریوڑ میں سے ایک بکری پکڑ کر 'بسم اللہ' کے بغیر ذبح کرلی تو وہ بکری حرام ہوگی۔

درمختار میں ہے کہ دو بکریوں کو نیچے اوپر لٹا کر دونوں کو ایک ساتھ بسم اللہ پڑھ کر ذبح کردیا دونوں حلال ہیں اور اگر ایک کو ذبح کر کے فوراً دوسری کو ذبح کرنا چاہتا ہے تو اس کو پھر بسم اللہ پڑھنی ہوگی۔

مشینی ذبح میں سب سے بڑی بنیادی خرابی یہ ہے کہ اس میں ذبح انسان کی ہاتھ کی قوت سے نہیں بلکہ برقی مشین کی قوت سے ہوتا ہے انسان کی ہاتھ کی چھری سے نہیں بلکہ بجلی کی چھری ذبح کرتی ہے انسان صرف اس ذبح کا سبب ہے۔ فعل ذبح کا مباشر یعنی ڈائرکٹ ذبح کرنے والا نہیں، جن لوگوں نے برقی آلہ کو ذابح کے ہاتھ میں چھری کے قائم مقام قرار دیا ہے ہوسکتا ہے کہ انہوں نے شکاری کتے پر بجلی کا قیاس کیا ہو جو بالکل درست نہیں ذکاۃ اختیاری اور ذکاۃ اضطراری دونوں کے احکام جدا جدا ہے شکاری کتے کا فعل یا تیر کا عمل اس کے چھوڑنے والے کی طرف شریعت نے بوجھ ضرورت اس کی طرف منسوب کیا ہے جیسا کہ ہدایہ میں ہے۔ کسی شخص نے چھری لے لی اور بسم اللہ پڑھ لی تو ضروری نہیں کہ جس چھری سے ذبح کرنا چاہتا تھا اسی سے کرے بلکہ دوسری چھری سے

بھی ذبح کرسکتا ہے۔اور شکار کرنے میں آلہ پر بسم اللہ پڑھی جاتی ہے یعنی اسی آلہ سے شکار کرنا ہوگا۔دوسرے سے کرے گا تو حلال نہ ہوگا اوراس نے تیر پر بسم للہ پڑھی مگراس کورکھدیا دوسرا تیر چلایا جانور حلال نہیں اوراگر جس جانور کو تیر سے مارنا چاہتا ہے اس کو تیر نہیں لگا دوسرا جانوراس تیر سے مارا تو حلال ہے۔(ہدایہ کتاب الذبائح)

مشین ذابح کے قائم مقام نہیں اس مسئلہ پر مولانا مفتی محمد نظام الدین رضوی صاحب مفتی واستاد دارالعلوم اشرفیہ نے اپنی کتاب مشینی ذبیحہ مذاہب اربعہ کی روشنی میں نفیس بحث کی ہے۔جس کے چند اقتباسات یہاں درج کئے جاتے ہیں۔آپ فرماتے ہیں:

جو شخص صاحب عقل وشعور ہےاور بسم اللہ پڑھتا ہے وہ ذابح نہیں اور جو ذابح ہے وہ صاحب عقل وشعور نہیں،انسان کا کام یہاں صرف اتنا ہے کہ مشین کا رشتہ بجلی سے کٹا ہوا تھا اس نے بٹن دبا کراسی رشتے کو جوڑ دیا اب مشین میں بجلی ازخود دوڑ رہی ہےاور خالص بجلی کی قوت وتحریک سے چاقو چل رہاہےاور جانور چاقو کی زد میں آنے کی وجہ سے کٹ رہے ہیں،تو ذبح بجلی کا فعل ہوااور یہ ناممکن ہے کہ ذبح تو بجلی کا فعل ہواور ذابح انسان قرار پائے۔(مشینی ذبیحہ:ص ۴۶۔۴۷)

جناب مفتی صاحب نے کتب فقہ کی رشنی میں مختلف اشکالات کو رفع کیا۔جیسا کہ یہ خلجان پیدا ہوتا ہے کہ بجلی ایک بے اختیار شئی ہےاس لیے مشین کا یہ واسطہ کالعدم قرار پائے گا اور ذبح کی نسبت بٹن دبانے والے صاحب عقل انسان کی طرف ہوگی یعنی ذابح و مباشر دراصل بٹن دبانے والا ہے مشین کچھ نہیں جیسا کہ فقہ حنفی کا قاعدہ ہے۔

أضيف الحكم الى المباشر حکم مباشر کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔اس شبہ کا انہوں نے جواب دیا:

واقعہ یہ ہے کہ بٹن دبانا مباشرت ذبح نہیں بلفظ دیگر یہ 'ذبح کرنا' نہیں کیوں کہ 'ذبح کرنا' یہ ہے کہ ذابح کا فعل مخصوص (گلے کی رگوں کو کاٹنا) مذبوح میں پایا جائے یعنی یہ فعل مذبوح کے ساتھ متصل ہواور یہاں بٹن دبانے والے کا کوئی فعل مذبوح کے گلے میں یا اس کے متصل ہوکر نہیں پایا جاتا۔

فقہاء فرماتے ہیں کہ عام راستے میں کسی نے ناحق کنواں کھودا اور کوئی شخص بے خیالی سے اس میں گر کر ہلاک ہوگیا تو کنواں کھودنے والے کو اس کا قاتل نہ کہیں گے اس کی توجیہ ہدایہ وکفایہ میں یہ کی گئی:

ان القتل منه معدوم حقيقة لان مباشرة القتل باتصال فعل من القاتل بالمقتول ولم يوجد ، وانما اتصل فعله بالأارض

کنواں کھودنے والے کی طرف سے قتل درحقیقت معدوم ہے اس لیے کہ قتل کرنا (مباشرت قتل)۔

یہ ہے کہ قاتل کا فعل (مارڈالنے کے سلسلہ میں مقتول کے ساتھ متصل ہو جب کہ یہاں کھودنے والے کا فعل زمین کے ساتھ متصل ہے مقتول کے ساتھ نہیں۔(الکفایہ فی شرح الہدایۃ کتاب الجنایات)

پھر سبب، مسبّب، علت اور مباشر چاروں اصطلات کے فرق کو واضح کرتے ہوئے ایک اہم اصل کو الاشباہ والنظائر سے نقل کیا وہ یہ کہ:

اذا اجتمع المباشر و المتسبّب أضيف الحكم الى المباشر

جب مباشر (جیسے کنویں میں ڈھکیلنے والا) اور متسبب (جیسے کنواں کھودنے والا) دونوں پائے جائیں تو حکم مباشر کی طرف منسوب ہوگا۔

ان مسائل کو سامنے رکھ کر غور کرنا چاہیے کہ مشین کے نظام ذبح میں کیا چیز 'سبب' ہے اور کیا چیز 'علت' اور یہ کہ ذبح کس کا فعل قرار دیا جائے۔

کھلی ہوئی بات ہے کہ جس نے بٹن دبایا، اس کا فعل صرف بٹن سے متصل ہے جانور کے حلق سے اس کا کوئی فعل متصل نہیں اس لیے وہ ذبح کا مباشر یا علت فاعلی نہیں قرار دیا جاسکتا۔ یہاں چھرے کا سارا عمل جانور کے حلق سے متصل ہے جو بلاشبہ بجلی کا مرہون منت ہے اس لیے بجلی ذبح کی علت فاعلی ہوئی۔

فعلِ ذبح بابِ جنایات سے نہیں بلکہ اباحات سے ہے اگر یہ باب جنایات سے ہوتا تو بٹن دبانے والے کی طرف سبب کا موجد ہونے کی حیثیت سے ذبح کا انتساب کیا جاتا وہ بھی ذبح کو وجود لانے کے لحاظ سے نہیں بلکہ خلاف اصل صرف وجوبِ ضمان کی حد تک ہوتا۔۔

اور جب واقعہ یہ ہے کہ یہ فعل جنایات سے نہیں اباحات سے ہے تو اب متسبب (بٹن دبانے والے) کی طرف کسی بھی حیثیت سے ذبح کی نسبت نہ ہوگی حتی کہ خلاف اصل بھی اس کی طرف نسبت کی کوئی گنجائش نہیں تو ذبح کو وجود میں لانے کا سہرا بہرحال بجلی کے سر ہے کہ ذبح کا سارا کام اسی کی قوت خداداد سے انجام پاتا ہے۔ اس لیے واقع میں ذابح وہی ہے اور بٹن دبانے والا سفیر محض ہے۔ (مشینی ذبح، مولانا مفتی محمد نظام الدین صاحب)

ان سارے مباحث کی روشنی میں مشینی ذبیحہ کی حرمت میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا اور فقہاء کا اس میں اتفاق ہے کہ اگر کسی جانور میں حلت اور حرمت دونوں وجوہ پائے جائیں تو جانب حرمت کو ترجیح ہوگی کئی روایات سے یہ بات ثابت ہے جیسا کہ صحیح مسلم کتاب الصید میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اگر تم اپنے شکار کو پانی میں غرق پاؤ تو اس شکار کو مت کھاؤ کیوں کہ تم نہیں جانتے کہ وہ جانور پانی کی وجہ سے مرا ہے یا تمہارے تیر سے مرا ہے۔۔

بخاری و مسلم میں ہے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے حضور اکرم ﷺ سے پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ! میں اپنا کتا شکار

کے لیے چھوڑتا ہو دوسرا کتا بھی اس کے ساتھ شامل ہوجاتا ہے اور میں نہیں جانتا کہ شکار کس کتے نے کیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس شکار کو مت کھاؤ کیوں کہ تم نے صرف اپنے کتے پر بسم اللہ پڑھی ہے دوسرے کتے پر نہیں پڑھی۔

امام نوویؒ اس حدیث شریف کی شرح میں بیان فرماتے ہیں:

فیہ بیان قاعدۃ مهمّة وهی انه اذا حصل الشک فی الذکاۃ المبیحة للحیوان لم یحل لان الأصل تحریمه و هذا لاخلاف فیه ۔(شرح مسلم للنووی)

اس حدیث میں ایک اہم قاعدہ کا بیان ہے وہ یہ ہے کہ جب جانور کے ذبح شرعی میں شک پیدا ہوجائے تو وہ حلال نہ ہوگا کیوں کہ اصل جانور کی تحریم (حرام ہونا) ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں۔

اب حلال ذبیحہ کا متبادل طریقہ یہ ہے کہ اس آٹو میٹک مشین میں جو چھری ہوتی ہے اس کو نکالدیا جائے اس جگہ پر چار مسلمان کھڑے ہوجائیں اور جب لٹکی ہوئی مرغیاں یا جانوران کے پاس گزریں تو باری باری ایک ایک شخص بسم اللہ پڑھتے ہوئے مرغیوں کو ذبح کرتا رہے۔

یا اس کی حلت کی صورت یہ ہے کہ ایسی مشین ایجاد ہو جس کا چاقو بجلی کی قوت سے نہ چلے بلکہ صرف آدمی کی قوت سے چلے اور آدمی بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر چاقو چلائے تو اس سے سو دوسو جتنے جانور ایک ساتھ ذبح ہوں گے وہ حلال ہوں گے اور اگر یہ ایک آدمی کے بجائے چند آدمیوں کی مشترکہ قوت سے چلے تو تمام افراد کا ایک ایک دفعہ بسم اللہ پڑھنا ضروری ہوگا کہ فعل ذبح صرف ایک دفعہ پایا گیا ہے تو ایک ہی دفعہ 'بسم اللہ' پڑھنا شرط ہوگا۔۔

سمندری ماکولات، ازروئے شریعت

مولانا مفتی حافظ سید ضیاء الدین نقشبندی
شیخ الفقہ جامعہ نظامیہ

اللہ تعالیٰ نے روئے زمین پر کئی ایک مخلوقات کو وجود بخشا، نوع بنی آدم کو عزت وکرامت کی خلعت عطا کی' ان کے فائدے کی خاطر متعدد حیوانات کو اُن کیلئے مسخر وزیر فرماں بنایا، خواہ وہ زمین پر چلنے یا رینگنے والے ہوں یا پانی میں تیرنے یا ہوا میں اُڑنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ کے تحت ان جانوروں میں سے بعض کو حلال اور بعض کو حرام رکھا جب کہ بعض کو سواری اور بار برداری کے لئے روا رکھا' حلال وحرام کو قرآن کریم میں اصولی وقانونی طور پر ذکر فرمایا، اور اس کی تفصیل وتشریح اپنے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سپرد فرمائی۔

اللہ تعالی احکم الحاکمین ہے، بندگی کا تقاضا ہے کہ ''حکمت'' کو جانے بغیر حاکم کے حکم کو مان لیا جائے۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اللہ تعالی اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن جانورں کو حرام قرار دیا ہے اگر ان پر غور کیا جائے تو یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ ان جانوروں میں یا تو گندگی اور نجاست ہے یا ان میں بری عادات اور مذموم صفات ہیں، اور یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جب بری چیز کو غذا بنایا جاتا ہے تو وہ جسمانی اور اخلاقی بگاڑ کا قوی ذریعہ بن جاتی ہے۔ مثلاً: خنزیر حرام ہے، وہ نجاست خوری کرتا ہے اور نجاست، مردار اور خون ہی کی طرح ضرر رساں ہے۔

نیز سابقہ امتوں میں سے بعض نافرمانوں کے چہرے مسخ کردئے گئے اور ان کے چہرے خنزیر کے ہوگئے۔ نافرمانوں کے چہروں کو جیسی صورت میں مسخ کیا گیا ویسی صورت سے بھی دور رہنا چاہئیے۔

شریعت مطہرہ نے درندوں کو حرام قرار دیا ہے، ان کی فطرت میں پنجوں سے زخمی کرنا اور حملہ کرنا ہے، اور ان میں سخت دلی پائی جاتی ہے۔ بعض وہ جانور ہیں جو نجاست میں زندگی بسر کرتے ہیں، اور مردار ہی کھاتے ہیں۔

کوا، چیل، چھپکلی، سانپ، بچھو وغیرہ: ان کی طبیعت میں لوگوں کو ستانا، ایذا رسانی، جھپٹ کر کوئی چیز لے لینا، دوسروں کی چیزوں پر ٹوٹ پڑنے کے لئے موقع کا انتظار کرنا اور اس جیسی خرابیاں ہیں۔ لازمی بات ہے جب انسان انہیں کھائے گا تو ان کی بری صفتوں کا انسانی اخلاق پر اثر پڑے گا۔

چوہا اور دیگر حشرات الارض: ان کی فطرت میں ذلت وحقارت اور گڑھوں اور بلوں میں چھپنا ہے۔

مسلمان ہی نہیں ہر سلیم الفطرت شخص ان کو برا سمجھے گا، تمام اطباء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ شریعت اسلامیہ کے حرام کردہ حیوانات سب کے سب نوع انسانی کے مزاج کے خلاف ہیں اور ازروئے طب ان کا کھانا صحیح نہیں۔

قد اتفق الا طباء أن هذه الحيوانات كلها مخالفة لمزاج نوع الإنسان لا يسوغ تناولها طبا.

(ملخص از: حجۃ اللہ البالغۃ، الاطعمۃ والاشربۃ، ج:2، ص:278 تا 280)

مفکر اسلام زین الفقہاء سے استفادہ کردہ تین نکات ملاحظہ ہو۔
شریعت نے جن چیزوں کو حرام قرار دیا ہے ان میں بنیادی طور پر تین باتیں پیش نظر رکھنا چاہئے (۱) وہ چیز صحت انسانی کیلئے نقصاندہ نہ ہو (۲) عقل کو متاثر کرنے والی نہ ہو (۳) اخلاق و روحانیت کو بگاڑنے والی نہ ہو۔ لہذا ہر وہ چیز جو صحت انسانی کے لئے ضرر رساں ہے یا عقل کو ماؤف کرنے والی یا اخلاق و کردار اور قلب و روح کو خراب کرنے والی ہو وہ شریعت میں منع کردی گئی ہے۔
سمندری ماکولات کی قسمیں: سمندری ماکولات پر فقہی نقطہ نظر سے گفتگو کرنے سے پہلے یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ سمندری ماکولات دو طرح کے ہوتے ہیں: (1) حیوانی ماکولات　　(2) غیر حیوانی ماکولات
پہلے حیوانی ماکولات سے متعلق گفتگو کی جائے گی پھر غیر حیوانی ماکولات کا ذکر کیا جائے گا۔
سمندری ماکولات میں وہ تمام جانور داخل ہیں جو دریا، سمندر، تالاب، ندی، نہر، کنٹہ، جھیل اور کنویں میں رہتے بستے ہیں۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **وَهُوَ الَّذِىْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا** . ترجمہ: اور وہی ہے جس نے تمہارے لیے سمندر مسخر کر دیا تا کہ تم اس سے تازہ گوشت کھاو۔ (سورۃ النحل: 14)
اور ارشاد الٰہی ہے: **وَمَا يَسْتَوِى الْبَحْرَانِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَائِغٌ شَرَابُه وَهَذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ وَمِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا** . ترجمہ: اور پانی کے دو ذخیرے برابر نہیں ہوسکتے، یہ (ایک) میٹھا، بہت شیریں ہے، اس کا پینا بڑا خوشگوار ہے اور یہ (دوسرا) کھارا، سخت کڑوا ہے، اور تم ہر ایک سے تازہ گوشت کھاتے ہو۔ (سورۃ الفاطر: 12)
ان دونوں مقامات پر (**لَحماً طَرِيّاً**) کی تفسیر مچھلی سے کی گئی۔ چنانچہ جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور عظیم المرتبت تابعی حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہی تفسیر منقول ہے۔
تفسیر بیضاوی، تفسیر درمنثور، تفسیر مدارک التنزیل، تفسیر جلالین، تفسیر خازن اور تفسیر ابن کثیر وغیرہ میں (**لَحماً طَرِيّاً**) کی تفسیر ''**سمکا**'' یعنی مچھلی سے کی گئی۔
تنویر المقیاس میں ہے: (**وَهُوَ الذى سَخَّرَ**) **ذلل** (**البحر لِتَاْكُلُواْ مِنْهُ لَحماً**) **يعنى سمكاً** . ترجمہ: اور وہی ہے جس نے تمہارے لیے دریا مسخر کر دیا تا کہ تم اس میں سے تازہ مچھلی کھاو۔
(تنویر المقیاس من تفسیر ابن عباس، سورۃ النحل، آیت نمبر: 14۔ بیضاوی، کشاف)
نیز سورہ فاطر کی آیت نمبر: 12 کے تحت لحما طریا کی تفسیر میں فرمایا ہے: (**وَمِن كُلٍّ**) **من كل البحرين العذب والمالح** (**تَاْكُلُونَ لَحماً طَرِيّاً**) **سمكاً طرياً**. ترجمہ: اور تم میٹھے اور نمکین دونوں سمندروں سے تازہ مچھلی کھاتے ہو۔
(تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس، سورۃ النحل، آیت نمبر: 12)
تفسیر درمنثور میں ہے: **واخرج ابن جرير وابن ابى حاتم ، عن قتادة فى قوله (وهو الذى سخر البحر**

لتاکلوا منه لحماً طرياً) يعني حيتان البحر . ترجمہ:حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:(اور وہی ہے جس نے تمہارے لیے سمندر مسخر کردیا تاکہ تم اس سے تازہ گوشت یعنی سمندر کی مچھلیاں کھاو۔(الدرالمنثور،سورۃ النحل،آیت نمبر:14)

تفسیر جلالین میں ہے:(وَهُوَ الذى سَخَّرَ البحر لِتَأْكُلُواْ مِنْهُ لَحْمًا طَرِيّا) هو السمک .ترجمہ:اور وہی ہے جس نے تمہارے لیے سمندر مسخر کردیا تاکہ تم اس سے تازہ گوشت کھاو!جوکہ مچھلی ہے۔(تفسیر الجلالین،سورۃ النحل:14)

تفسیر مدارک التنزیل میں ہے:(وَمِن كُلٍّ) منهما (تَأْكُلُونَ لَحْماً طَرِيّاً) هو السمک .ترجمہ:اورتم ان دونوں سمندروں سے تازہ گوشت کھاتے ہو!جوکہ مچھلی ہے۔(مدارک التنزیل وحقائق التاویل،سورۃ الفاطر:12)

(وَهُوَ الذى سَخَّرَ البحر لِتَأْكُلُواْ مِنْهُ لَحْمًا طَرِيّاً) هو السمک .ترجمہ:اور وہی ہے جس نے تمہارے لیے سمندر مسخر کردیا تاکہ تم اس سے تازہ گوشت کھاو!جوکہ مچھلی ہے۔(مدارک التنزیل وحقائق التاویل،سورۃ النحل:14)

تفسیر القرآن العظیم میں علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں:ثم قال: (وَمِنْ كُلٍّ تَأْكُلُونَ لَحْمًا طَرِيًّا) يعني: السمک. ترجمہ:اورتم ان سے تازہ گوشت یعنی مچھلی کھاتے ہو۔(تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر،سورۃ الفاطر:12)

تفسیر خازن میں ہے:(ومن کل) يعني من البحرين (تاكلون لحماً طرياً) يعني السمک .ترجمہ:اورتم ان دونوں سمندروں سے تازہ گوشت یعنی مچھلی کھاتے ہو۔(لباب التاویل فی معانی التنزیل خازن،سورۃ الفاطر: 12)

امام طبری نے اس آیت کے تحت لکھا ہے:وقوله(وَمِنْ كُلٍّ تَأْكُلُونَ لَحْمًا طَرِيًّا) يقول: ومن كل البحار تاكلون لحمًا طريًّا، وذلک السمک من عذبهما الفرات وملحهما الاجاج. اورتم سمندروں سے تازہ گوشت کھاتے ہواوروہ میٹھے اورکھارے سمندر کی مچھلیاں ہیں۔

مچھلیوں کی اقسام اوران کی تعداد: علامہ محمد بن موسی کمال الدین دمیری نے "حیاۃ الحیوان" میں لکھا ہے:

السمک: من خَلقِ الماء ، الواحدة سمكة، وجمعه اسماک وسموک، وهو انواع كثيرة ولكل نوع اسم خاص وقد تقدم فی آخر الجراد ان النبی صلى الله عليه وسلم قال: " إن الله عز وجل خلق الف امة منها ستمائة فی البحر واربعمائة فی البر . " ولذلک قال الغزالی: السمک اكثر خلق الله تعالى .ومن انواع السمک ما لا يدرک الطرف اولها وآخرها لكبرها وما لا يدركها الطرف لصغرها، وكل ياوى الماء ويستنشقه كما يستنشق بنو آدم .فقال: ومن السمک نوع يطير على وجه البحر مسافة طويلة ثم ينزل انتهى .ترجمہ:مچھلی:آبی مخلوق ہے،واحد"سمکۃ"ہے اس کی جمع اسماک"اور"سموک" آتی ہے۔مچھلی کی بہت ساری قسمیں ہیں اوراس کی ہرقسم کاایک مخصوص نام ہے۔ تمام مچھلیاں پانی میں پناہ گزیں ہوتی ہیں،اور پانی میں سانس لیتی ہیں جس طرح انسان ہوا میں سانس لیتا ہے۔حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:اللہ تعالی نے مخلوق کے ہزارگروہ پیدا

فرمائے، ان میں چھ سو(600)اقسام سمندر میں ہیں اور چار سو(400) اقسام خشکی میں۔اور آبی مخلوق میں بھی سب سے زیادہ مچھلی ہی ہے۔

اسی وجہ سے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ تعداد مچھلی ہی کی ہے۔

مچھلی کی کئی اقسام ہیں، ان میں بعض اتنی بڑی ہوتی ہیں کہ انسان اس کو سر سے دم تک بیک نظر نہیں دیکھ سکتا، اور ان میں سے بعض ایسی چھوٹی مچھلیاں بھی ہیں جو نظر بھی نہیں آتیں۔نیز امام غزالی نے فرمایا کہ بعض مچھلیاں وہ ہیں جو سمندر کی سطح پر طویل مسافت تک اڑتی رہتی ہیں پھر پانی میں اتر جاتی ہیں۔

حکایت: **حكى القزويني، في عجائب المخلوقات عن عبد الرحمن بن هارون المغربي، قال: ركبت بحر المغرب فوصلت إلى موضع يقال له البرطون، وكان معنا غلام صقلي معه صنارة فالقاها في البحر فصاد بها سمكة نحو الشبر فنظرنا فإذا خلف اذنها اليمنى مكتوب لا إله إلا الله وفي قفاها محمد وخلف اذنها اليسرى رسول الله.** ترجمہ: شیخ ابو حامد قزوینی نے اپنی کتاب "عجائب المخلوقات "میں تحریر کیا ہے کہ عبد الرحمٰن بن ہارون مغربی کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ بحر مغرب میں کشتی پر سوار تھا، میں جب مقام "برطون "پر پہنچا تو ہمارے ساتھ کشتی میں موجود صقلیہ مقام کے لڑکے نے مچھلی پکڑنے کے کانٹے سے ایک مچھلی کو پکڑا جو ایک بالشت برابر تھی، ہم نے اس مچھلی کو دیکھا کہ اس کے دائیں کان کے پیچھے ''لاالہ الا اللہ'' اور گدی پر ''محمد'' اور اس کے بائیں کان کے پیچھے ''رسول اللہ'' لکھا ہوا تھا۔(حیاۃ الحیوان للدمیری، ج:1،ص:399 تا402)

سمندری جانوروں کے شکار سے متعلق ارشاد الٰہی ہے: أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ. ترجمہ: تمہارے لئے سمندر کا شکار کرنا اور اس کا کھانا حلال کردیا گیا ہے' تمہارے اور مسافروں کے فائدے کے لئے۔(سورۃ المائدۃ:96) عام طور پر لفظ بحر کا اطلاق سمندر کے لئے کیا جاتا ہے لیکن اہل عرب میٹھے یا کھارے پانی کی کثیر مقدار اور وسیع ذخیرہ کے لئے بھی لفظ بحر کا استعمال کرتے ہیں اور بحر (سمندر) کو بحر اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں وسعت، انبساط اور گہرائی کا مفہوم پایا جاتا ہے۔جیسا کہ علامہ ابن منظور نے لسان العرب میں لفظ بحر کی تحقیق کرتے ہوئے وضاحت کی ہے: **البَحْرُ الماءُ الكثيرُ مِلْحاً كان اَو عَذْباً وهو خلاف البَرِّ سمى بذلك لعُمقِهِ واتساعه قد غلب على المِلْح حتى قَلّ فى العَذْبِ .....إنما سمى البَحْرُ بَحْراً لسعته وانبساطه.** (لسان لعرب،حرف الراء،بحر)

لہٰذا مچھلیاں کسی سمندر کی ہوں یا دریا، تالاب، کنٹہ، جھیل وغیرہ ذخائر آب کی، تمام حلال ہیں۔سمندری جانوروں میں کونسے جانور حلال اور کونسے حرام ہیں؟اس سلسلہ میں چاروں ائمہ کا نقطہ نظر الگ الگ ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس مچھلی کے سوا کوئی سمندری جانور حلال نہیں، مچھلی اپنی تمام اقسام کے ساتھ حلال ہے

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سمندری خنزیر کے سوا باقی تمام سمندری جانور حلال ہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے چار اقوال ہیں: 1)) مینڈک کے سوا باقی سارے سمندری جانور حلال ہیں، امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی قول کو شوافع کے پاس مفتی بہ قرار دیا ہے۔

2)) مچھلی کے علاوہ کوئی سمندری جانور حلال نہیں ہے۔(امام شافعی کا یہ قول فقہ حنفی کے مطابق ہے۔)

3)) جو جانور خشکی میں حلال ہیں وہ سمندر میں بھی حلال ہیں اور جو جانور خشکی میں حرام ہیں وہ سمندر میں بھی حرام ہیں۔

4)) مینڈک، کچھوا، مگرمچھ، بحری کتا اور بحری خنزیر کے علاوہ باقی سب سمندری جانور حلال ہیں۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سمندر کے تمام جانور حلال ہیں۔

سمندری جانوروں کے متعلق مالکی نقطہ نظر: مالکی فقیہ امام ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے اکمال اکمال المعلم میں اس طرح تفصیل بیان کی: **حیوان البحر علی اختلاف اصنافه مباح عند مالک لقوله تعالیٰ احل لکم صید البحر فعمم الا انه توقف فی خنزیر الماء وانما توقف لمعارضة عموم الآیة فی قوله تعالیٰ و لحم الخنزیر وقد یکون توقفه من ناحیة تسمیتهم ایاه خنزیرا (قلت) فی کتاب الصید من المدونة وتوقف مالک ان یجیب فی خنزیر الماء وقال انتم تسمونه خنزیرا .** ترجمہ: امام مالک کے نزدیک تمام قسم کے سمندری جانور حلال ہیں، ان کا استدلال اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے ہے: **احل لکم صید البحر** . تمہارے لئے سمندر کا شکار حلال کیا گیا ہے۔ البتہ سمندری خنزیر میں امام مالک نے توقف کیا ہے، مدونہ کی کتاب الصید میں ہے، امام مالک نے فرمایا: تم اس کو خنزیر کہتے ہو؟ اور ایک قول یہ ہے کہ امام مالک نے توقف نہیں کیا بلکہ اس کو خنزیر کہنے سے انکار کیا ہے۔

(اکمال اکمال المعلم، امام ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی، ج5، ص278)

سمندری جانوروں کے متعلق شافعی نقطہ نظر: شافعی فقیہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ صحیح مسلم کی شرح میں لکھتے ہیں: **وقد اجمع المسلمون علی اباحة السمک قال اصحابنا یحرم الضفدع للحدیث فی النهی عن قتلها قالوا وفیما سوی ذلک ثلاثة اوجه اصح یحل جمیعه لهذا الحدیث والثانی لا یحل والثالث یحل ما له نظیر ماکول فی البر دون ما لا یوکل نظیره فعلی هذا توکل خیل البحر وغنمه وظباوه دون کلبه وخنزیره وحماره .** ترجمہ: مچھلی کے حلال ہونے پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔ ہمارے فقہاء (شافعیہ) نے یہ کہا ہے کہ مینڈک حرام ہے کیونکہ حدیث پاک میں اس کو قتل کرنے کی ممانعت وارد ہے اور ہمارے فقہاء نے فرمایا: مینڈک کے علاوہ باقی جانوروں کے متعلق تین اقوال ہیں: (1) مینڈک کے علاوہ تمام سمندری جانور حلال ہیں، یہ قول زیادہ صحیح ہے (2) حلال نہیں ہیں۔ (3) جس جانور کی نظیر خشکی میں حلال ہے وہ سمندر میں بھی حلال ہے اور جس جانور کی نظیر خشکی میں حرام وہ سمندر میں بھی حرام

ہے۔(شرح مسلم للنووی) تیسرے قول کے اعتبار سے سمندری گھوڑے، بکریاں اور ہرن کھائی جائیں گی اور سمندری کتا، خنزیر اور گدھا نہیں کھایا جائے گا۔

سمندری جانوروں کے متعلق حنبلی نقطہ نظر: حنبلی فقیہ علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں: **کل ما یعیش فی البر من دواب البحر لا یحل بغیر ذکاۃ ، کطیر الماء والسلحفاۃ ، وکلب الماء ، إلا ما لا دم فیہ ، کالسرطان فإنہ یباح بغیر ذکاۃ....وا ما سائر ما ذکرنا فلا یحل إلا ا ن یذبح وقال قوم یحل من غیر ذکاۃ.** ترجمہ: جو سمندری جانور خشکی میں رہتے ہیں وہ بغیر ذبح کے حلال نہیں ہیں، جیسے پانی میں تیرنے والے پرندے، کچھوا، اور پانی کا کتا، لیکن سمندری جانوروں میں سے جس جانور میں خون نہ ہو وہ ذبح کے بغیر ہی حلال ہے، جیسے کیکڑا، اور باقی پانی کے جانوروں کو جو خشکی میں رہتے ہوں ذبح کرنا ضروری ہے اور علماء کی ایک جماعت نے کہا: ان کو ذبح کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔(المغنی، لابن قدامۃ الحنبلی ، مسالۃ: 7827)

سمندری جانوروں کے متعلق حنفی نقطہ نظر: امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس مچھلی کے سوا کوئی سمندری جانور حلال نہیں، مچھلی اپنی تمام اقسام کے ساتھ حلال ہے۔

امام بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نے حنفیہ کی دلیل ذکر کرتے ہوئے آیت کریمہ ''**وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ**'' (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان پر خبیث چیزوں کو حرام کرتے ہیں)(سورۃ الاعراف: 157) کا حوالہ دیا اور بتلایا کہ مچھلی کے علاوہ سمندر کے دیگر جانور خبیث ہیں۔ سلیم طبیعت رکھنے والے ان سے گھن کرتے ہیں اور ان کو فطرت سلیمہ پسند نہیں کرتی۔

علامہ حصکفی نے ''درمختار'' میں خبیث کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے: **والخبیث ما تستخبثہ الطباع السلیمۃ.**

ترجمہ: خبیث وہ چیز ہے جس سے سلیم طبیعتیں نفرت کریں اور اس کو پلید سمجھیں۔(درمختار)

ردالمحتار میں ہے: **(قولہ والخبیث إلخ) قال فی معراج الدرایۃ : أجمع العلماء علی ان المستخبثات حرام بالنص وھو قولہ تعالی -(ویحرم علیھم الخبائث) - وما استطابہ العرب حلال -(ویحل لھم الطیبات) - وما استخبثہ العرب فھو حرام بالنص ، والذین یعتبر استطابتھم اھل الحجاز من اھل الامصار ، لان الکتاب نزل علیھم وخوطبوا بہ ....**

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کوئی ایسی روایت منقول نہیں کہ آپ نے یا آپ کے صحابہ نے مچھلی کے علاوہ کوئی اور سمندری جانور تناول فرمایا ہو۔ اگر ان حضرات نے مچھلی کے علاوہ کوئی جانور تناول کیا ہوتا تو کسی روایت میں ضرور اس کا ذکر وارد ہوتا۔

دیگرائمہ کی دلیل آیت کریمہ ''اُحِلَّ لَکُمْ صَیْدُ الْبَحْرِ'' ذکرکی گئی،ان حضرات نے آیت کریمہ ''اُحِلَّ لَکُمْ صَیْدُ الْبَحْرِ'' کوعمومی معنی میں لیتے ہوئے استدلال کیا ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ سمندری وآبی حیوانات کے جائز ہونے پراس آیت سے استدلال کی وجہ یہ ہے کہ ''صَیْد'' بمعنی ''مصید''یعنی مصدر بمعنی اسم مفعول مانا جائے اورمصدرکواسم مفعول کے معنی میں لینا مجاز ہے۔جب حقیقی معنی مراد لینے میں کوئی رکاوٹ نہیں تو حقیقی معنی چھوڑ کر مجازی معنی مراد لینے کی ضرورت نہیں۔دوسری بات یہ ہے کہ سیاق کلام سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس سے سمندر کا شکارنہیں بلکہ شکار کرنا مراد لیا جائے،کیونکہ کلام یہاں حیوانات یا ماکولات کی حلت وحرمت کے لئے نہیں لایا گیا بلکہ مُحرِم کے لئے حلال وحرام اعمال کو بیان کرنے کے لئے لایا گیا۔ظاہر ہے شکار جانور ہےاورشکارکرناعمل ہے لہٰذا شکار کا عمل مراد لینے کی صورت میں معنی حقیقی اورسیاق کلام کالحاظ باقی رہے گا۔

اگرآیت کریمہ میں ''صَیْد''کو''مصید'' کے معنی میں ہی لیاجائےتو''صَیْدُ الْبَحْرِ''میں اضافت استغراق کے لئے نہ ہوگی،یعنی یہ مطلب نہ ہوگا کہ سمندر کے تمام شکارحلال ہیں بلکہ صرف مچھلی حلال ہوگی،جس کے جواز کی دلیل پرامت کا اجماع ہےاورآگےاحادیث شریفہ ذکرکئے جائیں گے۔

مشہورحنفی فقیہ امام ابوبکرجصاص رحمۃ اللہ علیہ مچھلی کےعلاوہ سمندری حیوانات سے متعلق رقمطراز ہیں:

ویدل علی بطلان قول من ا باح جمیع حیوان الماء قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: " ا حلت لنا میتتان ودمان : السمک والجراد ". فخص من المیتات ھذین وفی ذلک دلیل علی ا ن المخصوص من جملۃ المیتات المحرمۃ بقولہ: "حرمت علیکم المیتۃ "ھو ھذان دون غیرھما لا ن ما عداھما قد شملہ عموم اباح جمیع حیوان الماء قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم : (احلت لنا میتتان ودمان : السمک والجراد) ، فخص من المیتات ھذین ، وفی ذلک دلیل علی ان المخصوص من جملۃ المیتات المحرمۃ بقولہ : (حرمت علیکم المیتۃ) ھو ھذان دون غیرھما لان ما عداھما قد شملہ عموم التحریم بقولہ : (حرمت علیکم المیتۃ) وقولہ تعالی : (إلا ان یکون میتۃ) وذلک عموم فی میتۃ البر والبحر .ویدل علیہ حدیث ابن ابی ذئب عن سعید بن خالد عن سعید بن المسیب عن عبد الرحمن بن عثمان قال : (ذکر طبیب الدواء عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم وذکر الضفدع یکون فی الدواء ، فنھی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن قتلہ) والضفدع من حیوان الماء ، ولو کان اکلہ جائزا والانتفاع بہ سائغا لما نھی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن قتلہ ، ولما ثبت تحریم الضفدع بالاثر ، کان سائر حیوان الماء سوی السمک بمثابتہ ، لانا لا نعلم احدا فرق بینھما . ترجمہ: ہمارےفقہاءاحناف نے یہ کہا ہے کہ پانی کے جانوروں میں سے صرف مچھلی کوکھانا جائز ہے،جولوگ یہ کہتے ہیں کہ تمام جانورمباح ہیں ان کےقول کے باطل ہونے کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: ہمارے لئے دومرداراوردوخون حلال کئے گئے،وہ دومردار مچھلی اورٹڈی ہیں،اوردوخون جگراورتلّی ہیں۔قرآن مجید میں ہے :حرمت علیکم المیتة ۔تم پرمُردارحرام کیا گیا۔ان میں سے صرف دومرے ہوئے جانوروں مچھلی اورٹڈی کااستثناء کیا گیا ہے ۔باقی تمام خشکی وسمندر کے جانورحرام ہیں،''حرمت علیکم المیتة .اِلَّا اَنْ یَکُونَ مَیْتَةً '' کی عموم کی وجہ سےاورحضرت عبد الرحمان بن عثمان بیان کرتے ہیں کہ ایک طبیب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک دواء کا ذکر کیااور یہ کہا کہ اس دوامیں مینڈک ڈالا جاتا ہےتو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مینڈک کوقتل کرنے سے منع فرمایا،اورجب حدیث سے مینڈک کی تحریم ثابت ہوگئی تو مچھلی کے سواپانی کے باقی جانوروں کا بھی یہی حکم ہے،کیونکہ ہمارے علم میں کوئی ایسا شخص نہیں ہے جومینڈک اور باقی دریائی جانوروں میں فرق کرتا ہو۔ (احکام القرآن للجصاص،ج:4،ص409،سورۃ المائدۃ:96)

مچھلی کےعلاوہ سمندری حیوانات سے متعلق دلائل کا تجزیہ: مچھلی کےعلاوہ دیگرسمندری حیوانات کوحلال کہنے کے سلسلہ میں دیگرائمہ کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نےسمندری شکار کے بارے میں بغیر کسی استثناء کےفرمایا:احل لکم صید البحر . ترجمہ:تمہارے لئےسمندرکاشکارحلال کیا گیاہے۔(سورۃ المائدۃ:96)

اس کا جواب کئی طریقوں سے دیا گیا ہے:

(1)یہ آیت کریمہ سمندر کےتمام حیوانات کےحلال ہونے پردلالت نہیں کرتی،جیسا کہ امام ابوبکرجصاص رحمۃ اللہ علیہ نےلکھا:

ولا دلالة فيه على ما ذكروا ؛ لان قوله تعالى : (احل لكم صيد البحر) إنما هو على إباحة اصطياد ما فيه للمحرم ، ولا دلالة فيه على اكله . والدليل عليه انه عطف عليه قوله : (وحرم عليكم صيد البر ما دمتم حرما) فخرج الكلام مخرج بيان اختلاف حكم صيد البر والبحر على المحرم .وايضا فإن الصيد اسم مصدر ، وهو اسم للاصطياد وإن كان قد يقع على المصيد ، الا ترى انک تقول : (صدت صيدا) ؟ وإذا كان ذلک مصدرا كان اسما للاصطياد الذى هو فعل الصائد ، ولا دلالة فيه إذا اريد به ذلک على إباحة الاكل وإن كان قد يعبر به عن المصيد ، إلا ان ذلک مجاز ؛ لانه تسمية للمفعول باسم الفعل ، وتسمية الشىء باسم غيره إنما هو استعارة .

ترجمہ:اللہ تعالیٰ کےارشاد(احل لکم صید البحر) کا مطلب یہ ہے کہ مُحرم کے لئےسمندرمیں پائے جانے والے جانوروں کاشکارکرنا جائز ہے۔ان جانوروں کوکھانا جائز ہےاس پر یہ آیت دلالت نہیں کررہی ہے۔کیونکہ اس پر(وحرم علیکم صید البر ما دمتم حرما) کاعطف کیا گیاہے۔یعنی اورتم پرخشکی کاشکارکرنا حرام کردیا گیاجب تک تم مُحرِم رہو۔

اِس لحاظ سےکلام کا اندازِ بیان مُحرِم کے لئےخشکی کے شکاراورسمندری شکار کےحکم کے درمیان فرق کوظاہر کرتا ہے نیز صید کالفظ اسم مصدر ہے۔یہ،مصدراصطیاد(شکارکرنا) کے لئے اسم ہے۔اگر چہ یہ بعض اوقات شکار کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔

اگراس آیت کریمہ میں مُحرِم کے لئے سمندر میں شکار کا عمل مراد نہ لیا جائے بلکہ سمندر میں شکار کیا ہوا جانور مراد لیا جائے تو پھر اگلے جملہ ''وحرم علیکم صید البر ''میں بھی خشکی میں شکار کیا ہوا جانور مراد لینا ہوگا جبکہ ایسا نہیں ہے۔

محرم کے لئے خشکی میں شکار کرنے کا عمل منع ہے اور شکار کرنے میں مدد کرنا جائز نہیں، لیکن کوئی شخص خشکی سے شکار کر لائے جبکہ مُحرِم نے اس عملِ شکار میں کوئی مدد نہ کی تو خشکی کا شکار اُس کے لئے حرام نہیں۔تو معلوم ہوا کہ آیت کریمہ میں دونوں جگہ شکار کا عمل مراد ہے نہ کہ نفس شکار۔(احکام القرآن للجصاص،سورۃ المائدۃ، باب صید البحر)

اسی طرح مفردات القرآن میں امام راغب اصفہانی نے لکھا ہے: **بقوله (احل لکم صید البحر) ای اصطیاد ما فی البحر**. ترجمہ:صید سے اصطیاد یعنی شکار کرنا مراد ہے۔(مفردات غریب القرآن للاصفھانی، کتاب الصاد، الصید)

اور''**احل لکم صید البحر** ''سورۂ مائدہ کی اس آیت کو دیگر سمندری جانوروں کے حلال ہونے کی دلیل نہیں بنایا جاسکتا کیونکہ اس میں شکار کرنے کی اجازت دی گئی ہے اور شکار حرام چیزوں کا بھی کیا جاتا ہے۔

(2) قرآن مجید کی یہ آیت مبارکہ ہے:

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَه مَکْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَیُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ.

ترجمہ:(یہ وہ لوگ ہیں) جو اس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرتے ہیں جو اُمّی نبی ہیں،(جنہوں نے کسی سے پڑھا نہیں ساری کائنات کو علوم سکھاتے ہیں) جن کے اوصاف وکمالات کو وہ لوگ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، جو انہیں اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے منع فرماتے ہیں اور ان کیلئے پاکیزہ چیزوں کو حلال کرتے ہیں اور ان پر گندی چیزوں کو حرام کرتے ہیں۔(سورۃ الاعراف:157)۔

اور مچھلی کے سوا باقی تمام سمندری جانور خبیث ہیں اور اس آیت مبارکہ سے خبیث چیزوں کا حرام ہونا واضح ہے۔

(3) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دوا سے منع فرمایا ہے جس میں مینڈک ڈالا جائے۔جیسا کہ مسند امام احمد میں حدیث پاک ہے:**حدثنا عبد الله حدثنی ابی حدثنا یزید قال اخبرنا ابن ابی ذئب عن سعید بن خالد عن سعید بن المسیب عن عبد الرحمن بن عثمان قال ذکر طبیب عند رسول الله -صلی الله علیه وسلم -دواء وذکر الضفدع یجعل فیه فنهی رسول الله -صلی الله علیه وسلم -عن قتل الضفدع.** ترجمہ:حضرت عبدالرحمٰن بن عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک طبیب نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مینڈک کو دوا میں ڈالنے کے متعلق دریافت کیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طبیب کو مینڈک کے قتل سے منع فرمایا۔

(مسندالامام احمد،حدیث نمبر:16170۔سنن ابن ماجہ،ابواب الصید،حدیث نمبر:3344)

(4) اورحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیکڑے کوفروخت کرنے سے منع فرمایاہے۔جیسا کہ نصب الرایۃ فی تخریج احادیث الھدایۃ میں روایت ہے: **نھی رسول اللہ علیہ الصلاۃ والسلام عن دواء یتخذ فیہ الضفدع ونھی عن بیع السرطان.** ترجمہ:حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی دواسے منع فرمایاجس میں مینڈک کوڈالا گیااور کیکڑے کو فروخت کرنے سے منع کیا۔(نصب الرایۃ فی تخریج احادیث الھدایۃ،کتاب الذبائح،لایوکل من حیوان الماءالا السمک)

(5) حضرت ملاجیون رحمۃ اللہ علیہ تفسیرات احمدیہ میں سورۃ النحل آیت نمبر:14کے تحت لکھتے ہیں: **واقول :لما خص اللہ تعالیٰ بیان اکل السمک کان حجۃ علی مالک والشافعی رحمھما اللہ فی اطلاق جمیع ما فی البحر من الحیوان .** ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اِس آیت میں صرف مچھلی کھانے کا ذکرخصوصیت سے کیاہےتو یہ آیت امام شافعی اورامام مالک کے اس قول کے خلاف حجت ہے کہ تمام سمندری جانورحلال ہیں۔(تفسیرات احمدیہ،سورۃ النحل آیت نمبر:14،ص:341)

یہاں پرایک سوال یہ کیاجاتاہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سمندر سے متعلق فرمایا:سمندرکا پانی پاک کرنے والا ہے اوراس کامُردارحلال ہے۔جیسا کہ سنن ابوداود میں حدیث پاک ہے: **حدثنا عبد اللہ بن مسلمۃ عن مالک عن صفوان بن سلیم عن سعید بن سلمۃ -من آل ابن الازرق -ان المغیرۃ بن ابی بردۃ -وھو من بنی عبد الدار - اخبرہ انہ سمع ابا ھریرۃ یقول سال رجل النبی -صلی اللہ علیہ وسلم -فقال یا رسول اللہ إنا نرکب البحر ونحمل معنا القلیل من الماء فإن توضانا بہ عطشنا افنتوضا بماء البحر فقال رسول اللہ -صلی اللہ علیہ وسلم -ھو الطھور ماوہ الحل میتتہ .** ترجمہ:حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہےایک شخص نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم سمندرکا سفرکرتے ہیں اور ہمارے پاس پینے کے لئے پانی بہت کم ہوتاہے اگرہم اس سے وضوکرلیں تو پیاسے رہ جائیں تو کیاہم ایسی صورت میں سمندر کے پانی سے وضوکر سکتے ہیں؟تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایاسمندرکا پانی پاک ہےاوراس کامردہ(مچھلی) حلال ہے۔

(سنن ابی داود،ابواب الطھارۃ،باب الوضوء بماءالبحر،حدیث نمبر:83۔جامع الترمذی،ابواب الطھارۃ،باب ماجاءفی ماءالبحرانہ طھور،حدیث نمبر:69)

اس کاجواب یہ ہے کہ حدیث میں جو "سمندرکامردارحلال ہے" کہا گیااُس مُردار سے مرادمچھلی ہےاوروہ حلال ہے اورتمام مرداروں سے مستثنی ہے؛کیونکہ مسندامام احمداورسنن ابن ماجہ میں حدیث شریف ہے: **حدثنا عبد اللہ حدثنی ابی**

حدثنا سریج حدثنا عبد الرحمن بن زید بن اسلم عن زید بن اسلم عن ابن عمر قال قال رسول الله -صلی الله علیہ وسلم -احلت لنا میتتان ودمان فاما المیتتان فالحوت والجراد واما الدمان فالکبد والطحال .

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے راویت ہے انہوں نے کہا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے لئے دومرے ہوئے جانور اور دوخون حلال کیے گئے، دومرے ہوئے جانور مچھلی اور ٹڈی ہیں اور دوخون جگر اور تلی ہیں۔

(مسند الامام احمد، مسند عبد اللہ بن عمر، حدیث نمبر: 5856۔ سنن ابن ماجہ، دارقطنی۔ زجاجۃ المصابیح، حدیث نمبر: 16/5467)

پانی میں مرکر سطح پر اُلٹنے والی مچھلی کا شرعی حکم: جو مچھلی طبعی موت مَر کر پانی کی سطح پر آجائے فقہاء احناف کے پاس اس کو کھانا مکروہ ہے اور امام مالک وامام شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک اس کو کھانا جائز ہے؛ کیونکہ آپ نے فرمایا: سمندر کا مرا حلال ہے، اس سلسلہ میں سنن ابوداود میں حدیث پاک ہے: **حدثنا احمد بن عبدة حدثنا یحیی بن سلیم الطائفی حدثنا إسماعیل بن امیة عن ابی الزبیر عن جابر بن عبد الله قال قال رسول الله -صلی الله علیه وسلم -ما القی البحر او جزر عنه فکلوه وما مات فیه وطفا فلا تاکلوه.** ترجمہ: حضرت ابوزبیر حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کو سمندر پھینک دیا جس سے پانی ہٹ جائے تو اس کو کھاؤ اور جو سمندر میں مرجائے اور مرکر اُلٹ جائے تو اس کو مت کھاؤ۔

(سنن ابی داود، حدیث نمبر: 3817۔ سنن ابن ماجہ۔ زجاجۃ المصابیح، حدیث نمبر: 5470)۔

حضرت محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ نے زجاجۃ المصابیح میں اس حدیث پاک کو نقل کرنے کے بعد لکھا: **وقال محی السنة : الاکثرون علی انه موقوف علی جابر -وقال علی القاری: لایضر ،فان مثل هذا الموقوف فی حکم المرفوع** -ترجمہ: اور امام محی السنہ نے کہا کہ اکثر محدثین اس بات پر متفق ہیں کہ یہ حدیث جابر رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے، ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا اس کا موقوف ہونا ضرر نہیں دیتا کیونکہ اس طرح کی موقوف حدیث مرفوع کے حکم میں ہوتی ہے۔

حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی سند پر اعتراض کا علمی وفنی جواب: **فإن قیل قد روی هذا الحدیث سفیان الثوری وایوب وحماد عن ابی الزبیر موقوفا علی جابر قیل له هذا لا یفسده عندنا لانه جائز ان یرویه عن النبی ص -تارة ثم یرسل عنه فیفتی به وفتیاه بما رواه عن النبی ص -غیر مفسد له بل یوکده .** ترجمہ: اور اگر کہا جائے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کو حضرت سفیان ثوری، ایوب اور حماد نے ابوالزبیر سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ پر موقوف روایت کی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات ہمارے نزدیک حدیث میں کوئی خرابی پیدا نہیں

کرتی کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کبھی تو اس حدیث کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں اور کبھی اپنی طرف سے بیان کرتے ہیں اور ایسی صورت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کردہ حدیث کی بنا پر حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا فتویٰ دینا مذکورہ روایت میں کسی خرابی کا باعث نہیں ہے بلکہ اسے مضبوط اور موکد کر دیتا ہے۔(احکام القرآن للجصاص)

علامہ عینی کی بلند پایہ تحقیق: علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **وقال اصحابنا الحنفية: يكره اكل الطافي. وقال مالک والشافعي واحمد والظاهرية :لا باس به لإطلاق قوله "البحر هو الطهور ماوه والحل ميتته". واحتج اصحابنا بما رواه ابو داود وابن ماجه عن يحيى بن سليم عن إسماعيل بن امية عن ابى الزبير عن جابر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : "ما القاه البحر او جزر عنه فكلوه ، وما مات فيه وطفا فلا تاكلوه.**

فإن قلت ضعف البيهقى هذا الحديث وقال يحيى بن سليم كثير الوهم سيء الحفظ وقد رواه غيره موقوفا قلت يحيى بن سليم اخرج له الشيخان فهو ثقة وزاد فيه الرفع ونقل ابن القطان فى كتابه عن يحيى انه ثقة فإن قلت قال ابن الجوزى إسماعيل بن امية متروک قلت ليس كذلک لانه ظن انه إسماعيل بن امية ابو الصلت الزارع وهو متروک الحديث واما هذا فهو إسماعيل بن امية القرشى الاموى والذى ظنه ليس فى طبقته فإن قلت قال ابو داود رواه الثورى وايوب وحماد عن ابى الزبير موقوفا على جابر وقد اسند من وجه ضعيف عن ابن ابى ذئب عن ابى الزبير عن جابر عن النبى قال ما اصطدتموه وهى حى فكلوه وما وجدتم ميتا طافيا فلا تاكلوه وقال الترمذى سالت محمد بن إسماعيل عن هذا الحديث فقال ليس بمحفوظ وروى عن جابر خلاف هذا ولا اعرف لابن ابى ذئب عن ابى الزبير شيئا قلت قول البخارى لا اعرف لابن ابى ذئب عن ابى الزبير شيئا على مذهبه فى انه يشترط لاتصال الإسناد المعنعن ثبوت السماع وقد انكر مسلم ذلک إنكارا شديدا وزعم انه قول مخترع وان المتفق عليه انه يكفى للاتصال إمكان اللقاء والسماع وابن ابى ذئب ادرک زمان ابى الزبير بلا خلاف وسماعه منه ممكن فإن قلت قال البيهقى ورواه عبد العزيز بن عبد الله عن وهب بن كيسان عن جابر مرفوعا وعبد العزيز ضعيف لا يحتج به قلت اخرج الحاكم فى (المستدرک) حديثا عنه وصحح سنده واخرج حديثه هذا الطحاوى فى (احكام القرآن) فقال حدثنا الربيع بن سليمان المرادى حدثنا اسد بن موسى حدثنا إسماعيل بن عياش حدثنى عبد العزيز بن عبد الله عن وهب بن كيسان ونعيم بن عبد الله المجمر

عن جابر بن عبد الله عن رسول الله قال ما جزر البحر فكل وما القى فكل وما وجدته طافيا فوق الماء فلا تاكل وقوله تعالى حرمت عليكم الميتة (المائدة 3) عام خص منه غير الطافى من السمک بالاتفاق والطافى مختلف فيه فبقى داخلا فى عموم الآية.

ہمارے فقہائے احناف نے فرمایا: سمک طافی (وہ مچھلی جو خود بخود مرکر' سطح آب پر الٹ جائے اس) کا کھانا مکروہ ہے۔اور امام مالک،امام شافعی،امام احمد اور ظاہریہ نے کہا: اسے کھانے میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ سمندر کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلق ارشاد ہے: سمندر کا پانی پاک کرنے والا ہے اور اس کا مُردار حلال ہے۔

ہمارے فقہائے احناف نے اپنے موقف پر اس حدیث شریف کو دلیل بنایا جسے امام ابوداود اور امام ابن ماجہ نے ''**عن يحيى بن سليم عن إسماعيل بن امية عن ابى الزبير عن جابر** ''روایت کی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کو سمندر کی موجوں نے پھینک دیا ہو، یا جس سے پانی ہٹ جائے تو اس کو کھاؤ اور جو سمندر میں مرجائے اور مرکر الٹ جائے تو اس کو مت کھاؤ۔(سنن ابی داود، حدیث نمبر: 3817)

اگر تم یہ کہو کہ امام بیہقی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا اور کہا ہے کہ اس کی سند میں ایک راوی '' یحیی بن سلیم'' ہے، جو کثیر الوہم اور سوء حافظہ کا شکار تھے، اور ان کے سوا دیگر راویوں نے اس حدیث کو موقوف روایت کیا ہے، تو (اس کے جواب میں علامہ عینی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: ''یحیی بن سلیم'' سے امام بخاری اور امام مسلم نے احادیث روایت کی ہے، اس سے ظاہر ہے کہ وہ ثقہ راوی ہیں، اور انہوں نے اس حدیث کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعا روایت کیا ہے۔ اور محدث ابن القطان نے اپنی کتاب میں یحیی سے نقل کیا ہے، یقیناً یہ ثقہ ہیں۔

اگر تم یہ کہو کہ اس حدیث کے ایک راوی "اسماعیل بن امیہ کے متعلق علامہ ابن جوزی نے کہا ہے کہ وہ متروک ہیں۔(اس کے جواب میں علامہ عینی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: حقیقت ایسی نہیں ہے، اس معاملہ میں علامہ ابن جوزی کو تسامح ہو گیا ہے کہ انہوں نے ''اسماعیل بن امیہ قرشی اموی'' کو ''اسماعیل بن امیہ ابوصلت زارع'' سمجھ لیا ہے، متروک الحدیث جو ہیں وہ بن امیہ ابوصلت زارع" ہیں، ہماری سند میں جو راوی آئے ہیں وہ ''اسماعیل بن امیہ قرشی اموی'' ہیں اور یہ متروک الحدیث نہیں ہیں، جبکہ اسماعیل بن امیہ ابوصلت الزارع ان کے طبقہ کے نہیں ہیں۔

امام ابوداود نے یہ کہا ہے کہ امام ثوری، امام ایوب اور امام حماد نے ابوالزبیر سے اس حدیث کو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے موقوفا روایت کیا ہے (یعنی یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک نہیں بلکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا قول ہے) اور ابن ابی الذئب کی وساطت سے ابوالزبیر سے اور انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

سے اس کو ضعیف سند سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس زندہ مچھلی کا تم نے شکار کیا ہے اس کو کھاسکتے ہو اور جس کو تم طبعی موت مرکر سطح آب پر الٹی ہوئی پاو اسے نہ کھانا''۔

امام ترمذی کہتے ہیں کہ میں نے امام بخاری سے اس حدیث سے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: یہ حدیث غیر محفوظ ہے۔ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اس کے خلاف حدیث مروی ہے اور میں ایسی کسی روایت کو نہیں جانتا جس کو ابن ابی الذئب نے ابوالزبیر سے بیان کیا ہو۔

(علامہ عینی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: امام بخاری کا یہ کہنا کہ "میں ابن ابی الذئب کی ابوالزبیر سے کوئی روایت نہیں جانتا "ان کے اس مذہب کی بنا پر ہے کہ وہ حدیث معنعن کے لئے روای اور مروی عنہ ہم زمانہ ہونے کے باوجود سماع کی شرط عائد کرتے ہیں۔ امام مسلم نے اس شرط پر سخت اعتراض کیا ہے، اور فرمایا کہ یہ من گھڑت قول ہے اور یہ بات باتفاق محدثین طے ہے کہ ''حدیث معنعن کے اتصال کے لئے صرف ملاقات اور سماع کا امکان کافی ہے''۔ اور اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ ابن ابی الذئب نے ابوالزبیر کا زمانہ پایا ہے اور ان کا ان سے سماع ممکن ہے۔

اگر یہ اعتراض ہو کہ امام بیہقی نے کہا ہے کہ اس حدیث کو عبدالعزیز بن عبداللہ نے حضرت وہب بن کیسان سے اور انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا ہے اور عبدالعزیز ضعیف ہیں، ان کی روایت سے استدلال نہیں کیا جاسکتا تو اس کا جواب یہ ہے کہ امام حاکم نے مستدرک میں ان سے حدیث روایت کی ہے اور اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے اور اس حدیث کو امام طحاوی نے ''احکام القرآن'' میں روایت کیا ہے: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس (مچھلی) سے پانی ہٹ جائے تو اس کو کھاؤ اور جس (مچھلی) کو سمندر کی موجوں نے پھینک دیا ہو تو اس کو کھاؤ اور جس (مچھلی) کو تم سطح آب پر مردہ الٹی ہوئی پاو تو اس کو مت کھاؤ۔ ''**حرمت علیکم المیتة**'' (تم پر مردار حرام کیا گیا ہے) یہ آیت کریمہ عام ہے، خشکی وتری کے ہر مرے ہوئے جانور کی حرمت پر شامل ہے، البتہ باتفاق امت اس سیسمک غیر طافی خاص کر لی گئی ہے، یعنی: خود بخود مر کر سطح آب پر الٹی پڑی ہوئی مچھلی کے سوا ہر قسم کی مری ہوئی مچھلی حلال ہے۔

(عمدۃ القاری، کتاب الذبائح والصید، باب قول اللہ تعالی احل لکم صید البحر)

سمک طافی کی تحقیق: امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مشکل الآثار میں حدیث پاک روایت کی ہے: **عن علی انہ کرہ الطافی من السمک** ۔ ترجمہ: حضرت مولائے کائنات علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے پانی میں طبعی موت مر کر اُلٹ جانے والی مچھلی کو مکروہ قرار دیا ہے۔

(شرح مشکل الآثار، باب بیان مشکل ماروی عن رسول ﷺ فی السمک الطافی، کرہ الطافی من السمک، حدیث نمبر: **3395**)

اسی طرح روایت کیا: **عن علی علیہ السلام ، قال : کل ما قذف البحر ، وما طفا فلا تاکل .**
ترجمہ:حضرت سیدنا علی علیہ السلام سے روایت ہے،آپ نے فرمایا: اُس مچھلی کو کھاو جس کو سمندر ساحل پر پھینک دے اور جو مر کر پانی پر پلٹ جائے اُسے مت کھاو۔ (شرح مشکل الآثار، باب بیان مشکل ماروی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی السمک الطافی، کل ماقذف البحر، وماطفا فلا تاکل،حدیث نمبر: **3396**)

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی: **عن جابر ، قال : ما کان طافیا فلا تاکلوا ، وما کان فی حافتیہ فکلوا ، وما کان جزرا فکلوا.** ترجمہ:حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اُنہوں نے فرمایا: جو مچھلی پانی میں مر کر اُلٹ جائے اُسے مت کھاو، جو کناروں پر ہواُسے کھاو اور جس سے پانی ہٹ جائے اُسے کھاو۔(شرح مشکل الآثار، باب بیان مشکل ماروی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی السمک الطافی، ما کان طافیا فلا تاکلوا، وما کان فی حافتیہ فکلوا ،حدیث نمبر: **3407**)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: **عن عبد اللہ بن ابی الھذیل ، قال : جاء راع إلی ابن عباس ، قال : إنی آتی البحر ، فاجدہ قد حفل سمکا میتا ، فقال : لا تاکل المیتۃ.** ترجمہ:حضرت عبداللہ بن ابوہذیل سے روایت ہے، اُنہوں نے فرمایا کہ ایک چرواہے نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس حاضر ہوکر عرض کیا: میں دریا کے پاس آتا ہوں تو دیکھتا ہوں کہ اُس میں مردار مچھلیاں اُلٹی پڑی ہوئی ہیں، تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ایسی مردار مچھلیوں کو مت کھاو۔(شرح مشکل الآثار، باب بیان مشکل ماروی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی السمک الطافی، إنی آتی البحر، فاجدہ قد حفل سمکا میتا ،حدیث نمبر: **3408**)

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: **وھو الحفول الذی یکون معہ الطفو علی الماء ، لا ما سواہ مما یقذفہ ومما یجزر عنہ .** ترجمہ:اس حدیث پاک میں دریا کے مچھلی کو چھوڑنے سے مراد مر کر پانی کے اوپر آجانا ہے، نہ کہ وہ جسے دریا پھینک دے یا اُس سے پانی ہٹ جائے۔ (شرح مشکل الآثار، باب بیان مشکل ماروی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی السمک الطافی، إنی آتی البحر، فاجدہ قد حفل سمکا میتا،حدیث نمبر: **3408**)

طافی مکروہ کیوں ہے اُسے کیوں نہیں کھانا چاہئے اس سلسلہ میں امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا: فقہاء کرام نے فرمایا: **قالوا : وما یطفو من السمک فإنما یطفو لفسادہ ، وفی ذلک نتن لحمہ.** ترجمہ:جو مچھلی مر کر پانی پر اُلٹ جاتی ہے وہ خراب ہونے کی وجہ سے اُلٹتی ہے اور اُس میں گوشت کی بدبو ہوتی ہے۔(شرح مشکل الآثار، باب بیان مشکل ماروی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی السمک الطافی، کل ماقذف البحر، وماطفا فلا تاکل،حدیث نمبر: **3396**)

متعدد صحابہ وتابعین نے طافی کومکروہ کہا ہے:وروی عن جابر بن زید وعطاء وسعید بن المسیب والحسن وابن سیرین وإبراهیم کراهیته. ترجمہ: جابر بن زید،عطاء سعید بن المسیب ،حسن بصری،ابن سیرین اورابراہیم نخعی سے بھی سمک طافی کی کراہت منقول ہے۔(احکام القرآن للجصاص)

اور تفسیر احکام القرآن للجصاص میں سمک طافی کے سلسلہ میں تفصیلی بحث آئی ہے، ملاحظہ ہو:

والذی یدل علی حظر اکله ظاهر قوله تعالی حرمت علیکم المیتة واتفق المسلمون علی تخصیص غیر الطافی من الجملة فخصصناه واختلفوا فی الطافی فوجب استعمال حکم العموم فیه ......فإن احتج بما روی عن النبی صلی الله علیه وسلم -انه قال الطهور ماوه الحل میتته ولم یخصص الطافی من غیره قیل له نستعملهما جمیعا ونجعلهما کانهما وردا معا نستعمل خبر الطافی فی النهی ونستعمل خبر الإباحة فیما عدا الطافی.........ومن الناس من یظن ان کراهة الطافی من اجل بقائه فی الماء حتی طفا علیه فیلزموننا علیه الحیوان المذکی إذا القی فی الماء حتی طفا علیه وهذا جهل منهم بمعنی المقالة وموضع الخلاف لان السمک لو مات ثم طفا علی الماء لاکل ولو مات حتف انفه ولم یطف علی الماء لم یوکل والمعنی فیه عندنا هو موته فی الماء حتف انفه لا غیر............فإن احتج محتج بقوله تعالی احل لکم صید البحر وطعامه وانه عموم فی الطافی وغیره قیل له الجواب عنه من وجهین احدهما انه مخصوص بما ذکرنا من تحریم المیتة والاخبار الواردة فی النهی عن اکل الطافی والثانی انه روی فی التفسیر فی قوله تعالی وطعامه انه ما القاه البحر فمات وصیده ما اصطادوا وهو حی والطافی خارج منهما لانه لیس مما القاه البحر ولا مما صید إذ غیر جائز ان یقال اصطاد سمکا میتا کما لا یقال اصطاد میتا فالآیة لم تنتظم الطافی ولم تتناوله. والله اعلم .

ترجمہ:سمک طافی کھانے کی ممانعت پر یہ ارشاد الٰہی دلالت کرتا ہے: ’’حرمت علیکم المیتة ‘‘اہل اسلام اس حکم سے غیر طافی مچھلی کی تخصیص پر متفق ہیں اس لیے ہم نے اس کی تخصیص کردی۔لیکن سمک طافی کے بارے میں اختلاف رائے ہوگیا اس لیے اس میں مذکورہ بالا آیت کا عموم جاری کرنا ضروری ہوگیا کہ مردار حرام ہے۔

اگر اس بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول اس حدیث سے استدلال کیا جائے جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سمندر کا پانی پاک کرنے والا اور اسکا مردار حلال ہے اور کہا جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس ارشاد میں طافی کی غیر طافی سے تخصیص نہیں کی،تو جواب میں کہا جائے گا کہ ہم دونوں حدیثوں پر عمل کرتے ہیں اورانہیں یوں قرار

دیتے ہیں کہ گویا دونوں کا ورود ایک ساتھ ہوا ہے، ہم طافی سے متعلقہ روایت کو ممانعت کے لئے استعمال کرتے ہیں اور اباحت والی روایت کو طافی کے سوا دیگر مچھلیوں میں استعمال کرتے ہیں۔

اگر کوئی شخص آیت کریمہ " **احل لکم صید البحر وطعامه** " سے استدلال کرتے ہوئے کہے کہ اس میں طافی اور غیر طافی سب کے لئے عموم ہے تو اس کا جواب دو طرح سے دیا جائے گا۔ اول یہ کہ مذکورہ عموم کے اندر مردار کی تحریم کے بارے میں ذکر کردہ آیت " **حرمت علیکم المیتة** " کے ذریعہ تخصیص کی گئی، نیز ان روایات کی بناپر تخصیص کردی گئی جن میں سمک طافی کا گوشت کھانے سے روک دیا گیا ہے۔

دوم یہ کہ قول باری: " **وطعامه** " کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ اس سے مراد وہ مچھلی ہے جسے سمندر باہر پھینک دے اور پھر وہ مرجائے اور قول باری: " **صید البحر** " کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ اس سے مراد وہ مچھلی ہے جسے زندہ شکار کرلیا جائے۔ طافی مچھلی ان دونوں سے خارج ہے کیونکہ اسے نہ تو سمندر باہر پھینک دیتا ہے اور نہ ہی اس کا شکار کیا جاتا ہے اس لیے یہ کہنا درست نہیں ہے کہ فلاں شخص نے مردہ مچھلی کا شکار کیا۔ جس طرح یہ کہنا درست نہیں کہ فلاں شخص نے مردار کا شکار کیا اس بناپر مذکورہ آیت طافی مچھلی کو شامل نہیں ہے۔ واللہ اعلم (احکام القرآن للجصاص)

کونسی مچھلیاں حلال ہیں اور کونسی حلال نہیں: **(ولا) یحل (حیوان مائی إلا السمک) الذی مات بآفة ولو متولدا فی ماء نجس ولو طافیة مجروحة وهبانیة (غیر الطافی) علی وجه الماء الذی مات حتف انفه وهو ما بطنه من فوق ، فلو ظهره من فوق فلیس بطاف فیوکل کما یوکل ما فی بطن الطافی ، وما مات بحر الماء او برده وبربطه فیه او إلقاء شیء فموته بآفة وهبانیة (و) إلا (الجریث) سمک اسود (والمارما هی) سمک فی صورة الحیة ، وافردهما بالذکر للخفاء وخلاف محمد .** ترجمہ: دریائی اور پانی کا جانور حلال نہیں۔ پانی کے جانور سے مراد وہ ہے جس کا رہنا، بسنا پانی میں ہو۔ سب دریائی جانور حرام ہیں مگر وہ مچھلی حرام نہیں جو کسی آفت کے سبب سے مرگئی ہو؛ اگر چہ مچھلی ناپاک پانی میں پیدا ہوئی ہو اور وہ زخمی مچھلی بھی حرام نہیں جو پانی پر اچھل آئی ہو۔

حنفیہ کے نزدیک مچھلی کے سلسلہ میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو مچھلی کسی خارجی سبب سے مرگئی تو وہ حلال ہے چنانچہ وہ مچھلی جو شکار ہونے سے مرگئی وہ حلال ہے اور وہ مچھلی جو طبعی موت سے مرگئی تو وہ حلال نہیں جیسے کہ مرکر پانی کے اوپر تیرتی ہوئی مچھلی کذافی الدرر۔ مچھلی کی تمام اقسام حلال ہے مگر وہ مچھلی جو پانی پر اچھل آئی ہو یا جو خود بخود بلا آفت کے اپنی (طبعی) موت مرگئی تو وہ حلال نہیں۔ اور طافی وہ مچھلی ہے جس کا پیٹ پانی کے اوپر آسمان کی طرف ہو۔ اور اگر مچھلی کی پیٹھ اوپر کی طرف ہو تو وہ طافی نہیں کہلائے گی لہذا اس کا کھانا حلال ہے۔ جیسے اس مچھلی کا کھانا بھی حلال ہے جو طافی مچھلی کے پیٹ میں ہے۔

اور دریائی جانور حلال نہیں مگر جریث اور مارماہی کے، وہ حلال ہے۔ جریث سیاہ مچھلی کو کہتے ہیں اور مارماہی سانپ کی صورت کی مچھلی بام کو کہتے ہیں۔ مصنف نے اِن دونوں کو علاحدہ اس لئے ذکر کیا کہ ان کے مچھلی ہونے میں پوشیدگی تھی اور امام محمد نے اس میں اختلاف کیا تھا۔ (درمختار، کتاب الذبائح)

برف باری اور جھیلوں میں ٹھنڈک کی وجہ سے مرنے والی مچھلیوں کا حکم: جو مچھلیاں برف باری اور ٹھنڈک کی وجہ سے مرجاتی ہیں تو مفتی بہ قول کے مطابق اُن مچھلیوں کا کھانا جائز ہے؛ اِس لئے کہ اُن کی موت ٹھنڈک کی وجہ سے واقع ہوئی ہے، جو آفت اور سبب حادث ہے؛ لہٰذا یہ مچھلیاں سمک طافی (طبعی موت مرکر پلٹ جانے والی) کے حکم میں نہیں ہوں گی۔ جیسا کہ مصنف ابن ابی شیبہ میں روایت ہے: **عن سعد الجاری قال: سالت ابن عمر و ابن عمرو عن الحیتان تموت صردًا، او یقتل بعضها بعضًا؟ قالا: حلال.** ترجمہ: حضرت سعد جاری سے روایت ہے، انہوں نے کہا: میں نے عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عمرو بن عاص سے ان مچھلیوں کے بارے میں دریافت کیا جو سردی کے باعث مرجاتی ہیں تو دونوں نے فرمایا کہ وہ حلال ہیں۔

(المصنف لابن ابی شیبۃ، کتاب الصید، الحیتان یقتل بعضہا بعضًا۔ السنن الکبریٰ للبیہقی، کتاب الصید والذبائح، باب مالفظ البحر وطفا من میتۃ)

عن سعد الجاری مولیٰ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ انہ قال: سالت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عن الحیتان یقتل بعضها بعضًا، او تموت صردًا؟ فقال: لیس بها باس، قال سعد: ثم سالت عبد اللّٰہ بن عمرو بن العاص؟ فقال: مثل ذٰلک. ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام سعد جاری سے روایت ہے، انہوں نے کہا: میں نے عبداللہ بن عمر سے ان مچھلیوں کے بارے میں دریافت کیا جو ایک دوسرے کو مارڈالتی ہیں یا سردی کے باعث مرجاتی ہیں تو انہوں نے فرمایا: ان کو کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ سعد کہتے ہیں: پھر میں نے عبداللہ بن عمرو بن عاص سے سوال کیا تو انہوں نے اسی طرح جواب دیا۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی، کتاب الصید والذبائح، باب مالفظ البحر وطفا من میتۃ۔ المصنف لابن ابی شیبۃ)

قال محمد رحمہ اللہ: یحل اکله، وبه اخذ الفقیه ابو اللیث، وعلیه الفتویٰ.

(الفتاویٰ التاتارخانیۃ، کتاب الصید، الفصل السابع فی صید السمک)

چونکہ فقہ حنفی میں مچھلی کی ساری اقسام حلال ہیں، لہذا سمندر میں پائی جانے والی عظیم الجثہ جانور وہیل مچھلی بھی حلال ہے، وہیل کی متعدد قسمیں پائی جاتی ہیں، یہ 8.5 فٹ، لمبی اور 135 کلو وزنی سے لے کر 98 فٹ لمبی اور 195 ٹن وزنی تک ہوتی ہے، اس جیسی بڑی اور لمبی عنبر نامی مچھلی کا ذکر صحیح مسلم میں وارد ہے: **حدثنا احمد بن یونس حدثنا زهیر حدثنا ابو الزبیر عن جابر ح ،وحدثناه یحیی بن یحیی اخبرنا ابو خیثمة عن ابی الزبیر عن جابر قال بعثنا رسول الله -صلی الله**

علیه وسلم -وامر علینا ابا عبیدة نتلقی عیرا لقریش وزودنا جرابا من تمر لم یجد لنا غیره فکان ابو عبیدة یعطینا تمرة تمرة -قال -فقلت کیف کنتم تصنعون بها قال نمصها کما یمص الصبی ثم نشرب علیها من الماء فتکفینا یومنا إلی اللیل و کنا نضرب بعصینا الخبط ثم نبله بالماء فناکله قال و انطلقنا علی ساحل البحر فرفع لنا علی ساحل البحر کهیئة الکثیب الضخم فاتیناه فإذا هی دابة تدعی العنبر قال قال ابو عبیدة میتة ثم قال لا بل نحن رسل رسول الله -صلی الله علیه وسلم -وفی سبیل الله وقد اضطررتم فکلوا قال فاقمنا علیه شهرا ونحن ثلاث مائة حتی سمنا قال ولقد رایتنا نغترف من وقب عینه بالقلال الدهن ونقتطع منه الفدر کالثور -او کقدر الثور -فلقد اخذ منا ابو عبیدة ثلاثة عشر رجلا فاقعدهم فی وقب عینه واخذ ضلعا من اضلاعه فاقامها ثم رحل اعظم بعیر معنا فمر من تحتها وتزودنا من لحمه وشائق فلما قدمنا المدینة اتینا رسول الله -صلی الله علیه وسلم -فذکرنا ذلک له فقال هو رزق اخرجه الله لکم فهل معکم من لحمه شیء فتطعمونا .قال فارسلنا إلی رسول الله -صلی الله علیه وسلم -منه فاکله .ترجمہ:ابو زبیر نے حضرت جابر سے روایت کی، کہا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کی امارت میں قریش کے ایک قافلے کے تعاقب میں روانہ کیا اور ہمارے سفرخرچ کے لئے کھجور کا ایک تھیلہ دیا اور ہمارے لئے کوئی اور مناسب چیز نہ پائی۔سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ہمیں ایک ایک کھجور ہر روز دیا کرتے تھے۔رواى کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تم ایک کھجور پر کس طرح گزارا کرتے تھے؟ انہوں نے کہا کہ اس کو بچے کی طرح چوس لیا کرتے تھے، پھراس پر تھوڑا پانی پی لیتے تھے، وہ ہمیں سارا دن اور رات کو کافی ہو جاتا اور ہم اپنی لاٹھیوں سے درختوں کے پتے جھاڑتے، پھران کو پانی میں بھگو کر کھا لیتے تھے۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم سمندر کے کنارے پہنچے تو وہاں بڑے ٹیلے کی مانند ایک چیز پڑی ہوئی تھی۔ہم اس کے پاس گئے تو دیکھا کہ وہ ایک جانور (مچھلی) ہے جس کو عنبر کہتے ہیں۔سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ مردار ہے۔پھر کہنے لگے کہ نہیں ہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجے ہوئے ہیں اور اللہ کی راہ میں نکلے ہیں اور تم بھوک کی وجہ سے حالت اضطرار میں آ چکے ہو تو اس کو کھالو۔سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم وہاں ایک مہینہ رہے اور ہم تین سو آدمی تھے۔اس کا گوشت کھاتے رہے، یہاں تک کہ ہم موٹے ہو گئے۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں دیکھ رہا ہوں کہ ہم اس کی آنکھ کے حلقہ میں سے چربی نکال کر گھڑے کے گھڑے بھرتے تھے اور اس میں سے بیل کے برابر گوشت کے ٹکڑے کاٹتے تھے۔آخر سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ہم میں سے تیرہ

آدمیوں کولیا،ان سب کواس کی آنکھ کے حلقہ کے اندر بٹھادیا۔اس کی پسلیوں میں سے ایک پسلی اٹھا کراس کوکمان کی طرح کھڑا کیا، پھر جواونٹ ہمارے ساتھ تھے،ان میں سے سب سے بڑے اونٹ پر کجاوا کس کراس کے نیچے سے گزار دیا اور ہم نے اس کے گوشت کوابال کرخشک کیااور زادِراہ بنالیا۔جب ہم مدینہ منورہ پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ قصہ بیان کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا رزق تھا جواس نے تمہارے لئے نکالا تھا۔تمہارے پاس اس گوشت کا کچھ حصہ ہے تو ہمیں بھی کھلاو۔سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم نے اس کا گوشت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تناول فرمایا۔(صحیح مسلم۔کتاب الصید والذبائح،باب اباحۃ میتۃ البحر،حدیث نمبر:5109)۔

سمندر میں پائے جانے والے مختلف نقصان دہ جانور: امام اعظم کے پاس مچھلی کے سوا تمام سمندری جانور منع ہے ،سمندر میں انسانی صحت کے لئے ضرر رساں اور زہریلے جانور بھی پائے جاتے ہیں مثلا:

فلمینگو ٹنگ سنیل (flamingo tongue snail) یہ سنیل 'زہریلے سمندری پودوں کو کھاتا،ہے جس کی وجہ سے یہ خود بھی زہریلا ہو جاتا ہےاور کوئی انوراس کا شکار نہیں کرتا۔

''کون سنیل''،نامی گھونگے دنیا بھر کے سمندروں میں پائے جاتے ہیں اوران کے دانت جلد کے نیچے کسی سوئی اور نیزے کا کام کرتے ہیں اور شکار کے اندر زہر پہنچا دیتے ہیں۔اس کا زہر اعصابی نظام کو ہدف بناتا ہے اور اس کو مفلوج کر کے " گھونگے " کوموقع دیتاہے کہ وہ اسے اپنی رفتار کے مطابق خوراک بنالے۔

اگر یہ گھونگھے(دریائی کیڑا) کسی انسان کو ڈنک ماردیں تو موت کا خطرہ اس صورت میں بہت زیادہ ہوتا ہےجبکہ اسے بروقت ہسپتال نہ پہنچادیا جائے۔ماہرین کا کہنا ہے کہ دنیا کا زہریلا ترین جانور اس لیے یہ ہے کہ یہ کسی بھی انسان کو ڈنک مارے تو اس کی ہلاکت کے لیے تھوڑا سا زہر ہی کافی ہو جاتا ہے۔

کون سنیل
(Cone snail)

سمندر میں رہنے والا یہ گھونگا (سنیل) دیکھنے میں عام سا گھونگا ہےلیکن حقیقت میں یہ ایک انتہائی خطرناک مخلوق ہےاور اس کے زہر سے بیک وقت 20 لوگوں کی موت واقع ہوسکتی ہے۔اس کے زہر کی کوئی دوائی نہیں لہذا اس کے ڈنگ سے موت یقینی ہے۔بچھو کیڑے مکوڑوں میں بچھو سب سے زیادہ خطرناک کیڑا ہے۔ان میں کچھ ایسے بھی ہیں جن کے کاٹنے سے فوراً موت واقع ہو جاتی ہے۔دنیا میں کئی طرح کے خطرناک بچھو پائے جاتے ہیں جن میں سیاہ بچھو خطرناک ہے۔

ان زہریلے سمندری جانورں کو دیکھتے ہوئے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فکر و استدلال کی گہرائی آشکار ہوتی ہے کہ آپ نے مچھلی کے علاوہ سمندری جانورں کو دلائل کی روشنی میں ناجائز بتلایا۔

سمندر کے غیر حیوانی ماکولات: سمندر کے حیوانی ماکولات کو ذکر کرنے کے بعد غیر حیوانی ماکولات کو بیان کیا جاتا ہے، سمندر میں پائے جانے والے نباتات کو بھی انسان کھاتے ہیں۔

سمندری نباتات کا شرعی حکم: شریعت مطہرہ میں نباتات کھانے کی اجازت دی گئی ہے، ارشادالٰہی ہے : فَاَخْرَجْنَا بِهٖ اَزْوَاجًا مِنْ نَبَاتٍ شَتّٰى . كُلُوا وَارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ. ترجمہ: تو ہم نے اُس (پانی) کے ذریعہ مختلف پودوں کے جوڑے نکالے، تم کھاواور اپنے چوپایوں کو چراو۔ (سورۃ طٰہ:53،54)

نباتات خشکی میں اُگنے والی ہوں یا سمندر میں، اگر اس میں کوئی زہر یا ضرر نہ ہوں تو اُس کو کھانا جائز ہے، ہاں زہریلے پیڑ پودوں سے احتیاط و پرہیز لازم ہے۔

سمندری کائی کا شرعی حکم: سمندر میں پائی جانے والی کائی کو خوراک، ادویہ اور کاسمیٹکس میں استعمال کیا جارہا ہے، جاپان ،جنوبی کوریا اور دیگر ممالک میں عمر رسیدہ افراد سمندری کائی کو بڑی اہمیت سے استعمال کرتے ہیں، کیونکہ اس میں قدرتی طور پر ایسے اجزاء پائے جاتے ہیں جو انسانی جسم میں پائی جانے والی کئی بیماریوں میں نفع بخش ہے، سمندری کائی جسم کو موٹاپے سے محفوظ کرتی ہے۔ سمندری کائی کے سلسلہ میں حکم شرعی یہ ہے کہ اس کو غذا یا دوا کے طور پر استعمال کرنا بشرطیکہ ضرر رساں نہ ہو شرعاً جائز ہے، کیونکہ یہ نباتات کی قسم سے ہے، نباتات کے بارے میں ارشادالٰہی ہے: فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْضُ مِنْ بَقْلِهَا وَقِثَّائِهَا وَفُومِهَا وَ عَدَسِهَا وَ بَصَلِهَا . ترجمہ: تو آپ اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ نکالے ہمارے لئے ان چیزوں میں سے جس کو زمین اگاتی ہے، جیسے ساگ، ککڑی، گیہوں، مسور اور پیاز۔ (سورۃ البقرۃ:61)

نیز ارشادالٰہی ہے : فَاَخْرَجْنَا بِهٖ اَزْوَاجًا مِنْ نَبَاتٍ شَتّٰى . كُلُوا وَارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ. ترجمہ: تو ہم نے اُس (پانی) کے ذریعہ مختلف پودوں کے جوڑے نکالے، تم کھاواور اپنے چوپایوں کو چراو۔ (سورۃ طٰہ:53،54)

سمندری نمک کا شرعی حکم: دنیا میں مختلف طریقوں سے نمک بنایا جاتا ہے، پہاڑ سے، جھیل سے اور سمندر سے۔ سمندر سے بہت بڑی مقدار میں نمک بنایا جاتا ہے۔ اگر یہ ضرر رساں نہ ہو تو جائز ہے۔

سمندری ماکولات حیوانی ہوں یا غیر حیوانی اہل اسلام کیلئے مذکورہ تفصیل کی روشنی میں احکام واضح کردیئے گئے، سمندری جانوروں میں فقہ حنفی کے مطابق صرف مچھلی حلال ہے۔ ''لحما طریا'' کی تفسیر مچھلی سے ہی کی گئی ہے، مچھلی کی کم وبیش تیس ہزار اقسام بیان کی گئی ہیں، مچھلی اپنی تمام انواع واقسام کے ساتھ حلال ہے۔ لیکن جو مچھلی پانی میں طبعی موت مرکر اُلٹ جائے وہ جائز نہیں۔ وہ سمندری نباتات جو زہریلے نہ ہوں، جائز ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ حلال وحرام کے درمیان فرق کرنے، حلال وطیب سے استفادہ کرنے اور حرام وخبیث سے اجتناب کرنے کی توفیق رفیق نصیب فرمائے۔

o o o

ماکولات ومشروبات میں حرام اشیاء کی آمیزش،شریعت کی روشنی میں

مولانا حافظ محمد لطیف احمد قادری الملتانی، کامل الحدیث ونائب شیخ الفقہ جامعہ نظامیہ

الحمدللہ رب العالمین والصلوۃ و السلام علی سید الانبیاء و المرسلین و علی الہ و صحبہ اجمعین . امابعد !

ایک مسلمان کی زندگی میں حلال وحرام کو جو اہمیت حاصل ہے وہ کسی سے مخفی نہیں۔انقلاب زمانہ اور زندگی کی نئی روش اور جدید طرز زندگی نے ثقافت ومعاشرتی اقدار کو یکلخت بدل دیا ہے،سوچ وفکر کے زاویئے اور پیمانے جو کل تھے وہ آج نہیں رہے، گلوبلائزیشن کے اس تناظر میں اس موضوع کی اہمیت پہلے سے کہیں زیادہ ہے۔

یہاں ایک وضاحت ضروری ہے کہ اس موضوع پر میری یہ نگارشات علماء کرام کی خدمت میں بس صرف گزارشات ہیں، یہ میری طالب علمانہ کاوش ہے،قول فیصل دارالافتاء کا فتویٰ ہی ہوگا۔گرقبول افتدزہے عزوشرف۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو ذی روح، جاندار مخلوق بنایا۔اوراس کے لیے موزوں ومناسب،حسین وجمیل پیکر جسمانی عطافرمایا۔پھر اس کے اسباب حیات اور متاع زندگی کے لیے کائنات ارضی وسماوی کو اس کے زیرنگیں ومسخر فرمایا۔

﴿**وسخرلکم مافی السموات وما فی الارض جمیعا منه ، ان فی ذلک لایات لقوم یتفکرون**﴾ (الجاثیۃ۴۵:۱۳)۔

ترجمہ:اور جو کچھ آسمانوں میں ہےاور جو کچھ زمین میں ہے سب کو اپنے حکم سے تمہارے کام میں لگادیا، جو لوگ غور کرتے ہیں ان کے لیے اس میں (اللہ کی قدرت کی) نشانیاں ہیں۔

انسان کی حیات وبقاء کے لیے ہوا، پانی اور غذا فراہم کیا۔اور تندرستی وشفاء یابی کے لیے دوا مہیا کیا۔ہوا اور پانی کو تو سب کی دست رس میں عام اور میسر کیا۔مگر غذا اور دوا کو چند حدود وقیود اور شرائط واحکام کی رعایت و پابندی کے ساتھ مباح کیا۔چنانچہ اس سلسلے میں قرآنی ہدایات واحکام حسب ذیل ہیں:

﴿**یاأیھا الذین امنوا کلوا من طیبت مارزقناکم واشکروا للہ ان کنتم ایاہ تعبدون O انما حرم علیکم المیتة و الدم ولحم الخنزیر و ما أھل به لغیر اللہ فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیه . ان اللہ غفور رحیم**﴾ (البقرۃ۲:۱۷۲۔۱۷۳) (تفسیر مولانا قاری محمد عبدالباریؒ) ترجمہ:اے ایمان والو! جو پاک چیزیں ہم نے تم کو بخشی ہیں ان کو کھاؤ اور اگر تم اللہ ہی کی بندگی کا دم بھرتے ہو تو اس کا شکر بھی ادا کرو۔اُس نے تم پر حرام کیا ہے مردہ جانور اور خون اور سوّر کا گوشت اور وہ جانور جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے ،البتہ جو شخص (حلال غذا کے نہ ملنے سے) مجبور ہوجائے ، (اور ممانعت کی ہوئی چیزوں میں سے کچھ کھائے)، بشرطیکہ وہ شخص خدا کی نافرمانی کرنے والا اور حد سے بڑھ جانے والا نہ ہو تو اس پر

کچھ گناہ نہیں۔اللہ بخشنے والامہربان ہے۔۲ ﴿کلوامن طیبت مارزقناکم ولا تطغوا فیه فیحلّ علیکم غضبی . ومن یحلل علیه غضبی فقد هوی﴾ (طه ۸۱:۲۰)(تفسیر مولانا قاری محمد عبدالباریؒ)۔ترجمہ:جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تم کو دی ہیں ان کو کھاؤ اوراس بارے میں حد سے نہ بڑھو، ورنہ تم پر میرا غضب نازل ہوگا،اور جس پر میرا غضب نازل ہوا۔ بلاشبہ وہ ہلاک ہوگیا۔﴿الذین یتّبعون الرسول النّبی الامّیّ الذی یجدونه مکتوبا عندهم فی التوراة والا نجیل یامرهم بالمعروف وینهاهم عن المنکر ویحلّ لهم الطیّبات و یحرّم علیهم الخبائث و یضع عنهم اصرهم والأغلال التی کانت علیهم ، فالذین امنوا به و عزّروه و نصروه و اتّبعوا النور الذی أنزل معه ، أولئک هم المفلحون﴾ (الاعراف ۱۵۷:۷)۔ترجمہ:وہ لوگ جواس رسول کی پیروی کرتے ہیں جو نبی امی ہیں،جن کووہ اپنے ہاں تورات اورانجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔وہ (نبی اُمّی) انہیں نیک کام کرنے کاحکم دیتے ہیں اور برے کاموں سے روکتے ہیں اور پاک چیزوں کوان کے لیے حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزوں کوان پر حرام ٹھہراتے ہیں اوران لوگوں پر جو بوجھ اور پھندے تھے ان سب کوان سے اتاردیتے ہیں۔تو جو لوگ ان پر ایمان لائے اوران کی حمایت کی،اوران کی مدد کی،اور جونور(ہدایت یعنی قرآن) ان کے ساتھ بھیجا گیاہےاس کی پیروی کی تو وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔(تفسیر مولانا قاری محمد عبدالباریؒ)

اس سلسلہ میں احادیث شریفہ میں جو ہدایات ہیں،ان میں سے چند حسب سطور ذیل ہیں:

۱ . عن أبی هریرۃؓ قال قال رسول الله ﷺ : أیها الناس انّ الله طیّب لایقبل الاطیّبا وان الله أمر المؤمنین بما أمربه المرسلین فقال ﴿ یاایها الرسل کلوامن الطیبات و اعملوا صالحا انی بما تعملون علیم﴾ و قال ﴿ یاایها الذین آمنوا کلوامن طیّبات مارزقناکم ﴾ . ثم ذکر الرجل یطیل السفراشعث اغبر یمدّ یدیه إلی السماء یا ربّ یا ربّ و مطعمه حرام و مشربه حرام و ملبسه حرام و غذِی بالحرام فانّ y یستجاب لذلک ؟(صحیح مسلم ، باب قبول الصدقة من الکسب الطیب و تربیتها ، ۱ / ۴۰۶) .

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگو! حقیقت یہی ہے کہ اللہ پاک ہے،صرف پاک ہی کو قبول فرماتا ہےاور یہ بات حقیقت ہے کہ اللہ نے اہل ایمان کو وہی بات کا حکم دیا جس کا اس نے اپنے رسولوں کو حکم فرمایا ،چنانچہ ارشاد ہوا:

(ایا ایها الرسل کلوامن الطیبات و اعملوا صالحا انی بما تعملون علیم ﴾ (المومنون ۵۱:۲۳)اورفرمایا(یا أیها الذین آمنوا کلوا من طیبات مارزقنا کم) . (البقرۃ ۱۷۲:۲) پھر آنحضرت ﷺ نے ایک شخص کا ذکر فرمایا جودور دراز کا سفر کرتا ہے پراگندہ بال غبار آلود ہوکر، یارب یارب' پکارتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی جانب اٹھائے ہوئے ہوتا

ہے، جب کہ اس کا کھانا حرام، پینا حرام، لباس و پوشاک حرام اور حرام کی خوراک دیا ہوا ہوتا ہے، تو پھر کیسے اس کی دعا قبول ہوسکتی ہے!!

۲۔عن أبی عبدالله النعمان بن بشیر رضی الله عنهما قال : سمعت رسول الله ﷺ یقول إن الحلال بیّن وإنّ الحرام بیّن و بینهما امور مشتبهات لایعلمهنّ کثیر من الناس فمن اتقی الشبهات استبرأ لدینه و عرضه ، ومن وقع فی الشبهات وقع فی الحرام؛ کالراعی یرعی حول الحمی ، یوشک ان یرتع فیه ، ألا و إن لکل ملک حمی ، ألا وإن حمی الله محارمه ، ألا وإن فی الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد کله ، و اذا فسدت فسدالجسد کله ، الا وهی القلب ۔(الأربعون النوویّة :بحواله صحیح بخاری: کتاب الایمان :فضل من استبرألدینه:(۵۲)،صحیح مسلم: کتاب المساقاة:أخذالحلال وترک الشبهات:(۱۵۹۹). ترجمہ: سیدنا نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: بے شک حلال واضح ہے اور یقیناً حرام واضح ہے اور ان دونوں کے مابین چند مشتبہ معاملات و مسائل اور اشیاء ہیں جن سے بہت سارے لوگ نابلد اور لاعلم ہیں۔ پس جو شخص شبہات سے دست کش علحدہ رہا وہ اپنے دین اور عزت وآبرو کی سلامتی وطمانیت اور حفاظت و ضمانت پا گیا۔ اور جو شبہات میں پڑا وہ حرام میں واقع ہوا؛ اس چرواہے کے مانند جو باڑ کے آس پاس چرواتا ہے، عین ممکن ہے کہ وہ خود اس میں سے کچھ کھا پی لے، خوب یاد رکھو ہر ایک بادشاہ کا ایک حفاظتی علاقہ حرم ہوتا ہے، سنو! اللہ کے حرم کی سرحد اس کی حرام کردہ چیزیں ہیں۔ یاد رکھو کہ جسم میں ایک لوتھڑا ہے، جب وہ ٹھیک رہے تو سارا بدن ٹھیک رہتا ہے اور جب وہ بگڑ جائے تو سارا بدن بگڑ جاتا ہے، آگاہ رہو! اور وہ دل ہے۔

۳۔ عن النوّاس بن سمعان الانصاریؓ قال سالت رسول الله ﷺ عن البرّوالا ثم فقال : ' البرّحسن الخلق والا ثم ماحاک فی صدرک و کرهت ان یطّلع علیه النّاس ' (صحیح مسلم، کتاب البروالصلۃ والآداب: باب تفسیر البروالاثم)

ترجمہ: حضرت نوّاس بن سمعان انصاریؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے نیکی اور گناہ کے بارے میں دریافت کیا ،تو آپ نے فرمایا: نیکی نام ہے خوش اخلاقی کا اور گناہ وہ شیئ ہے جو تمہارے سینہ یعنی دل میں کھٹکنے لگے اور چھپے اور اس پر غیر لوگوں کے مطلع ہونے کو تم ناپسند کرتے ہوں۔

۴۔عن أبی الحوراء السعدی ، قال : قلت للحسن بن علیؓ : ماحفظت من رسول الله ﷺ ؟ قال : حفظت من رسول الله ﷺ : دع مایَریبک الی مالا یَریبک ، فان الصدق طمانینة ، وان الکذب ریبة (

سنن الترمذی : ابواب صفة القیامة و الرقائق والورع / ۲۵۱۸)

حضرت ابوالحوراء سعدیؒ سے روایت ہے کہ میں سیدنا امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے پوچھا: رسول اللہ ﷺ سے آپ نے کیا سن کر یاد رکھا ہے؟ فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ حدیث سن رکھی ہے کہ: 'تم چھوڑ دو اُس چیز کو جو تمہیں شک میں ڈالتی ہے' اور اس چیز کو اختیار کرو جو تمہیں الجھن اور شک میں نہ ڈالے، کیوں کہ حق وصداقت سکون دل ہے اور جھوٹ قلبی الجھن ہے۔

مذکورہ احادیث وآیات میں طیب اور خبیث کا جو ذکر آیا ہے یہاں اس کی تفسیر وتوضیح کی جاتی ہے:

آیت شریف ﴿یسالونک ماذا أحل لهم قل أحل لکم الطیبات﴾ (المائدۃ۵:۴۔۵) کی تفسیر کرتے ہوئے امام ابوبکر احمد بن علی جصاص رازی (۳۰۵ھ۔۳۷۰ھ) اپنی کتاب احکام القرآن میں رقمطراز ہیں:

اسم الطیّبات یتناول معنیین: احدهما الطیّب المستلذّ و الآخر الحلال وذلک لأن ضدّ الطیّب هو الخبیث والخبیث حرام فاذا الطیّب الحلال ' . والاصل فیه الاستلذاذ' فشبه الحلال به فی انتفاء المضرة منهما جمیعا ...... وقال تعالی : ﴿ویحلّ لهم الطیّبات ویحرم علیهم الخبائث﴾ فجعل الطیبات فی مقابلة الخبائث و الخبائث هی المحرمات وقال تعالی : ﴿ فانکحوا ما طاب لکم من النساء ﴾ وهویحتمل ما حلّ لکم ویحتمل مااستطبتموه ، فقوله تعالیٰ ﴿ قل احل لکم الطیبات ﴾ جائزان یریدبه مااستطبتموه و استلذذتموه ممالا ضرر علیکم فی تناوله من طریق الدین . فیرجع ذلک الی معنی الحلال الذی لاتبعة علی متناوله ، و جائز ان یحتجّ بظاهره فی جمیع الاشیاء المستلذّة الا ماخصّه الدلیل . (احکام القرآن للجصاص ۳۱۲/۲)

مطلب یہ ہے کہ 'طیبات' کے دو معنی ہو سکتے ہیں: (۱) وہ پاک شیئ جس سے لذت کا حصول اور لطف اندوزی ہو سکے (۲) حلال: کیوں کہ خبیث ضد ہے طیب کی' اور خبیث تو حرام ہے تو پھر کیا رہتا ہے کہ طیب حلال ہے 'طیب' میں اصل اور معیار لذت کا حصول اور لطف اندوزی ہے۔لھذا 'حلال' کے بجائے 'طیب' کہا گیا، کیوں کہ طیب اور حلال دونوں نقصان وضرر سے خالی اور پاک ہوتے ہیں۔اسی طرح سورہ اعراف میں 'طیبات کو خبائث کے مقابلہ میں رکھا گیا اور خبائث محرمات ہی تو ہیں۔اور سورہ نساء میں ہے: ﴿**فانکحوا ما طاب لکم من النساء**﴾

یہاں بھی دو معنی ہو سکتے ہیں: (۱) ماحل لکم (جو عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں)۔(۲) مااستطبتموه (جن عورتوں کو تم نیک سیرت' خوش خصال' پاک طینت، پاکدامن خیال کرتے ہو۔

لھذا امام جصاص کے بقول غیر منصوص اشیاء کی حلت وپاکیزگی کا دارومدار سلامتی طبع اور ذوق سلیم پر ہے۔۔

یہی قول صاحب درمختار امام علاء الدین حصکفی محمد بن محمد بن علی بن محمد بن علی دمشقی حنفی (۱۰۲۵ھ/۱۰۸۸ھ) رحمتہ اللہ علیہ کا بھی ہے۔ فرماتے ہیں:' والخبیث ماتستخبثه الطباع السلیمة (درمختار: حصکفی: الذبائح:۹/۴۴۳)

یعنی قرآن وسنت میں غیر مصرح اشیاء کی حلت وحرمت کا فیصلہ سلیم الفطرت انسانوں کی رائے پر موقوف ہے۔

اس کے برخلاف علامہ محمد امین ابن عابدین شامی خالدی (م۱۲۵۲ھ) علیہ الرحمہ کی رائے یہ ہے کہ اہل حجاز کے عرف میں جو چیز طیب ہو وہ حلال 'اوران کے نزدیک جو خبیث ہو وہ حرام، کیوں کہ قرآن اہل حجاز کے عرف کے مطابق عربی میں نازل ہوا ہے اور وہی اس کے اولین مخاطب ہیں۔فتاوی شامی میں ہے:

''قال فی معراج الدرية:''أجمع العلماء أن المستخبثات حرام بالنص و هوقوله تعالى ﴿ و يحرم عليهم الخبائث ﴾وما استطابه العرب حلال لقوله تعالىٰ ﴿ ويحل لهم الطيبات﴾) وماستخبثه العرب حرام بالنص .

والذين يعتبر استطا بتهم هم اهل الحجاز من اهل الامصار ، لان الكتاب نزل عليهم و خوطبوا به . ولم يعتبرأهل البوادى لانهم للضرورة والمجاعة يأكلون مايجدون . وما وجدفى امصارالمسلمين مما لايعرفه اهل الحجاز ردّالى اقرب مايشبهه فى الحجاز . فان كان مما يشبه شيئا منها فهو مباح لدخوله تحت قوله تعالىٰ ﴿ قل لااجد فى ما اوحى الى محرما على طاعم يطعمه الا ان يكون ميتة اودما مسفوحا اولحم خنزير فانه رجس اوفسقا اهل لغير الله به فمن اضطر غير با غ ولا عاد فان ربک غفور رحيم ﴾(الأنعام :۱۴۵)ولقوله عليه الصلوة و السلام (وما سكت الله عنه فهو مما عفا اللّٰه عنه) . (البيهقى: ۹/ ۲۳۰' درمنثور: ۴ / ۲۷۹). :(حاشية للامام ابن عابدين على الدر المختار : ۹ / ٤٤٣)

البتہ مسلمانوں کی آبادیوں اورعلاقوں میں پائی جانے والی وہ اشیاء جن سے اہل حجاز ناواقف ہوں، توان کوحجاز کی کسی ملتی جلتی چیز پر پرکھا جائے گا اور قیاس کیا جائے گا، اگر وہ کسی مباح حجازی شیئی کے مشابہ ہوں تو وہ بھی مباح ہوں گی ؛ کیوں کہ حضور پاک ﷺ کا ارشادمبارک ہے:'وماسکت الله عنه فهو مما عفا الله عنه ' کہ اللہ تعالیٰ جس چیز کے بارے میں سکوت فرمائے تو وہ چیز اُن مباحات میں سے ہوگی جن پر اللہ تعالی نے معافی اور چھوٹ دی ہے۔

مذکورہ بالا تصریحات کی روشنی میں یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ احناف کے پاس طیب یا خبیث ہونے کا دارومدار دو چیزوں پر ہے (۱) یا تو طبائع سلیمہ پر، جیسا کہ امام جصاص اور علامہ حصکفی کی رائے ہے (۲) عرب خصوصا اھل حجاز کے عرف پر جیسا کہ علامہ ابن عابدین شامی رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے۔

اس مقالہ کے مرکزی عنوان اور اصل محور کی جانب آگے بڑھتے ہوئے اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ کتاب وسنت میں غیر مذکور اشیاء خورد ونوش اور ادویہ کے جواز وعدم جواز کے کیا قواعد وضوابط اور معیارات ہیں؟

چنانچہ فدوی جب اپنے مقالہ کی تیاری کے لیے مصروف عمل تھا تو 'معایير الحلال والحرام' کے عنوان سے ایک جامع، وقیع مقالہ دستیاب ہوا، جس میں فاضل محقق نے خوب داد تحقیق دی ہے اور حلال وحرام کے متعلق جملہ چھ معیارات قائم کیے ہیں: حلال کے لیے صرف ایک معیار 'استطابۃ' : طیب ہونا، اور مابقی پانچ معیارات حرام کے لیے: (۱) 'استخباث' خبیث ہونا (۲) ضرر (۳) نجاست (۴) اسکار: نشہ آور ہونا (۵) بدن انسانی کا جزو ہونا۔

پھر فاضل موصوف خنزیر اور انگوری شراب 'خمر' سے بنائی جانے والی اشیاء کے نام اور احکام بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

ایک مسلمان خنزیر یا اس کے گوشت کا نام سن یا پڑھ کر تو دست کش ہو جاتا ہے، لیکن خنزیر یا شراب سے تیار کردہ حرام مصنوعات سے بچے رہنا موجودہ دور میں غیر یقینی ہو گیا ہے کیوں کہ خنزیر کے ذکر کے بغیر بہت سی ایسی حرام اشیاء ہیں جو مسلم معاشرہ میں مروج اور عام ہو گئی ہیں، یہ ایک ایسی صورت ہے جو نادانستہ طور پر مسلمانوں کو اکل حرام میں ملوث کر رکھی ہے۔ لہذا یہاں خنزیر سے بنی چند مصنوعات بطور مثال بیان کی جارہی ہیں:

(۱) مشویّ الخنزیر/Sate B2 (خنزیر کا بھنا ہوا گوشت انگار پر)

(۲) الباکسو Bakso: یہ خنزیر کے گوشت کا سفوف Powder ہوتا ہے جس میں دیگر اشیاء ملائی جا کر اس کی چھوٹی گولیاں بنائی جاتی ہیں، پھر ترکاریوں اور مسالہ جات کے ساتھ ملا کر پکایا جاتا ہے اور مرق (شوربہ) تیار کیا جاتا ہے۔ عموماً تو یہ Bakso گائے کے گوشت سے بنایا جاتا ہے؛ مگر بعض لوگ خنزیر کے گوشت سے بھی بناتے ہیں، تاکہ مسلمانوں کو گمراہ کر کے لاشعوری طور پر کھلایا جا سکے۔

۳۔ الأبون/ Abon: خنزیر کے گوشت کو مسالوں میں ملا کر ابالا جاتا ہے اور اس کا سالن تیار کیا جاتا ہے۔ چونکہ اس کے مشمولات میں خنزیر کا نام نہیں رہتا ہے، تو مسلمان بھی اسے کھا لیتے ہیں، لیکن بعض لوگ اس کو گائے یا مرغی وغیرہ کے گوشت سے بھی بنا لیتے ہیں۔

۴۔ المقلی Rendang: یہ خنزیر کے گوشت کے لمبے لمبے کاٹے ہوئے کباب ہوتے ہیں جو تیل میں تلے جاتے ہیں۔

مذکورہ تمام چیزیں قطعاً حرام ہیں۔

جدید مصنوعات میں خنزیر کے گوشت کے علاوہ دیگر جو اجزاء استعمال کیے جاتے ہیں وہ یہ ہیں: (۱) چربی (۲) خلیط شحم البقر (خنزیر اور گائے کی چربی کا مجموعہ)/ Tallow (۳) خون (۴) ہڈی (۵) چرم (۶) بال (۷) آنتیں پھیپھڑے، تلی وغیرہ اندرونی اجزاء

۵۔ملذ ذالطعام جیسے:(Ajinomoto):خنزیر کی چربی کھانوں میں ذائقہ کے لیے بھی ڈالی جاتی۔۱۹۸۸ء میں انڈونیشیا میں تیار کیا جانے والا پکوان کا مسالہ ’اجینا موٹو‘ میں خنزیری چربی ملی ہوئی ہوا کرتی تھی جس کی بناء اس کے خلاف احتجاج اور عوامی مظاہرے ہونے لگے تو انڈونیشیا کی علماء کونسل نے اجینا موٹو کی حرمت کا فتویٰ جاری کیا۔تب کہیں جا کر اس میں سے خنزیری چربی کو ختم کیا گیا تو پھر علماء کونسل نے اس کی حلت کا فتویٰ صادر کیا۔

۶۔المُنکّہ/Flavour:خنزیری چربی بعض Flavours کی تیاری میں بھی استعمال کی جاتی ہے۔

۷۔خنزیری چربی سے تیل بھی کشید کیا جاتا ہے،جس سے درج ذیل مصنوعات تیار کئے جاتے ہیں:

الف: کیک یا اسنا کس

ب:ادوات تجمیل/Cosmetics/بناؤ سنگھار کے اشیاء

ج:الشعریۃ/Noodle

د:التوابل/مسالہ جات

خنزیر کی ہڈی:سے مندرجہ ذیل اشیاء تیار ہوتی ہیں:

۸۔:جیلاتین/Gelatin

جیلاٹین حلوے،مٹھائیاں،چاکلیٹ،جیلی اور طاقت یا دواء کے کیپولس میں استعمال کیا جاتا ہے،اس طرح نرم و ملائم کرنے والا مادہ جو کیک،روٹی اور بسکٹ میں استعمال کیا جاتا ہے۔

۹۔علاوہ ازیں خنزیر کی ہڈی سے(Posfor, Calcium, Carbon)اور پھر calsium سے دودھ اور دانتوں کا پیسٹ بنایا جاتا ہے۔

خنزیر کا چمڑا،سوٹ کیس،جیکٹ،بیلٹ،جوتا اور بیگ بنانے کے لیے کام میں لایا جاتا ہے ۔چمڑے سے کولاجین Collagen بھی حاصل کیا جا کر پھر جیلاٹین تیار کیا جاتا ہے۔

مذکورہ ساری اشیاء نفسِ خنزیر کی طرح حرام ہوں گی۔

(معاییر الحلال و الحرام : علی مصطفی یعقوب : ص ۲۳۱ . ۲۶۵)

مشروبات کے سلسلہ میں کسی تفصیل میں گئے بغیر مختصراً حضرت شیخ الجامعہ صاحب قبلہ کے ایک مضمون سے اقتباس پر اکتفا کرتا ہوں:

حضور پاک ﷺ کے کلام بلاغت نظام نے ایک مختصر جملہ میں ایک ابدی قانون عطا فرمایا: **کل مسکر حرام** (بخاری:المغازی:باب بعث أبی موسی ومعاذإلی الیمن:۴۳۴۳).یعنی ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔اس میں ’مسکر‘ کا

لفظ مطلق ذکر کیا گیا جس کا اطلاق مشروبات، ماکولات اور جتنے قسم کے نشہ کے طریقہ ہیں ان سب پر ہوتا ہے۔ اگر صرف شراب کو حرام قرار دیا جاتا تو تاویل کرنے والوں کو گنجائش نکلتی کہ شراب حرام ہے اور دیگر ذرائع مباح ہیں۔ آپؐ نے اس ارشاد کے ذریعہ ان سب کو حرام قرار دیا، نشہ کے طریقے، اسباب و ذرائع، مختلف ہوتے ہیں۔ موجودہ زمانہ کی ترقی نے نئے طریقوں کو بھی ایجاد کیا ہے۔ طریقے کتنے ہی ہوں اور ان کی شکلیں مختلف کیوں نہ ہوں، وہ سب (ایک علت جامعہ) 'نشہ' کے تحت حرام قرار پاتے ہیں۔

اسلام میں کسی صورت بھی نشہ کے جواز کا پہلو نہیں نکلتا۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کا قول ہے: اللہ نے حرام میں شفاء نہیں رکھی' (اعلاء السنن: ظفر احمد عثمانی: باب الانتباذ)۔ اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے پاس علاج کی خاطر بھی حرام اشیاء کا استعمال درست نہیں ہے۔ اتنی سختی جو اختیار کی گئی نشہ کے مفاسد کے پیش نظر ہے کیوں کہ قاعدہ ہے کہ جس میں زیادہ نقصان ہوتا ہے اس میں احتیاط بھی زیادہ کی جاتی ہے۔ مرض جتنا بڑا ہوگا پرہیز بھی اتنا زیادہ کیا جائے گا۔ (حوالہ: روزنامہ اعتماد، مذہبی صفحہ 'نور بصیرت')

انڈین پوسٹل' چیف پوسٹ ماسٹر جنرل تلنگانہ سرکل حیدرآباد کی جانب سے بانی جامعہ نظامیہ حضرت شیخ الاسلام عارب اللہ مولانا حافظ محمد انوار اللہ فاروقی قدس سرہ العزیز پر ڈاک ٹکٹ کی اجرائی۔

علوم اسلامیہ کی عظیم دینی درسگاہ کے بانی حضرت شیخ الاسلام عارب اللہ مولانا حافظ محمد انوار اللہ فاروقی قدس سرہ العزیز پر ڈاک ٹکٹ رقمی -/5 روپئے کی اجرائی بموقع جلسہ سالانہ تقسیم اسناد عطائے خلعت و دستار بندی منعقدہ ۱۶ر فبروری ۲۰۱۸ء عمل میں آئی۔ یہ محبان جامعہ نظامیہ کے لئے بڑی مسرت کی بات ہے۔

محتويات العدد

	كلمة التقديم	المدير المسؤل	
١	تربية الأولاد فى الإسلام	الحافظ حامد بن محمد قريشي عضو هيئة التدريس بالجامعة النظامية	١٩٨
٢	متطلبة لأولي الفقه والفتوى إفادات الفقيه الهمام مؤسس الجامعه نظامية على مسلم الثبوت	غلام خواجه سيف الله عضو هيئة التدريس بالجامعة النظامية	٢٠١
٣	مساهمة دائرة المعارف فى نشر كتب الحديث الشريف	سيد أحمد الغورى عضو هيئة التدريس بالجامعة النظامية	٢٠٥
٤	الدكتور فاضل خلف رائد الأدب العربى فى دولة الكويت	غلام صمدانى ' كامل الفقه الجامعة النظامية	٢١٠
٥	وسطية الإسلام فى حياة المسلم	الحافظ محمد أنوارللّٰه تميم النقشبندى كامل الفقه الجامعة النظامية	٢١٥
٦	مؤلفات شيخ الإسلام و مكانتها فى الإسلام	الحافظ سيد مدثرالحسينى الكامل السنة الاولى بالجامعة النظامية	٢١٩
٧	شخصية شيخ الإسلام مصلحاً فى العقائد الدينية الاسلامية من بين كتبه القيمة	سيد شهباز انوارى الطالب صف العالم السنة النهائية	٢٢٤
٨	أهداف المدارس الإسلامية السامية	سيده عطيه فاطمه معلمة كلية البنات بالجامعة النظامية	٢٣١
٩	الإتجا الإسلامى فى الشعر العربى الحديث	طلفه محمد باحميد معلمة كلية البنات بالجامعة النظامية	٢٣٣

بسم الله الرحمن الرحيم

القسم العربى

تربية الأولاد فى الإسلام

الحافظ حامد بن محمد قريشى
معلم الجامعة النظامية

الحمد لله الذى أنعم علينا بنعمة الأولاد و أمرنا أن نبصرهم طريق السعادة والرشاد ، والصلاة والسلام على سيدنا محمد خير العباد ، وعلى اله و صحبه إلى يوم التناد . بعد ،

فإن تربية الأولاد نعمة عظيمة لذا نغرق فى تربيتهم دائما و لانزال نضطرب فى مستقبلهم الوضاء و نعرف جيداً ان هذه النعمة لن تكتمل إلا بتربيتهم التربية الصالحة التى تقيهم من عذاب الله و سخطه . فأنشئت المدارس و الجامعات لتربية الأولاد ، و التربية لها أهمية كبيرة فى الإسلام . و هذه حقيقة لا ترد ان هذه المدارس و الجامعات توفر التعليم و التربية للطلبة و تتيح لهم فرص التعليم و التربية مثل الجامعة النظامية ، أما اليوم أصبح التعليم حقا لكل مواطن و شاع القول ، التعليم كالماء الهواء (۱) كما يتوجه الطلبة إلى التعليم و يحسبونه ضروريا للتقدم فى الحياة و يتعلمون علوماً و فتونا مختلفة فى هذه المراكز و المعاهد ، و يحصلون الفوز بتقدير جيد و ممتازة ، والشهادات العليا منها . حتى الجوائز والوظائف الشاغرة . فهذا صحيح و ضرورى للسعادة و النجاح الذى يوافقه كل واحد منا ، و إذا استعرضنا أخلاقهم و تربيتهم وجدناهم مفقوداً من التربية الصالحة و معدوما من الأخلاق الحسنة ، و ما وجدنا فهيم ريحا طيبة للأخلاق الجيدة والتربية وهم بلغوا إلى الدرجة الرفيعة و حصلوا على الشهادات لذا اخترنا هذا الموضوع لأهميته ، فنبحث اولاً فى هذه الدراسة عن معنى التربية و مفهومها ، و ماذا مكانتها فى الإسلام و مسؤلية التربية و أصولها .

التربية لغة و اصطلاحاً : وزع العلماء التربية فى ثلاثة معان : الأول هو من ربا يربو معناه زاد و نما . والثانى : ربىّٰ يربىّ تربية معناه نشأ و ترعرع . والثالث : رب يرب على وزن مد يمدّ معناه أصلح و تولى الأمر . (۲) و أشار الدكتور محمد سويد إلى قول البيضاوى فى تعريفها . الرب فى الأصل معناه التربية و هى " تبليغ الشيئ إلى كماله شيئاً فشيئا " (۳) أما الراغب الأصفهانى عرفها فى كتابه (المفردات)

وهو أنشاء الشيئ حالاً فحالاً الى حد التمام . و ما هو المراد بحد التمام و الكمال ، هو الحد الذى يصل فيه الطفل الى ان يسلک بأحكام الله و أوامره من ذاته حتى يتمسک بالشرع الحنيف ، بعد الفراغ من معنى التربية ونلتفت إلى مرادها . فيأخذ جماعة من المدرسين والمدربين المراد بالتربية الضرب و التعقيب فقط. ولا يقضون لمحة و ساعة دون العصا فى المدارس . و يزيد أن نقدم ههنا قول استاذنا الجليل الدكتور محمد عبد المجيد (حفظه الله) هو رئيس الجامعة العثمانيه سابقا فى ملتقى الجامعة يقول " أمرنا الله تعالىٰ بالقرأة ، و

نزل أول وحی من القرآن وهی : اقرأ باسم ربک " و لم یذکر صفة أخری ، و لفظ رب یدل علی الشفقة و الرأفة فی طریق التعلیم و التعلم لا علی سبیل الضرب (٤) . و هکذا کتب معلم ماهر فی مقالته اقتبسنا من الشبکة " اذا عاش الطفل فی جو من الخوف یتعلم الضعف و القلق ، و قال مزیداً ، ذکرنی أحد من الاهبة " أنا أضرب أبنائی لأن القسوة تمنح الخوف ، و قلت له هذا صحیح أنت ربحت الخوف و لکنک خسرت المحبة و التقدیر فأیهما أولی ؟ .

فاعلموا أیها المدرسون : . لیست التربیة بالضرب ، فالجاهل من یعتقد ذلک ، و لیست التربیة بکثرة القرأة و حضور الدورات ، و انما بضیط النفس . مثل هذه القصة قرأت أیضاً قصة رائعة فی التربیة فی مقالة أردیة (٥) .

ذات یوم قدم عمید المدرسة الی المدرسة للمعاینة و دخل فی صف جلس المعلم فیه ساکتا " و الطلاب یلعبون أمامه و یصرخون ، فغضب العمید و قال للمعلم ، ماذا تفعل ؟ و أنت جالس بهدوء و سکوت ، الطلبة یلعبون أمامک ، فانا أرید السکوت (Silnce) .

لما سمع المعلم هذه الکلمة فقال له ، لو طلبت السکوت فلماذا لا تذهب الی المقبرة و تجد هناک سکوتا نهائیاً هذه مدرسة الأحیاء والأولاد ، هم یلعبون و یضربون بعضهم ببعض .

مسؤولیة التربیة : هی واجبة علی الآباء ام المدارس و المدرسین ، فإذا رجعنا الی القرآن و الاحادیث الشریفة هما یرشدان بأن اللّٰه تعالی أمر الوالدین بتربیة الأبناء و حضهم علی ذلک و حمّلهم مسؤولیتها بقوله " یایها الذین امنوا قوا انفسکم و أهلیکم نارًا " و قال بعض أهل العلم ، ان اللّٰه عز و جل یسأل الوالد عن ولده یوم القیامة ، کما أشار فی هذه الآیة . " و وصینا الإنسان بوالدیه حسنا" (٦) و قدم الإمام الغزالی مثال الولد فی التربیة یشبه عمل الفلاح الذی یقلع الشوک ، و یخرج النباتات الأجنبیة من بین الزرع ، فلیحسن نباته و یکمل ربعه (٧) و کذلک وردت أحادیث کثیرة فی تربیة الأولاد و فلا نستطیع ان نستوعبها جمیعاً ، بل تحاول ان نذکرها باختصار . عن النبی صلی الله علیه وسلم قال " ما نحل والد من نحل أفضل من أدب حسن " (٨) و قال ابن عمر رضی اللّٰه عنه ادب ابنک فإنک مسؤول عنه ماذا ادبته و ما ذا علمته ؟ إلی آخره . فثبت لنا من هذه البراهین أنه ما أفسد إهمال الآباء لأبنائهم من العطایا التربیة الحسنة و الأخلاق الحمیدة (٩)

منهج التدریس : ان تدریس الأبناء مهمة صعبة و لکن الأصعب منها أن تغضب إذا درستهم لا تغضب اثناء الدراسة فیکرهک و لدک و یکره التعلیم و ینبغی لنا أن نقتدی بهدی الأنبیاء ، وقد مدحهم اللّٰه بحسن تربیتهم لأولادهم . فهذا نبیی اللّٰه اسماعیل علیه السلام کان یأمر أهله بالصلوة والزکاة .

و سيدنا إبراهيم خليل الله عليه السلام ، يوصى لبنيه بالإستقامة على أمر الله و لقمان عليه السلام يحذر ولده من الاشراک بالله ."يٰبنيّ لا تشرک بالله" فحرى بنا أن نقتدى بهدى الأنبياء . (١٠)

المصادر :

(١) معجم البسيط
(٢) منهج التربية النبوية للأطفال ، الدكتور محمد سويد
(٣) ملتقى الجامعة عقد لتدريب المعلمين فى رحاب الجامعة
(٤) اسلام ويب
(٥) مقالة أردية ، صفات معلم
(٦) سورة العنكبوت
(٧) أحكام المولود
(٨) الحديث الشريف رواه الترمذى
(٩) دروس المساجد للإمارات .

متطلبة لأولي الفقه والفتوى

إفادات الفقيه الهمام مؤسس الجامعة النظامية على مسلم الثبوت

غلام خواجه سيف الله

الماجستير بالجامعة العثمانية، عضو هيئة التدريس بالجامعة النظامية

الحمد لله الذى أوضح لنا شرائع دينه ومن علينا بتنزيل كتابه وامدنا بسنة رسوله حتى تمهد لعلماء و مجتهدى الأمة أصول بنص منقول وصح معقول؛ توصلوا بها إلى علم الحادث النازل وإلى إدراك العائص المشكل، والصلوٰة والسلام والبركات على النبى الهادى الكامل، واله وصحبه واتباعه الأفاضل وبعد!

من الواجب أن الإنسان يحتاج إلى هداية فى حيا ته إلى كل أمر. وهذا خارج عن مقدرته ببداهة العقل أن يضع أصلا ويسن سبيلا يسلك ؟ وما وضع قانونا إلاخطافيه نقصانا لفهمه ،فمست به الحاجة إلى هداية الرب القدير وسنة رسوله البشير النذير ، فهداه الله سبحانه إلى من له فكرعا قل وعلم كامل ، فقال: فاسئلوا أهل الذكر إن كنتم لاتعلمون.(۱)

حرر العلامة القاضى ثناء الله رحمه الله فى تفسيرها :وفى الأية دليل على وجوب المراجعة إلى العلماء للجهال فيما لايعلمون.

وقول الله تعالىٰ :فلولا نفر من كل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا فى الدين٠٠٠الأية.(۲) ومن تفقه فله خير كثير من حضرة الله سبحانه و بشارة النبى ﷺ بقوله:من يردالله به خيرا يفقه فى الدين (۳) ولله درمن قال

تفقه فإن الفقه أفضل قائد	إلى البر والتقوى وأعدل قاصد
هوالعلم الهادى إلى سنن الهدى	هوالحصن ينجى من جميع الشدائد

وليس الفقه شيئى غير سوى الكتاب والسنة بل هو امر مستفاد وحكم مستنبط منهما، والأئمة المجتهدون وضعوا أصولا وضوابط يوافقها ،وكان من أعظمهم وأعلمهم إمام الائمة وسراج الامة الإمام الأعظم وهاهو أسلوبه فى تدوين الأصول و استنباط الأحكام :

كان الإمام أبو حنيفة (رحمه الله) يستنبط مما بين يديه من أحاديث ونصوص قرأنية عللا عامةللأحكام ، ويفرع عليها الفروع ويعتبر تلك العلل قواعد ،يعرض عليها كل ما يرد له من أقضية لم يرد فيها نص ويحكم بمقتضاها ، فإن وافق مايصل إليه بعد ذلك الأحاديث مايثبت لديه زادها قوة وتمكينا . وإن خالفها الحديث وكان راويه ثقة لديه ،تنطبق عليه شروط الرواية الصحيحة ؛ أخذ بالحديث وعده معدولا به عن القياس، يقتصر فيه على موضع النص ولا يقيس عليه.(٤)

سطور عن الكتاب المحشى مسلم الثبوت: إن الكتاب مسلم الثبوت كتاب ذومكانة لدى أهل العلم والفقه والعلماء الاصوليين. ألفه الشيخ محب الله بن عبدالشكو رحمه الله من أبرز علماء الإسلام فى عصره ، وفقيه أصولى منطقى ؛ولاه الملك عالمكير قضاء لكهنو،ثم قضاء حيدرآباد، ثم ولى صدارة ممالك الهند.(٥) منحه الملك شاه عالم لقب فضل خان وجعله قاضى القضاةفى الدولة المغولية.وله مصنفات أهمها: الجوهر الفرد فى علم الكلام ،ومسلم الثبوت فى أصول الفقه (نفس الكتاب)، وسلم العلوم فى المنطق.وتوفى فى ١٧٠٧م ./ ١١١٩هـ (٦)

وهوكتاب يرجع إليه للوصول إلى الأصول ، يبحث فيه حسب أدلة الاحناف وإثباتها أبحاثا دقيقا وتحقيقا رقيقا، وفى ذلك احتوى المولف رحمه الله فيه أبحاث الأصول لفقه الشافعى و بعض خلافات المذاهب الأخرى (٧) . وهى مذاهب المعتزلة والجهمية والقدرية وغيرها.

ورتب المؤلف رحمه الله فى الكتاب مقدمة وذكر مقالات :المقالة الأولى فى المبادى الكلامية ومنها المنطقية ،والمقالة الثانية فى الأحكام، وفى ذينك المقالتين وضع عدة مسائل و فروعها، ثم بعد ذلك أجابها وتاتى تبيهات وبعض الفوائد العلمية ،ورتب فى الكتاب بعض الأبواب.

وكانت له مقالة ثالثة لم تشمل فى هذاالمجلد و المجلد خمسة و سبعون صفحا. ولم يطلع على أن شيخ الإسلا م علق الإفادات على تلك المقالة الثالثة أو لم يعلق ،سيبحث باذن الله سبحانه فيما بعد .

وهناك أبحاث منطقية ، ذكرها المولف (رحم الله) مستدلا للأصول والأحكام ، ماهى حاجية إلى المعقول دون الأصول .فأجيب من حيث انها موجبة للعقائد الدينية و وسيلة إليها(٨) . ولايوجد فى بداية الكتاب ولا فى نهايتها أى فهرس للوصول إلى المطالب.

نظرة خاطفة على الإفادات : إفا د ات شيخ الإسلام العارف بالله الإمام محمد أنوار الله الفاروقى (رحمه الله)، هى حاشية مفيدة على مسلم الثبوت فى صورة "المخطوطة الاصولية "

و هى مو ضوعة تحت قسم المخطوطات العربية لدى قائمة الفقه وأصوله فى مكتبة الجامعة النظامية.

هى بتمامها محررة الحواشى المفيدة فيهاوالفوا ئد المزيدة على هوامش الكتاب فى اللغة العربية.

و النسبة القوية لهذه المخطوطة إلى شيخ الإسلام أنه كتب اسمه محمد أنوار الله عفى عنه حينما انتهى التعليق.

فى بداية الكتاب فهرس طويل للوصول إلى المطالب والمحتويات باجمعها فى اربعة صفحات لاكثر من مائة وعشرين موضوعا،عده واعتده شيخ الإسلام بنفسه ، فبعد !علق على الهامش المخترعات والمقترحات .

معدل اسطرہٖ يحتوى على ثلاثين سطرا على اكثر من ثلاثين صفحا.

وأما مابقيت الصفحات الخمسة والأربعون ،فهناك هوامش تربوا على حوالى خمسة عشر إلى عشرين

سطرا.وسطر واحد يشتمل على ا ربع إلى ستة كلمات.
ونوع الخط : هوالخط الفارسى،و خطه صغير جدا بخط يد الناسخ الجميل وهو صاحب تلك المخطوطة
عام النسخ: لا يوجد هو لأنه لا يظهر على أن شيخ الإسلام حررهافى طلاع قاعد و مجلس واحد ؛ بل كتبها حسب ما يرى وعلق نجما نجما إلى أن انتهى الكتاب.فبذاليس هناك نسخة أخرى سوى النسخة الاصلية، وهى فارغة عن تاريخ النسخ.

منهج التعليق لشيخ الإسلام على الكتاب

(١)فهرس:

رتب شيخ الاسلام فى بدايةالكتاب فهرس لمشمولاته محتويا على مقدمة و مقالتين مع ذكر المسائل والأجوبة وتنبيهات و فوائد؛ إعلاما لمباحث الفقه وأصوله وكذلك المباحث العقلية، وأعلم ما اختلف المؤلف رحمه الله مع المعتزلة والجهمية والقدرية وغير ذلك ،وأقام بأرقام الأوراق التى ذكر فيها تلك المباحث والموضوعات كذكره فى الفهرس المقدمة وهذا الفهرس البسيط يربو حوالى أربع صفحات.

(٢) الإ فادة على كلمات المتن :

أفاد شيخ الإسلام محشيا بذكر المصطلحات الفقهية والمنطقية ماذكرت فى متن الكتاب ، نحو:
حرر المولف رحمه الله حامدا لله سبحانه ربنا لك الحقيقة حقا وكل مجاز ولك الأمرتحقيقا وكل مجاز أعنة المبادى بيدك .أفاد شيخ الإسلام على هذا المبادى جمع مبدا، يطلق عند الحكماء على السبب وفى بعض حواشى النحر. يشمل المادة وسائر الأسباب الصورية.
متن الكتاب : ثم هذا العلم أدلة إجمالية للفقه.
فأفاد محشيا :إعلم أن المسئلة الفقهية مثلا :الزكوة واجبة.
موضوعها فعل المكلف،محمولها حكم من احكام الشرع ، وهى خمسة :(١) الوجوب (٢) والندب (٣) والحرمة (٤) والكراهة (٥) والإباحة.
والدليل التفصيلى لها :قوله تعالى: وأتوا الزكوٰة.(٩)
ولازم أن يكون حكم الدليل التفصيلى وهو وجوب الزكوة مطابقاله .
وطريق التطبيق أن يؤلف القياس بحيث يوخذ صغراه من الدليل التفصيلى ،فيقال: الزكوة أمر، وكبراه يوخذ من المسئلة الأصولية، فيقال كل شيء أمربه فهو واجب.
متن الكتاب : الكتاب مرتب على مقدمة فيما يفيد البصيرة و مقالات فى المبادى.
فأفاد شيخ الإسلام على هامش الكتاب :المبادى فى اصطلاح العلماء يطلق على مايتوقف عليه مسائل العلم.

(٣)انفكاك المتن :

هناک أسلوب أخر لشيخ الإسلام أنه انفک بعض متون الكتاب نحو:
وهما بالتفقه فی الدين إنما يتاتی بتحصيل المبادی.
فذكر منفكا لمتن المولف :مايتوقف عليه...
وانفكاكه فی متن المؤلف الاخر: فإن الدلائل التفصيلية بموادها وصورتها.
فانفک متن الكتاب: وهی الأدلة الفقهية : الكتاب والسنة والإجماع.
(٤) التحقيق اللغوی الأدبی لكلمات المتن :
حقق شيخ الإسلام كلمات المتن أدبيا ولغويا مايليق بالصدد كـ حقق المبادی" المبادی جمع مبدأ" .
ومتن الكتاب :إن كان المراد الجميع لا ينعكس فترجم أی لا يجمع .
ومتن الكتاب :حقائق العلوم المدونة مسائلها المخصوصة وإدراكاتها . فذكر معناها :وهی معلومات، وذكر معنی إدراكاتها :علم تلک المعلومات.

ومن المهم تحقيق و تنقيح نفس الخطوطة "حاشية شيخ الإسلام على مسلم الثبوت "هی حاجية لازمة إلى اهل العلم والفن. ودراستها متطلبة دورالفقه و مجا له و إ ليهااحتياج كبير فی سوق المعارف العالية ، تسهل بتحقيقها المشاكل والمعضلات، وتعم إفاد ات شيخ الإسلام طلبة الفقه و الفتوی ، لأنه قل ما اكتحل عيون العلماء شروح مسلم الثبوت عند أهل الفقه وا لأ صول ومع أنه كتاب ذومرا جعة كثيرة.

نظرا إ ليهاتضوأ أنوار شيخ الإسلام على حاشية ا لكتاب ؛كما تری فی صورة مخطوطة.
اللهم متعنا بعلومه ومعارفه اٰمين

المراجع

(١). سورةالنحل :٤٣
(٢). سورةاالتوبة :١٤٤
(٣). صحيح البخاری
(٤). الشيخ عنايةالله أبلاغ:مقدمة الإمام أبوحنيفة النعمان محد ثا فی كتب المحدثين ،ص ٥
(٥). معجم المولفين . ج ٨ . ص ١٨٩
(٦). شبكة ويكبيديا
(٧). ملا نظام الدين :شرح مسلم الثبوت
(٨). مولانا عبدالعلی :حاشية مسلم الثبوت
(٩) . سورة البقرة :٤٣

مساهمة دائرة المعارف في نشر كتب الحديث

سيد أحمد الغوري

الماجستير بالجامعة العثمانية و عضو هيئة التدريس بالجامعة النظامية

الحمد لله العزيز العلام، خالق الأنام، ذى الفضل والإنعام، معطى الخير بعد الإعدام، والصلوة والسلام المدام على صفوة خلقه سيدنا محمد خير الأنام، الشفيع لأهل الكبائر والآثام، وعلى آله الفائزين بالقرب والمرام، وأهل بيته البررة الكرام، الذين أحيوا الليل بالقيام، وزينوا النهار بالصيام، وصلَوا والناس نيام، وعلى أصحابه هداة الإسلام، الذين تحملوا الشدائد والآلام، لنشر الدين و تبليغ الأحكام، وعلى القوامين بشريعته، العاملين بالسنة والكلام، لاسيما على شيخ الإسلام، الإمام الهمام، العلامة الحبر النحرير محمد أنوار الله الفاروقي – قدّس الله سره ، وخلّد الله مآثره ما دامت الأيام –أما بعد فإن الله سبحانه وتعالى أنزل على عبده الكتاب ولم يجعل له عوجًا، كتابًا قيّمًا لا يأتيه الباطل من بين يديه ولا من خلفه ، وجعله هدى وشفاءً للمؤمنين،و ما من علم إلا وقد أنزل فيه،كتابا لا يغادر صغيرة ولا كبيرة إلا احصاها، ولا رطب ولا يابس إلا فى كتاب مبين. وهو معجزة علمية خالدة على مر الدهور والأعصار "ثم وكل الله رب العالمين إلى رسوله الصادق الأمين تبيان هذا الكتاب المتين، فقال سبحانه:(وأنزلنا إليک الذكر لتبين للناس ما نزل إليهم)(١) ، والرسول صلى الله عليه وسلم فى بيانه للقرآن الكريم لا ينطق عن الهوى: (إن هو إلا وحى يوحى)(٢) لذلک أوجب الله علينا طاعته، وحذرنا معصيته، فقال تبارک وتعالى: (وما آتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا)(٣)، وقال: (فليحذر الذين يخالفون عن أمره أن تصيبهم فتنة أو يصيبهم عذاب أليم)(٤)، فالقرآن والسنة كلاهما أساس الدين، والنور الهادى إلى الصراط المستقيم .ولما كان للسنة النبوية هذه المكانة العظمى، عرف السلف الصالح للسنة قدرها ومكانتها، فرعوها حق رعايتها، وحفظوها فى الصدور، وأودعوها سويداء القلوب، ودونوها فى المصنفات والكتب، وحكموها فى شئونهم، وكانوا بها مستمسكين، وعلى نهجها سائرين، وما زال العلماء فى كل عصر يعنون بالسنة عناية تامة علما وعملا". (٥)

عن معاوية بن قرة، عن أبيه، عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: لا يزال ناس من أمتى منصورين، لا يضرهم من خذلهم حتى تقوم الساعة .(٦)

قال على بن المديني –رحمه الله– فى حديث النبى صلى الله عليه وسلم " لا تزال طائفة من أمتى ظاهرين على الحق، لا يضرهم من خالفهم " : هم أهل الحديث، والذين يتعاهدون مذاهب الرسول، ويذبون عن العلم. قال أبو بكر: فقد جعل رب العالمين الطائفة المنصورة حراس الدين، وصرف عنهم كيد المعاندين؛

لتمسكهم بالشرع المتين، واقتفائهم آثار الصحابة والتابعين .فشأنهم حفظ الآثار وقطع المفاوز والقفار، وركوب البرارى والبحار فى اقتباس ما شرع الرسول المصطفى، لا يعرجون عنه إلى رأى ولا هوى.قبلوا شريعته قولا وفعلا، وحرسوا سنته حفظا ونقلا حتى ثبتوا بذلک أصلها، وكانوا أحق بها وأهلها .وكم من ملحد يروم أن يخلط بالشريعة ما ليس منها. والله تعالى يذب بأصحاب الحديث عنها،فهم الحفاظ لأركانها ' والقوامون بأمرها وشأنها،إذا صدف عن الدفاع عنها فهم دونها يناضلون، (أولئک حزب الله ألا إن حزب الله هم المفلحون (٧)".(٨)

مساهمة دائرة المعارف فى نشر كتب الحديث

دائرة المعارف هى مؤسسة علمية ، أسست لإحياء الكتب الاسلامية والحفاظ على التراث العربي.

دائرة المعارف لها اهتمام بالغ فى طباعة المخطوطات القيمة ، وهى دائرة قيمة لايوجد مثلها فى قارة شبه الهند. وقامت دائرة المعارف بطبع و تحقيق أكثر من مأتين وأربعين كتابا من امهات الكتب القيمة فى ثمانمائة مجلد، وهى تقتنى المخطوطات العربية القديمة التراثية.(٩)

دائرة المعارف لها دور هام فى نشر الكتب العربية النادرة من كتب التفسير والحديث وعلومه، والفقه وأصوله' والتاريخ والادب والرجال، والأنساب والألقاب، والسير والتراجم، والشرائع والأديان، والعقائد والكلام، والتصوف والأخلاق، ومختارات الأدب والشعر، والصرف والنحو، وفقه اللغة، والفلسفة والمنطق، والرياضيات والهيئة' والفلكيات والجغرافيا ، وعلم المكاييل والزراعة، والطب والجراحة وعلم الكون ومالى غير ذلک من فنون شتى .

أسماء كتب الحديث واصوله، و كتب الرجال والأسانيد التى إهتمت دائرة المعارف بتحقيقها وطبعها:

أسماء الكتب	أسماء المؤلفين
الإتحافات السنية فى الأحاديث القدسية	للعلامة محمد المدني
إتحاف الأكابر	للعلامة أبى علي الشوكاني
الإستيعاب فى معرفة الأصحاب	للحافظ ابن عبد البر النمري القرطبى :أبى عمر يوسف بن عبدالله
الإعتبار فى بيان الناسخ والمنسوخ من الآثار	للإمام أبى بكر محمد بن موسى بن عثمان بن حازم الهمداني
الإمداد	للعلامة عبد الله البصري

الأمم لإيقاظ الهمم	للعلامة برهان الدين الكوراني
بغية الطالبين	للعلامة أحمد النخلي
التاريخ الكبير	للإمام أبى عبد الله محمد بن إسماعيل البخاري
تجريد أسماء الصحابة	للحافظ شمس الدين محمد بن أحمد الذهبي
تذكرة الحفاظ	للحافظ شمس الدين محمد بن أحمد الذهبي
تعجيل المنفعة بزوائد رجال الأئمة الأربعة	للحافظ ابن حجر العسقلاني : شهاب الدين أحمد بن علي
تهذيب التهذيب	للحافظ ابن حجر العسقلاني : شهاب الدين أحمد بن علي
جامع مسانيد الإمام الأعظم أبى حنيفة	للعلامة الفقيه أبى المؤيد محمد بن محمود الخوارزمي
الجرح والتعديل	للعلامة أبى محمد عبد الرحمن ابن أبى حاتم الرازي
الجمع بين رجال الصحيحين	للعلامة ابن القيسراني : أبى الفضل محمد بن طاهر المقدسي
الجوهر النقي فى الرد على البيهقي	للعلامة ابن التركماني : علاء الدين على بن عثمان الحنفي
الرجال فى تاج العروس	للعلامة عزيز الله العطاردي
السنن الكبرى	للإمام أبى بكر أحمد بن الحسين البيهقي
شرح تراجم أبواب صحيح البخاري	للعلامة شاه ولي الله المحدث الدهلوي
عمل اليوم والليلة	للعلامة ابن السني : أبى بكر أحمد بن محمد الدينوري
قرة العين فى ضبط أسماء رجال الصحيحين	للعلامة عبد الغني بن أحمد البحراني الشافعي
قطف الثمر	للعلامة صالح العمري
القول المسدد فى الذب عن المسند للإمام أحمد	للعلامة الحافظ شهاب الدين أحمد بن علي إبن حجر العسقلاني
كتاب التقييد لمعرفة رواة السنن والمسانيد	للعلامة ابن نقطة : أبى بكر محمد بن عبد الغني
كتاب الثقات	للعلامة أبى حاتم محمد بن حبان بن أحمد البستي
كتاب الكنى	للإمام أبى عبد الله محمد بن إسماعيل البخاري

كتاب الكنى والأسماء	للعلامة أبى بشر محمد بن أحمد الدولابي
كتاب بيان الخطأ البخاري فى تاريخه	للإمامين إبن أبى حاتم و أبى زرعة
الكفاية فى علم الرواية	للحافظ أبى بكر أحمد بن على الخطيب البغدادي
كنز العمال فى سنن الأقوال والأفعال	للعلامة علي المتقي الهندي : علاء الدين بن حسام الدين القادرى
لسان الميزان	للعلامة الحافظ شهاب الدين أحمد بن علي إبن حجر العسقلاني
المستدرک على الصحيحين	للحافظ أبى عبد الله محمد بن عبد الله النيسابوري
مسند أبى داود الطيالسي	للإمام سليمان بن داود الطيالسي
مسند أبى عوانة	للحافظ أبى عوانة يعقوب بن إسحاق الإسفرائيني
مشكل الآثار	للإمام أبى جعفر أحمد بن محمد الطحاوي الحنفي
مشكل الحديث وبيانه	للحافظ أبى بكر محمد بن الحسن بن فورک
المعتصر من المختصر من مشكل الآثار	للعلامة أبى المحاسن يوسف بن موسى الحنفي
معرفة علوم الحديث	للحافظ أبى عبد الله محمد بن عبد الله النيسابوري
الموضح لأوهام الجمع والتفريق	للحافظ أبى بكر أحمد بن على الخطيب البغدادي(١٠)

الحديث النبوي –على صاحبه الصلوة والسلام–هو مصدر أساسي للدين المتين، وهو التطبيق العملي لكتاب الله ' ووسيلة إلى معرفة حقائق القرآن وأحكامه.دواوين السنة عليها مدار الأحكام واعتماد علماء الاسلام' ودائرة المعارف قد لعبت دورًا جبارًا فى نشر مخطوطات الحديث، وخدماتها معروفة لدى العلماء والباحثين فى انحاء العالم. ولها دور فعال، وجهود مثمرة، ومساع جليلة فى إحياء التراث الاسلامى وخاصة تحقيق ونشر كتب الحديث.

فإن دائرة المعارف العثمانية استهدفت التنقيب عن المخطوطات والمؤلفات العربية والإسلامية وتحقيقها وطباعتها ونشرها فى أرجاء العالم الإسلامى، فقد اقتفت المخطوطات النادرة سواء كانت نسخا أصلية أو صورا مصغرة من المكتبات العالمية فى الدول الأوربية والعربية وكانت تطبعها بعد ما تقوم بالتصحيح وكتابة الهوامش، وبذلک ساهمت فى المحافظة على تراث علمى ضخم ,ومنعت ضياعه أو تلفه وقدمته إلى مختلف الأجيال صحيحا ومنقحا.

لما كانت العلوم العربية والفنون القديمة والمآثر الإسلامية من أكبر مراكز الزمان التى دارت على

مـحـورهـا الـعـقـول والفهوم والأفكار الإنسانية من القرون الوسطى إلى الأعصار الباقية لاحياء أدوار الروحانية وابـقـاء أوراد الـجـسـمـانية، استـعـد لـجـمـعها وصيانتها ونشرها أفاضل الأمة الإسلامية وأكابر الدولة الآصفية وأحسوا بلزوم خدمتها احساساً بليغاً ليتشرفوا عزاً منيعاً واسناداً علمياً فى الحياة الدنيوية والأخروية حتى سعوا لاقامة جمعية علمية فى الديار الدكنية تحت نظارة المملكة الآصفية خير بقايا الدول الإسلامية.(۱۱)

المصادر والمراجع

(۱) ۱۶، النحل :٤٤

(۲) ۹۹، النجم:۳

(۳) (۵۹، الحشر:۱۷

(٤) ۲٤، النور:٦۳

(۵) مقدمة : الحديث و المحدثون، للشيخ محمد محمد أبى زهو، ج: ۱،ص:٦/۵

(٦) صحيح البخاري، كتاب المناقب،رقم الحديث: ۳٦٤۱

(۷) ۵۸، المجادلة:۲۲

(۸) شرف أصحاب الحديث

(۹) خدمات شيخ الإسلام فى مجال حفاظ التراث الإسلامي

(۱۰) المقتبس من : الفهرس الوصفي لمطبوعات دائرة المعارف العثمانية

(۱۱) الموسوعة الحرة، ويكيبيديا

الدكتور فاضل خلف رائد الأدب العربى فى دولة الكويت

اعداد : غلام صمدانی

كامل الفقه ، الجامعة النظامية ، باحث : قسم اللغة العربية ، بالجامعة العثمانية

الأستاذ فاضل خلف أديب غزيز الإنتاج فى الشعر و فى النثر ، تجمعت لديه الكثير من الملكات الإبداعية ، و طرق كل فنون . الأدب ، وضع فى مصاف الكبار ، و من جيل الخلق و المعشر ، ينتمى للرعيل الأول المؤسس للثقافة الحديثة ، تعد شخصيته أحد رواد الأدب العربى كاتبا و شاعراً فى دولة الكويت بل فى الخليج العربى ، و الذين حملوا مشاعل التنوير ، فان أصحاب الأدب و الثقافة يعرفونه عن قرب يصفونه بأنه " نهر مفتوح من العطاء و متواصل مع جيل الشباب .

تعامل فى حياته مع الثقافة " بنزاهة " كما تعامل فيها ازمة سوق المناخ التى عصفت بالعديد من ابناء الكويت ، فقد التزم بدفع ديوانه ، ووصل به الأمر إلى بيع منزله بسعر زهيد لأنه زفض أن يدخل مخفراً أو يحكم عليه ، فقد ضحى بكل شيئ فى سبيل أبقاء سمعته نظيفة .

دراسة فاضل خلف لم تنحصر فى الأدب المعاصر فحسب بل تجاوزت إلى الأدباء و الشعراء فى العصر العباسى ، وهو أول من أصدر مجموعة قصصية فى تاريخ الكويت ، و كانت بعنوان (أحلال الشباب) فحاز بذلك سبق الريادة ، و قد كتب عنها كل من أدباء الكويت مثل ، د . سليمان الشطى ، محمد حسن عبد الله ، و اسماعيل فهد إسماعيل ، خالد سعود الزيد (مؤرخ الكويت) ليلى محمد صالح و غيرهم (۱)

مولده و نشاته الأدبية : ولد أدبياً فاضل خلف حسين التليجى يوم الأحد الثانى من أكتوبر فى الكويت سنة ۱۹۲۷ء فى منطقة الشرق ، و كان لوالد ميول أدبية ، و اهتمام باقتناء الكتب و قرائتها ، وهو رجل متعلم و قارى ، تولى العمل فى البريد و البرق حيث كان يترجم البرقات الواردة ، فدخل فاضل خلف المدرسة وهو فى الخامسة من عمره ، ليمضى سنتين يتعلم القرآن ثم يبدأ فى السابعة المرحلة النظامية ، حيث التحق بالمدرسة المباركية تكملة لدراسته الوسطى .

وعندما أنهى دراسته هذه اتجه إلى العمل فى سلك التدريس ، حيث امضى فيه ثمانى سنوات تبدأ من سنة ۱۹۴۴م و فى سنة ۱۹۵۲ م بدأ العمل فى دائرة معارف الكويت ، التى انتقل منها فى سنة ۱۹۵۴ الى دائرة المطبوعات والنشر ، أسهم فى صدور جريدة الكويت الرسمية "الكويت اليوم " و خلال عمله فى هذه الدائرة أصدر أول مجموعة قصصية كويتية التى " أحلام شباب " .

إن دولة الـكـويـت شهـدت أواخـر الأربـعيـنـات من القرن العشرين رغبة عارمة عند جيل الشباب للإفادة من الـكـلمة سلاحا فى معركة التطوير والتغير ، لنيل هذا المجد سافر هؤلاء إلى البلدان الأجنبية حيث اتقنوا هناك اللغة الإنجليزية و اللغات الأخرى كئى يدفع عن الوطن العزيز و مواطنه الذين يواجهوان المشاكل العديدة .

لـذا حـرص اديبـنـا عـلـى ان يتزود باللغة الإنجليزية ، فسافر فى سنة ۱۹۵۸م إلـى بـريـطانيا و استقر بمدينة كيمبرج حتى سنة ۱۹۶۱م ، و قـد استفاد كثيراً من اقامته هناك : لغة و علماً و ثقافة واتصالات أدبية مهمة و مـع انتـصاف الخمسينات تفرقت الدروب و عرف كل من هؤلاء الأدباء الكويتين مضمارا يسهم من خلاله فى بناء الحياة الجديدة سواء فى التربية والثقافة و الإعلام كما رأيناه فى معظم أدباء الكويت .

و عـنـد مـا عـاد من رحلته هذه كانت الكويت قد حصلت على استقلالها ، و صار لها جهازها الدبلوماسى ، فالتحق فاضل خلف بهذا الجهاز متسلحاً باللغة التى اكتسبها ، والمعلومات التى حصل عليها ، و لقد كان من الـمناسب له ان يعمل ملحقاً صحافياً فتم له ذلك و كانت محطته هى تونس التى رحل إليها فى سنة ۱۹۶۲م و لم يتركها إلا فى سنة ۱۹۷۶م و تـعتبر هذه الفترة من أخصب فترات حيات فاضل خلف ، حيث كان لتونس و قع السحر عليه لجمالها و عذوبتها وطيبة أهلها ، عاش فيها أربعة عشر عاماً ، و نبغ فى الشعر حتى أن الأديب خالد سعود الزيد قال له يوماً " إن تونس و لدتك شاعرا" .

فـأديـبنا فاضل خلف يعتبر الأسبق اللإهتمام بالأدب . خارج الكويت ، و متابعة هذا الأدب و مناقشته نلمس ذلك فى كتابه (فى الأدب و الحياة) الذى يتكون من ثمانى عشرة مقالة فى الأدب و النقد ، تتجاوز الإهتمام بالأدب الكويتى إلى الأدب الحجازى و العراقى ، والسورى ، و أدب الجاحظ و المتنبى (۲)

إن حيـاة فـاضل خلف الأدبية تبتدأ بكتابة القصة القصيرة حيث نشر أول مجموعته القصصية بإسم (أحلام الشباب) عام ۱۹۵۵ ثـم نشـر قـصـائد شعرية اكتمل له بنائها متزامنة مع القصة ثم كان التدفق عندما أقام فى تـونس فتتابعت دواوينه (على ضفاف مجردة) عام ۱۹۳۷م و (۲۵ فبرائر) عام ۱۹۸۱م و (كاظمة و اخواتها) عام ۱۹۹۵ م نـراه يـعـود إلى القصة مرة ثانية فى الثمانيات حيث نشر مجموعة قصصه (أصابع العروس) عام ۱۹۸۹م و كانت المقالات الأدبية تطالع و تعرض و تنقد أعمال الشعر و الأدباء فى لكويت و اقطار العروبة و ظهـرت عـنـاية لا تـفـتـر فـقد شهدت العقود المتوالية أحاديث يلقيها و مقالات تجمع فى كتب يشكل بعضها مـادة سيـرة ذاتية تـضـم مـلامـح الـوطن و اطوار الحياة والثقافة ، و قد جاء (سياحات فكرية) سنة ۱۹۷۷م و (ذكـريات نقمة ابن خميس) علم ۱۹۷۸م و (ازهار الخير) عام ۱۹۷۸م و (اصوات و اصداء) عام ۱۹۸۳ م (قراطيس مبعثرة) ۱۹۸۵م .

و لم يكتف فاضل خلف بتلك البحوث والخواطر و إنما جنح إلى تصنيف الكتب التى تتسع لمدى أكثر رحابة فى التحليل و المناقشة للمواقف الأدبية و السمات الأسلوبية ، و قد بدأ طريقه مع كتاب (زكى مبارك) صدر عام ١٩٥٧م و نقرأ له (فرحان راشد الفرحان والقصة القصيرة) عام ١٩٩١ م و (سعاد الصباح الشعر والشاعرة) عام ١٩٩٢م و (عبد الله سنان مغنى الشعب) عام ٢٠٠٠م .

و يمتد سعى هذا الأديب الكامل فى فنه إلى حقل التجريب فعلى الرغم من انه صاغ شعره و فق البحور الكلاسيكية ، ولم يخض تجربة شعر التفعيلة فى دواوينه الثلاثة لقد حاول الإسهام فى النثرية العربية الجديدة التى زج المحدثون نصوصها فى إطار الشعر ، و قدم عددا من الخواطر فى كتاب إسماء (الضباب والوجه اللبنانى) عام ١٩٨٩م (٣)

إن اتصال فاضل خلف بضرورة اختراق الحواجز الفاصلة بين الأهل و صور الحضارة الحديثة المتسارعة جعله يتلمس السبل القادرة على التوصيل : الصحيفة المجلة الكتاب الإذاعة إضافة إلى المحاضرات يلقيها فى الكويت و مدن عربية و تتأكد رغبة لقاء الجمهور و بث المادة الثقافية عندما يسارع إلى جمع مالديه من قصص و يكون أول من يطبع مجموعة قصصية فى الكويت عام ١٩٥٥ م ، و كذلك هو أول من طبع مجموعة مقالات عام ١٩٥٦م و هو أول من قدم كتاباً حول شخصية زكى مبارك و أدبه عام ١٩٥٧ م فى الوطن العربى ، و نراه يكتب فى الصحافة و يشارك فى التحرير و الإشراف فى رحلته الطويلة فقد أسهم مع عبدالله الصانع فى تحرير مجلة (كاظمة) التى أدارها احمد السقاف ، وعبد الحميد الصانع سنة ١٩٤٨م و مجلة (الكويت) التى إعاد إصدارها يعقوب عبدالعزيز الرشيد ، فى مطلع الخمسينات ١٩٥٠م و نرى فاضل خلف يحرر الصفحة الثقافية فى مجلة (النهضة) و صحيفة (الوطن) بعد عودته من تونس اواخر السبعينات ، و كذلك يكتب فى صحيفة (الرأى العام) فى الثمانينات . (٤)

الجوائز الأدبية الشهادات العلمية والمناصب الثقافية للدكتور فاضل خلف :

عضو مؤسس لرابطة الأدباء الكويتين عام ١٩٦٤م ، مواليد الكويت عام ١٩٢٧م ، درس فى المدارس الكويتية ، درس فى مدارس الكويت وهى الشرقية المباركية حتى عام ١٩٤٤م ، عمل مدرسا بمدارس الكويت من ١٩٤٤ - ١٩٥٢م ، عمل فى إدارة المعارف ١٩٥٢-١٩٥٤م ، عمل فى سكريترا للجريدة الرسمية ١٩٥٤-١٩٥٦م ، حاصل على شهادة دار المعلمين بالكويت ، التحق بمعهد الفنون و الأداب و التاريخ لجامعة كمبردج - بريطانيا - حتى ١٩٦١ م ، عمل مدرسا و كاتبا و مترجماً و ملحقا صحفيا فى سفارة دولة الكويت بتونس و بقى هناك أربع عشرة سنة ، ثم عاد إلى الكويت فعمل مستشاراً بديوان وزارة الإعلام إلى ان تقاعد

عام ١٩٨٨ م . قدم بالإذاعة الكويتية عام ١٩٦١ ـ احاديث أدبية اسبوعية كانت نواة لكتابه (دراسات كويتية) ، عمل مسؤولا عن الشؤون الثقافية فى جريدة (الرأى العام) عام ١٩٨٤ ـ ١٩٩٠ م ، شارك فى الكثير من الأمسيات الشعرية والمحاضرات الأدبية داخل الكويت و خارجها ، نشر الكثير من النصوص الأدبية (قصة و شعر و مقالات) فى مختلف المطبوعات الكويتية و العربية منذ الأربعينيات حتى اليوم ، يمتاز بصلته بالقصة الإنجليزية حيث قام بترجمة عدد منها للغة العربية . يعتبر مرجعاً هاما فى الأدب العربى التاريخ و رواية مشهود له لدى الباحثين . ، فاز بالجائزة الأولى فى مسابقة إذاعة لندن الشعرية عام ١٩٦٤م ، فاز مسابقة جمعية المعلمين الكويتية عام ١٩٦٨م ، فاز بالسمابقة الوطنية التى أجرتها جريدة الرأى العام ١٩٧٨م ، تم منحه جائزه الدولة التقديرية بفئة الأدب عام ٢٠٠٥م ، تم تكريمه فى رابطة الأدباء الكويتيين ضمن فعالية (ذكريات أديب) فى مايو عام ٢٠١٠م .

ابرز مولفاته و دواينه الشعرية :

- ذكريات اندلسية (أدب الذكريات) صدر عن رابطة الأدباء الكويتيين و مركز فهد الدبوس للتراث الأدبي ـ وهى عبارة عن سيرة ذاتية لحياته منذ أن كان عمره ٧ سنتوات إلى ٤٥ سنة .
- فرحان راشد الفرحان و القصة القصيرة : دراسة تحليلية للقاضى فرحان راشد الفرحان الذى يعتبر من أهم رواد القصة القصيرة فى دولة الكويت صدرت عام ١٩٩١م .
- سعاد الصباح الشعر والشاعرة (دراسة شعرية حول الشاعر الشهيرة الدكتورة سعاد الصباح ، و تحليل نقدى لشعرها ، الممارسات الإبداعية فى تجربتها الشعرية .
- على ضفاف مجردة : ديوان الشعر صدر عام ١٩٧٣م (ومجردة) نهر فى تونس ينبع من جبال الجزائر
- ديوان شعر و طنيى : صدر عام ١٩٨١م يحتوى على العديد من القصائد الوطنية التى تتغنى بالكويت و أرض الكويت و يوم الإستقلال المجيد من العدو الغاشم .
- كاظمة و أخواتها : ديوان قصيدة صدرت عام ١٩٩٥م .
- احلام الشباب : مجموعة قصصية صدرت عام ١٩٥٥م
- اصابع العروس : مجموعة قصصية صدرت عام ١٩٨٩م
- لبنان والوجه الضبابى : قصائد نثرية صدرت عام ١٩٨٩م
- فى الأدب والحياة (مقالات فى الأدب و النقد) صدرت عام ١٩٥٦م
- زكى مبارك بين رياض الأدب و الفن : دراسة صدرت الطبعة الأولى ١٩٥٧م الطبعة الثانية ١٩٨٢م

الطبعة الثالثة عام ١٩٩٨م .

o سياحات فكرية : مقالات صدر عام ١٩٧٧م وهو عبارة عن مقالات سياحية فكرية أدبية بين البحرين و القطيف .

o الحقيبة الأدبية : مقالات أدبية صدر عام ٢٠٠٦م

o قراطيس : مبعثرة : عبارة عن مقالات أديبة و دراسات فكرية ، جمعها الشاعر فاضل خلف فى كتاب حول الأدب و الذكريات و الإجتماع

o ذكريات نقعة ابن خميس : سيرة ذاتية صدرت عام١٩٨٧م و هى عبارة عن سيرة ذاتية لحياته منذ أن كان عمره ٧ سنوات إلى ٤٥ سنة .

o ازهار الخير : مقالات ادبية صدر عام١٩٨٧م

o دارسات كويتية الأجراء الثلاثة : مجموعة مقالات عن أدباء الكويت القدماء

o ١٠٠ ، بيت فى حب الكويت : مجموعة شعرية صدرت ٢٥ فبرائر ٢٠١٣م

o باقة الورد : مجموعة شعرية

o فاكهة الشتاء : مجموعة قصصية صدرت الطبعة الأولى ٢٠٠٥م

o أصوات عالية : اصداء بعيدة ـ صدرت فى مجلد واحد عام ١٩٨٣ م (٥)

---

(١) فاضل خلف هاجس الريادة و الحقول المفتوحة / رابطة الأدباء فى الكويت ص . ١٤٨ـ ١٥٢ .

(٢) مجلة الكويت ، العدد ٢٦٠٥ . النشر ٢٠٠٨ء بقلم . يعقوب يوسف الغنيم

(٣) ادباء الكويت فى قرنين / خالد الزيد شركة للنشر و التوزيع الكويت ١٩٨١ . ١٩٨٢ ج ٢ ص ٣١٩ ـ ٣٩١ـ ٤٩١

(٤) دراسات كرويتية / فاضل خلف / ص ٤٩ . ازهار الخير ، دار الراى العام بالكويت . ١٩٨٧م ص ـ ٨ .

(٥) معجم تراجم اعضاء رابطة الأدباء الكويتيين ، طلال سعد الرميضى ، ابرار ملك ، مراجعة ليلى محمد الصالح . ، ذات السلاسل ٢٠١٥م .

وسطية الاسلام فى حياة المسلم

الحافظ محمد أنوار الله تميم النقشبندى
كامل الفقه الجامعة النظامية ،
الباحث فى قسم الدراسات الشرقية بالجامعة العثمانية

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على اشرف المرسلين سيدنا محمد وعلى آله وصحبه اجمعين : اما بعد :فقد أمرنا اللّه-تعالى- أن نأخذ ماجاء نا به رسول الله ﷺوأن ننتهى عما نها نا عنه،حيث قال .سبحانه وتعالى- :﴿وما آتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا . الحشر :٧﴾ ومن المعلوم أن السنة النبوية فسّرت كتاب اللّه، وأو ضحت السنّة النّبويّة كلّ ما تحتاجه الانسانية لسعادتها دنيا وأخرىٰ، وكان لها دور فى تأصيل الوسطية والاعتدال. وقد وضّحت فى هذا الموضوع هذاالدور المهم فى جانب العقيدة والعبادة،وكيف كانت سماحة التشريع الاسلامى طريقا لدخول الناس فى دين اللّه افواجا، وكيف كان للوسطية والاعتدال اكبر الأثر فى نهضة الدعوة الاسلامية.

تعريف الوسطية : الوسطية من الوسط، يقول ابن الفارس : (وسط) الواو والسين والطاء بناء صحيح يدل على العدل والنصف، واعدل الشيء :أوسطه، ووسطه، قال اللّه عزّوجلّ :﴿ أمة وسطا﴾ (١)

والوسط ليس مجرد كونه نقطة بين طرفين، كما يقال فلان وسط فى كرمه، أو وسط فى دراسته، ويُراد أنّه وسط بين الجيد والرّدى، فهذا المفهوم وان درج عليه كثير من الناس، فهو فهم ناقص مجتزأً، أدّى الى اسائة معنى المقصودة، فالوسط المراد والمقصود هنا، هو العدل والخيار والأفضل.فسر ابن كثير(واخترنا ها لكم لنجعلكم خيار الأمم،لتكونوا يوم القيامة شهداء على الأمم ؛ لأن الجميع معترفون لكم بالفضل . والوسط هاهنا : الخيار و الاجود ،كما يقال :قريش أوسط العرب نسبا ودارا ،أى : خيرها وكان رسول اللّه ﷺ وسطا فى قومه ، أى :أشرفهم نسبا و منه الصلاة الوسطى ، التى هى أفضل الصلوات ، و هى العصر .(٢)

أ- الوسطية فى القرآن الكريم :قال تعالى :﴿ وكذلك جعلنا كم أمَّة وسطا البقرة ١٤٣﴾ أى: خياراعدول. (٣) وقال تعالى :﴿ فوسطن به جمعا العاديات:٥﴾، أى تتوسط الصفوف فى المعركة(، وقال سبحانه وتعالى:﴿ من أوسط ما تطعمون أهليكم المائده: ٨٩﴾وقال تعالى : ﴿قال أوسطهم ألم أقل لكم لولا تسبحون القلم:٢٨﴾أى : قال أعدلهم وأصلحهم (٤)) .

١ . ((معجم مقاييس اللغة العربية : ١٠٨/٦ باب الواو والسين و ما يثلثهما).

٢ . (البقرة ١٤٣ تفسير ابن كثير).٣ . ا(تفسير جلالين: ١٤٣/٢) . ٤ . (تفسير الطبرى).

ب. الوسطية فی السنة النبوية :للسنة النبوية دورها فی الاعتدال والوسطية من حيث البيان والتفصيل لما جاء فی القرآن الكريم، ومن حيث توضيح منهج الاعتدال والوسيطة ولقد كان رسول اللهﷺ يوجه الى منهج الاعتدال، فعن ابی هريرةؓ عن النبی ﷺ قال "دعونی ما تركتم ، انما هلك من كان قبلكم بسؤالهم واختلافهم على أنبيائهم، فاذا نهيتكم عن شیء فاجتنبوه، واذا أمرتكم بأمرفأتوا منه ما استطعتم (۱)

.وكان الرسول ﷺ يوجه اصحابه الى ان من اراد الاستمرار فی العبادة والعمل فعليه ألا يغالی وألّا يتشدد، فعن عبد اللّه بن عمروبن العاصؓ قال : قال لی رسول اللّه ﷺ : "يا عبد اللّه ، لا تكن مثل فلان كان يقوم الليل فترك قيام الليل . (۲) أی :كان التشدد سببا فی عدم استمراره على عبادته وقيامه الليل بسبب ضعفه، فالأخذ بالاعتدال والوسطية فيه الاستمرار والمحافظة على دوام العمل والعبادة.

وسطية الامة : لقد وصف القرآن الكريم الامة الاسلامية بأنها الامة الوسط قال تعالى:﴿وكذلك جعلنا كم أمة وسطا لتكونوا شهداء على الناس ويكون الرسول عليكم شهيدا ،البقرة: ۱۴۳﴾

والوسط : الخيار والأجود ، ولما أنعم اللّه على هذه الأمة بنعمة الوسطيّةفكانت خيرالأمم، خصها الله سبحانه وتعالى_ باكمل الشرائع وأوضح المناهج وأيسر التكاليف وأوضحها، كما قال -:﴿هو اجتباكم وما جعل عليكم فی الدين من حرج ملة أبيكم ابراهيم هو سمّاكم المسلمين من قبل وفی هذا ليكون الرسول شهيدا عليكم وتكونوا شهداء على الناس﴾الحج:۷۸.

من مظاهرالوسطية فی الاسلام :سنعرض لبعض مظاهرالوسطية كما تتجلى فی عقيدة الاسلام وشريعته والأخلاق التی دعا اليها :أولا : وسطية العقيدة : وتعنی وسطية العقيدة أنها عقيدة خيرة سمحة واضحة، مستقيمة عادلة، لا اكراه فيها ولا تعقيد يؤمن العباد فيها باللّه الواحد الأحد، الفرد الصمد، الذی لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفوا أحد، ويؤمن العباد فيها ايمانا لا تمثيل فيه ولا تعطيل لأن اللّه سبحانه وتعالى ليس كمثله شیءٌ وهو السميع البصير. تتجلّى وسطية العقيدة أيضا فی الايمان بالقدر، فنرى اهل السنه لا يقولون أن الانسان مجبور على عمله، ولا ينكرون القدر، وانما وقف اهل السنة والجماعة الموقف الوسط، فيؤمنون بالقدر خيره وشرّه ولا ينفونه، وفی الوقت نفسه لايقولون بأن الانسان مجبور على كل أعماله مسلوب الارادة. انهم يثبتون أن اللّه تعالى خالق كل شیء، وأنه ما شاء اللّه كان ومالم يشأ لم يكن، ويؤمنون أيضا للعبد قدرة واختيارا.

ثانيا: الوسطية فی الشريعة : الاسلام يعتمد الوسطية فی تشريعه، سواء أكان ذلك فی العبادات المحضة أو فی المعاملات، وفيما يلی بيان ذلك:

(۱) الوسطية فی العبادات: (أ) الوسطية فی عبادة الصلاة: من العبادات التی تتجلّى فيها الوسطية :

---

۱ -(البخاری : كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة: ۶۸۵۸) ومسلم :(۱۳۳۷)

۲. البخاری: (۱۱۵۲)و مسلم (۱۳۳۷)ا

الصلاة، فليست كثيرة شاقة ولا قليلة لا تترك أثرا، بل هى خمس صلوات فى اليوم والليلة، ولا تعارض بين أدائها وبين العمل فى الحياة، والسّعى فى الرّزق، فالمسلم يعمل ويكدح ويسعى، فاذا نودى للصلاة أجاب ثم يعود الى عمله. وفى أداء الصلاة والقراء ة فيها لا يجهر بها ولا يخافت، كما قال اللّٰه تعالى : ﴿ولا تجهر بصلاتک ولا تخافت بها وابتغ بين ذلک سبيلا﴾الاسراء: ١١.

وألا يؤدى صلاته بسرعة دون طمأنينة، ولا يطيل بالمصلين اذا كان اماما اطالة تشق عليهم، بل عليه أن يؤدى صلاته بكامل أركانها مطمئنا بها خاشعا للّٰه وألا يطيل بالناس. وعندما أطال معاذ فى صلاته، وشكا منه بعض المسلمين قال له الرّسول ﷺ "يا معاذ، أفتّانٌ أنت " - أو"أفاتن"ثلاث مرار:(فلولا صلّيت بسبح اسم ربک، والشمس وضحها، والليل اذا يغشى، فانه يصلى ورائک الكبير والضعيف وذو الحاجة . (١)

(ب) الوسطية فى عبادة الزكاة: وكما نلاحظ الوسطية فى الصلاة نلاحظها أيضا فى الزكاة فلم تفرض فى كل وقت، ولكن: ﴿وآتوا حقّه يوم حصاده﴾سورة الانعام : ١٤١.

، وعند بلوغ النصاب وفى النقد ين بعد مرور حول، واذا كان الجهد المبذول اكثر كان ما يدافع أقل، واذا كان الجهد أقل كان ما يدافع أكثر؛ فما سقى من الزرع والثمار بماء السماء أو بدون آلة أو تعب ففيه العشر، وما كان بتعب أو آلة ففيه نصف العشر، وماكان فيه تعب أكثر وجهد أكثر ففيه ربع العشر كزكاة النقدين وعروض التجارة، وما جاء بلاتعب كالركاز ففيه الخمس.

(ج) الوسطية فى عبادة الصيام والحج:واذا نظرنا الى الصيام وجدنا أنه يرخص بالفطر للمريض والمسافرو الحامل والمرضع وعليهم القضاء بعد ذلک، وأن الحج انّما يجب مرة واحدة فى العمر كله وهو على المستطيع.وهكذا نرى أن العبادات لا مشقة فيها ولا حرج، قال تعالى: ﴿ يريد اللّٰه بكم اليسر ولا يريد بكم العسر﴾البقرة ١٨٥.

(٢)الوسطية فى المعاملات :جاء ت شريعة الاسلام نظاما كاملا ومنهاجا شاملا، لم يترک الاسلام جانبا من جوانب الحياة الا تولاه بالعناية والرعاية، فنظم علاقة العبد بربه، وعلاقته بنفسه وأسرته، وبالآخرين من حوله، سعى لتحقيق المودّة والاخاء بين أبناء المجتمع، وأزكى روابط العطف والتراحم بينهم، وقوى أواصر الأخوّة ووشائج المحبة بين المسلمين؛ لتتحقق الخيريّة لهذه الأمّة، ويعمّ الخير والصلاح جميع جوانب الحياة وأنظمة المجتمع، فجعل المعاملات قائمة على الوسطية بعيدة عن الافراط أو التفريط ومن أمثلة ذلک:

(أ)الوسطية فى مهور النساء: فقد نهينا عن المغالاة فى المهور تيسيرا للزواج، الا أن هذا غائب فى عصرنا تحت الاعتزاز بالنفس ـــ الا من رحم اللّٰه ـ، مما أدى الى تأخير الزواج وكثرة العنوسة، بل الى انتشار الفساد فى أوساط الشباب وظهور أنواع جديدة من الزواج؛ كالعرفى والمسيار، وكل هذا بسبب البعد عن هدى

١ . البخارى: (٧٠٥)و مسلم :(٤٦٥).

النبی ﷺ، حیث الوسطیة فی کل شیء، وهو الذی قال: (أعظم الناس برکة أیسر هن صداقاً) (۱) وصححه ووافقه الذهبی. فلا افراط ولا تفریط.

(ب) الوسطیة فی مودة بین الناس: فقد أمرنا بالوسطیة فیها، ووضع الاسلام میزان قسط یحفظ للعلاقات بین الناس توازنها لضمان استمرار الحب ودوام الألفة، وکذلک لیصون النفس من صدمات تقلب أحوال المسرفین فی مشاعرهم، لذا فقد وجه الاسلام الی الاعتدال فی المحبة، والاقتصاد فی المدیح، والانصاف فی المعاملة، والتوسط فی المعاشرة، والالتزام بالشرع فی المخالطة، فاذا اعجبک أمر أو رأی أو فکرة فلا تحبها حبا شدیدا عنیفا وتقاتل من أجلها، بل اجعلها " مجرد تفضیل" مع استعدادک للتراجع عنها اذا تبین لک أن المصلحة فی غیرها. قال عمرؓ: (لا یکن حبک کلفا، ولا بغضک تلفا).

(ج) الوسطیة فی الکسب: وتکون بالکسب المشروع، وتحری الحلال، وتجنب أوجه الکسب المحرم، وعلی رأسها:الربا والتحایل علیه، والمیسرو کل مال أخذ بالباطل ومنه الرشوة.

(د) الوسطیة فی الانفاق: وذلک بین البخل والتقتیر وبین الاسراف والتبذیر،

وهذا مسلک السبیل القویم: قال تعالی: ﴿ولا تجعل یدک مغلولة الی عنقک ولا تبسطها کل البسط فتقعد ملوما محسورًا﴾الاسراء : ۲۹ .وفی ذمّ التبذیر: قال تعالی : ﴿ وآت ذا القربیٰ حقّه والمسکین وابن السبیل ولا تبذر تبذیرا﴾الاسراء : ۲۶ ،۲۷ .وغیر ذلک من النماذج الکثیرة التی یصعب حصرها هنا.

ثالثا: الوسطیة فی الأخلاق والسلوک: کان هدی النبیﷺ کله قائما علی الاعتدال، فقد ذکر ابن القیم فی زاد المعاد وهو یتحدث عن هدی النبیﷺ فی الکلام: (وکان اذا تکلم تکلم بکلام مفصل مبین یعده العاد، لیس بهذّ مسرع لا یحفظ، ولا منقطع ،تخلله السکتات بین أفراد الکلام، بل هدیه فیه أکمل الهدی، قالت عائشة: ((ما کان رسول اللّٰه ﷺ یسرد سردکم هذا، ولکن کان یتکلم بکلام بین فصل یحفظه من جلس الیه)زاد المعاد فی هدی خیر العباد :(۱/۱۷۵)، أی الکلام، وانما یتکلم بجوامع الکلم، فصل لا فضول ولا تقصیر .ثم یتکلم ابن القیم عن الهدی النبیﷺفی نومه فیقول: (وکان نومه أعدل النوم والأطباء یقولون هو ثلث اللیل والنهار ثمان ساعات). (۲) ولو أن المسلمین استجابوا لهدی اللّٰه ورسوله فاعتمدوا الوسطیة فی أخلاقهم وسلوکهم وخطابهم لکان خیراً لهم وأشدّ تثبیتا.

ندعو الله .تعالی. أن یوفقنا جمیعا الی ما فیه الخیر لدیننا ودنیانا و أمتنا ،وبالله التوفیق .

---

۱ . مسند أحمد :(۲۵۱۱۹) و الحاکم فی المسندات :(۲۷۳۲)

۲ . زاد المعاد فی هدی خیر العباد :(۱/۱۷۳)

مؤلفات شیخ الاسلام ومكانتها فى الاسلام

الحافظ سيد مدثر الحسينى،الكامل السنةالأولى بالجامعة النظامية

إن شيخ الاسلام الفقيه المحدث الامام المجدد العارف بالله مولانا محمدأنوارالله الفاروقى رحمه الله تعالى مؤسس الجامعةالنظامية كان من الأفذاذ العباقرة والأعلام الجهابذة،قد كرّس حياته الطيبة لاشاعة العلوم الاسلامية ونشر المعارف الدينية،كان شخصيته موسوعةومطبوعة على بثّ الوعى الاسلامى،ومولعا بتأسيس المعاهد والمدارس،ان اللّه جلّ وعلى جعل له القبول حتّى تلمّذ عليه سلاطين الدّولة الآصفية.

ايهاالاخوة القراء ! قد زوّد شيخنا وامامنا شيخ الاسلام الامام محمد انوار الله الفاروقى رحمه الله الفكر الاسلامى بمؤلفاته العلمية الاصيلة المباركة لقد كان حريصا على الاسلام ويحترقُ قلبه عليه، قد كرّس أوقاته فى نشر العلوم والفنون و تأليف الكتب القيمة فى شتى العناوين ،كما كان حريصا على التصنيف والتأليف طيلة حياته المقدّسة، قد خلّف مؤلفات دينيّة ثقافيّة يبلغ عددها الى أربعين مؤلّفا، كلّ مؤلفه بحر خِضمّ يبعث للبعيد سحابا وللقريب لولؤا، وميزات كتابا ته أصالة ومعاصرة وعمقا وجدّة وظرفا،انه فيها يكثر الاستشهاد بالآيات القُرآنية والسُنة النبوِيّة المطهّرة ، وقد يستعين شيخ الاسلام فى تفسيرهما وشرحهما برأيه ا لنقى الأصيل كما يرجع فى تأييد آرائه الى أقوال الأئمّةالمجتهدين المسلمين المتقدمين، وينتصر لعقائد الاسلام القطعيّة المتوارثة ضدّ هُجُوم الغربيين والمتغربين.لا سيما فى باب سُمعيات من المعجزات، والجنة والنار،ووجود الكائنات الغيبيّة،التى أخبر بوجودها القران الكريم والسنة النبوية المطهرة على صاحبها الصلوة والتسليم كالجنّ والشياطين والملائكة مع تفنيدأوهام المذاهب المادّية من التطوّرية والطبعيّة وافهامهم بارآء المفكرين الغربيين أنفسهم،وممّن نال من اِنتقادات شيخ الاسلام رحمه اللّه قسطا كبيرا من معاصريه هو ”سر سيد أحمد خان“ ” وشمس العلماء شبلى النعمانى“ ”ومرزا غلام أحمد القاديانى المخذول عليه اللعنة“، وقد يستأنسُ شيخ الاسلام رحمه اللّه فى مؤلفاته بايراد الأشعار الفارسية والأردية والعربية ويستعين بها شيخ الاسلام رحمه الله فى شرح أفكاره مع الاهتمام بذكر الأمثال وأقوال الحكماء وافتراض الأمثلة التوضحيّة ، وكُلّ ذلک يُضيفُ فى كتاباته القيّمة روعةً وجمالا يشُوقُ القارى فى المزيد والمزيد كما يَهتَمُّ شيخنا الجليل بذكر مُشاهداته وتجاربه وملاحظاته الشّخصيّة فى كثير مِن مؤلفاته ليؤكّد آرائه ويُقنع قُرّائه،واتّسمت كتاباته بالمزاح أيضا حيثُ يُوردُ بعض الفُكاهات ونوادر القصص فى مورد السُّخريّة والاستهزاء بآراء الخصم الذين كانوا يضحكون على مبادئ

الاسلام ویسخرون من أعلام الاسلام .اخوتی القراء! ان مقالتی هذه تتعلق بمؤلفات شیخ الاسلام رحمه الله تعالی وافاداتها فالیکم بعض التفصیل.

الأنوار الأحمدیة : إِن شیخ الاسلام رحمه اللّٰه یهدف فی هذا التألیف البدیع الذی ألفه فی المدینة المنورة الی اعطاء صورة واضحة عن مناقب النبی صلی الله علیه وسلم وفضائله وآدابه ومزایاه التی خصه الله تبارک وتعالی بها الی جانب سیرته وأسمائه وصفاته ومعجزاته بأسلوب أنیق وطرز طریف یملأ القلب حبا وایمانا بالنبی صلی الله علیه وسلم، کما تحدث عن مسئلة زیادة الایمان ونقصه،وقد شهد بذلک عدید من أهل العلم والفضل أن هذا الکتاب لم ینسج علی منواله قبل ولا بعد.

مقاصد الاسلام: ان هذا الکتاب یتکون من أحد عشر جزء ا وهی دائرة المعارف الاسلامیة التی تحتوی علی مجموعة نادرة من المقالات التی حررها شیخ الاسلام فی الموضوعات الهامة بأهداف دینیة وأغراض اسلامیة تعالج کافة القضایا التی عاصرت الزمان وقتئذ،والأمور التی طرأت علی المجتمع الاسلامی بجمیع اشکالها المتنوعة وکافة صورها المتنوعة ، وتحسم جراثیم الاعتراض والشکوک والشبهات التی أنشأتها الفرق الضالة المضلة والخارجة عن دین الاسلام بین الأمة الاسلامیة عن ختم النبوة والرسالة وما الی من الروافض والجبریة والقدریة،کما تناول شیخ الاسلام رحمه الله موضاعات هامة عن ضرورة المعجزات واثبات الولایة وحقیقة الانسان واعتماده علی العقل فی أمور الدین کما تحدث عن الموضوعات التی لها صلاح العباد والبلاد..

الکلام المرفوع فیما یتعلق بالحدیث الموضوع: ان شیخ الاسلام رحمه اللّٰه لما تشرف بزیارة المدینة المنورة ألف کتابا قیما فی مناقب الرسول صلی الله علیه وسلم سماه الأنوار الأحمدیة ،التی تنطوی علی عدة مباحث ،واتی المبحث الثالث من هذا الکتاب مفصلا عن بحث الحدیث وانواعه، ولما اطلع علیه شیخه فی الطریقة "حاجی امداد الله المهاجر المکی رحمه الله" ساله ان یخص هذا المبحث کتابا ویطبعه قبل الکتاب وسماه " الکلام المرفوع فی ما یتعلق بالحدیث الموضوع" وتناول فیه شیخ الاسلام عدة مباحث،منها معرفة قرائن وضع الحدیث وذلک یعرف باقرارالراوی،أو معنی اقراره ، والفرق بین الالفاظ والمعنی، والفرق بین الفقهاء والمحدثین وواجباتهم ،واصول الجرح والتعدیل ،ثم انتقل شیخ الاسلام الی الأحادیث التی راها ابن جوزی من الموضوعات،فحقق فیه ان الحدیث لا یحکم بالوضع بمجرد رکاکة اللفظ فقال أما رکاکة اللفظ فلا تدل علی ذلک لاحتمال أن یکون رواه بالمعنی فغیر ألفاظه بغیر فصیح، کما تحدث ان لا یحکم بالوضع اذا کان الحدیث مخالفا للعقل فیقول " وکم یدخل فی قرینة حال المروی ما نقل عن الخطیب عن ابی بکر بن الطیب ان من جملة دلائل الوضع أن یکون مخالفا للعقل بحیث لا یقبل التأویل

ويلحقه ما يدفعه الحس والمشاهدة أو يكون منافيا لدلالة الكتاب القطعية او السنة المتواتر والاجمال القطعى ،اما المعارضة مع امكان الجمع فلا..

كتاب العقل : ألفـه شيـخ الاسـلام بـاللغة الأردية التى يتفاهم بها المسلمون فى عموم الهند ،جاء هذا الكتاب استعراضا دقيقا عن حقيقة العقل وقدراته وواجباته ودوره فى الامور الدينية وخضوعه للأوامر الاسلامية ،وان العقل مهما ترقى وتدرج لكنه يبقى متعرضا للزلة والخطأ، كما يوضح هذا الكتاب عديدا من القضايا التى زلت فيها اقدام الحكماء البارعين الذين كانوا يعتمدون ويعولون على عقولهم فى ادراک حقيقة كافة الأمور، وذلک لان العقل لا يدرک الا ما كان محسوسا أو وجدانيا، وبالاضافة الى ذلک، ناصب أفكار الفلاسفة العادية لدين الاسلام وحمل عليهم بأسلحتهم وقارعهم بحججهم ،ومن ثم تحدث شيخ الاسلام فى هذا الكتاب عن العلم ،والعقل ،والقلب ،والنفس،والوجود،والبصارة،وضغط الهواء،وحركة الارض وما الى ذلک من الموضوعات التى توضح قدرة العقل وعجزه،أما دافعة هذا الكتاب فذلک لما راى شيخ الاسلام أن بعض الناس يعولون على عقولهم فى الأمور الدينية ويؤولون كل مالا تدركه عقولهم حتى جعلوا يولون بل يحرفون ما ثبت بالمصادر الاسلامية من الآيات القرانية والأحاديث النبوية ..

انوار الحق: حرر شيخ الاسلام رحمه الله هذه الرسالة باللغة الأردية فى استئصال أفكار الفرقة الكافرة الأحمدية ودعاويها الضالة المضلة،وقد بعثه على ذلک " تأييد الحق " الذى ألفه لمولوى حسن على فى معاضدة المفترى الكذاب القاديانى ،وارد فيه المولوى حسن اثبات منزلة الكذاب فى قلوب الناس فذكر اسمه بالقاب مفعمة،بالاضافة الى ذلک ذكر أن ما يعانيه الكذاب من الفادحات والشدائد هى دلالة بينة على أنه على الحق لان التاريخ يدلنا أن اصحاب الحق واجهوا المصائب المتباينة والمشاكل العديدة فى طريق الحق ،فتناول شيخ الاسلام فى هذا الكتاب كافة الموضوعات التى تناولها المولوى حسن على وقطعها بالبراهين الساطعة والدلائل القاطعة وأحكم فيه أن من يعانى المصائب لا يدل ذلک على أنه على الحق والا يلزم بذلک صلاح كافة أهل السجن، كما رد شيخ الاسلام على الالقاب التى ذكرها الملوى حسن على الى جانب كافة الأمور التى أنشأها فى كتابه،اضافة على ذلک ،قام شيخ الاسلام رحمه الله بنصح الأمة الاسلامية بذكر مفاسد الكتاب لانه يدفع الى كثير من المفاسد فى المجتمع ويؤدى الى انشاء كثير من الفرق الضالة العادية لتعاليم الاسلامية واوامره ومعتقداته..

حقيقة الفقه: فهو مكوّن فى جزئين محتوين على خمس مأة واثنتين وستين صفحة طُبع من مجلس اشاعة العلوم بعناية خاصّة وسعِى حثيث وجهد جهيد بيّن شيخ رحمه اللّه فيهما أهميّة الفقه الاسلامىّ ومكانة الفقهاء الأوائل فى مساعيهم الجميلة الاجتهاديّة مُفصِّلا وقد أثبت فى ضوء الشواهد انّ الفقه الاسلامىّ ثمرة لجهود مُضنئة من علماء الاسلام وهو سجلّ لانجازات الحركة العقليّة الاسلاميّة عبر قُرون طويلة وهو عُصارة

للقُران الكريم والسنة النبوية المطهرة من خلالِ فِقه الائمّة الأعلام ومرآة للمساعى الفكريّة لمُجتهدِى الأمة عبر التأريخ.

وتحدّث شيخ الاسلام رحمه الله فى الجزء الاول منه عن حقيقة الفقه لغة واصطلاحاوأصول الاجتهاد، وأسباب الاختلاف فى فهم القران الكريم والسنة النبوية المطهرة على صاحبها الصلوة والتسليم.

وقد اِنتَقَدَ شيخُ الاسلام الامام محمد أنوارالله الفاروقى رحمه الله فى هذا السِّياق آراء سَر سيّد أحمد خان، وشمس العلماء شِبلى النُّعمانى حيثُ يَرَيَان انكار الرّوايةو النصوص التّى تتصادم مع الحقائق الطبيعيّة أو تناقضُ العادة الجارية المشهُودة فى نظام هذا الكون،كما انتقد الآراء التغريبيّة الأخرىٰ من انكار وجود الجن ووجود السماء ووجود الشياطين وأورد شيخنا الجليل رحمه الله شواهد من علماء الغرب انفسهم الذين اعترفوا بوجود هذه الكائنات الغيبيّة،وقد أوضَحَ شيخُ الاسلام رحمه الله مساعِى المحدثين فى جمع الأحاديث ونقدِها وتمييزِ الصحيح من السّقِيم الىٰ جانب ثناء المحدثين الأئمّة لجُهود ووَرعِ الامام الاعظم سيدنا أبى حنيفة النعمان رحمه الله ،وتَحدّث شيخنا الامام محمد أنوار الله الفاروقى رحمه الله فى كتابه حقيقة الفقه الجزء الثانى من هذه الدراسة باستفاضة عن أهميّة الفقه الحنفىّ ودوافع شُهرته فى الآفاق كما استعرض أقوال أئمّةِ الحديث التى تُبرزُ أهميّة جهود الامام أبى حنيفة الفقهيّة والاجتهاديّة مُبيّنا .احترام المحدثين للامام أبى حنيفة رحمه الله مؤكّدا اَنّ اِشتهار الامام واتباعه بأصحاب الرأئ ليس وصفا مذموما ودَعَمَ هذا الرأى بشواهدَ بيّنة لا تَدَعُ مجالا لشكّ،كما أبرز الشيخ رحمه الله فيه أهميّة الاهتداء بأقوال السَّلف واجتهاداتهم التى هى أرقى جُهد فى فهم النُّصوص الشَّرعيّة،

قامَ شيخ الاسلام رحمه الله بالدّفاع عن الفقه وذكر أن الفقه هو لُبّ القُرآن المجيد والاحاديث النبويّة الشريفةعلى صاحبها الصلوة والتسليم.يقول شيخ الاسلام فى كتابه حقيقة الفقه وهذا تعريبُ نَصّه اِنّ حاجة التقليد ثابتة بالكتاب والسنة وبهذا يَثبُتُ اَنّ الفقه خلاصةُ جميع الأحاديث دُون غيره،وامامنا الأعظم رحمه الله كان لديه معرفة تامّة للأحاديث الصحيحة والضعيفة وعنده مجموعة كبيرة واسعة من احاديث سيد المرسلين صلى الله عليه وسلم كيف لا وهو صاحب الجرح والتعديل يقبل قوله فى هذا الفن وهو أعلم الناس بالناسخ والمنسوخ، وحقيقة المذاهب الأربعة كُشِفَت على أولياء الله تعالىٰ فعلموا ان المذاهب الاربعة مؤيدةمن الله تعالى ومستمدة من الكتاب والسنة واِنّ المُقَلِّدين فى الحقيقة يعملون بالحديث وعلى التَّقلِيد الشخصىّ اِستِقامة على الهداية واِنّ شيخ الاسلام رحمه الله كَتَبَ تفاصيلَ الكتب الفِقهيّة وأوضح مفهوم أهل الرَّأى لامامناالأعظم رحمه الله قائلا،اِنّ الامام الأعظم أبا حنيفة رحمه الله كان أكثر عملا باالأحاديث الشريفة من المحدثين الكرام ، وفى نِهاية حقيقة الفقه عبارة عن الالتماس من الذين لا يقلدون وما نَصَحَه

شَیخُ الاسلام حینما یَختِمُ کتابه المُنِیف لغیر المقلدین یبدوا بهذا اِنّه کان حریصا علی الاسلام وخدمته واِنّ قلبَه یَشتَعِلُ للاسلام ویَذُوبُ له ولذا جعله الله تعالی اماما لأهل الشریعة والطریقة والمعرفة والارشاد کما جعله من المفسرین والمحدثین والأدباء والفقهاء، واِنّ أهَمَّ مؤلَّف مِن مؤلّفاتِ شیخ الاسلام الفاروقی رحمه اللّه المُستَقِلَّة فی علم الفقه ."مسئلة الرِّبا " واِنّه لم یترک مسئلة من مُتطلّبات زمانه الّا بَیَّنَها فکَتَبَ وصَنَّفَ کتابا باسم مسئلة الربا فی المسائل اِلاجتِماعِیّة والاقتصادیّة واِنّنا نری الیوم أنّ اعظمَ حکومات من الدُّوَلِ مُتَورِّطَة فی لعنة الرِّبا نتیجة لِهذا الوَرطِ العمیق من لعنة الربا أنَّ الأثریاء أصبحوا مُتَعَطِّشِینَ لِدماء المساکین والفقراء فیمتَصّونها عَبر الربا ،واِنّ قلمَه الأشهب أوضح کلَّ ناحیة من نواحی الخیر والشرّ حِرصا علی اصلاح المجتمع الاسلامیّ فی الدّکن خاصة وغیره عامّة أرواحنا فداه.

ومِن أهمّ مؤلفاته مؤلفته" المَخطُوطَة المُسمّاة بمَجمُوعَة مُنتَخَبة من کتب الصحاح'' تَبرُزُ من هذا الکتاب المنیف غَزارةُ عِلمه وَسَعةُ معرفته وتبحره فی العلم والبسطة فیه اِختارها شیخ الاسلام رحمه الله وجَمَعَ فیها الأحادیث الشریفة من الصحاح وأخَذَ معانیها من شُروحها من القسطلانی والنووی وما عدا هما من شروح کتب الصحاح ،وذَکَرَ أولا ترجمة الباب من الکتاب الذی أخَذَ منه الأحادیث ثُمّ جاء بأحادیث ذاک الباب ثمّ تَرجَمَ علیه الذی أراد من جدید علی الحاشیةوأتیٰ بِباب بدیع واستنبط المعانی الطریفة ممّا یتعلق باصلاح الباطن وفی استبراک باالآثار وتزکیة النفوس وحبّ الرسول صلی الله علیه وسلم وما عدا ذلک ،ومِن میزات هذا الکتاب النادر ان التعلیق وجیز جدّا شامل علیٰ أغراض واسعة کانّه أتیٰ بِبَحر فی کوب وهذا الکتاب کُلّه یَتطیَّبُ بمواضعه المتعطّرة واِنّ أسلوب شیخ الاسلام رحمه اللّه کأسلوب قُدماء المحدثین والفقهاء .

متّعنا الله بعلومه وفیوضه ما دامت النجوم تلمع فی الدنیا

المراجع والمصادر :

مطلع الأنوار للمفتی العلامة محمد رکن الدین

مرقع أنوار لمحمد فصیح الدین النظامی

علماء العربیة ومساهماتهم فی الأدب العربی فی العهد الاصفجاهی للدکتور محمد سلطان محی الدین

شیخ الاسلام العارف بالله محمد أنوار الله الفاروقی ومآثره التجدیدیة لمحمد جلال رضا

o o o

شخصية شيخ الاسلام مصلحا فى العقائد الدينية الإسلامية من بين كتبه القيمة

سيد شهباز انوارى ، الطالب العالم السنة النهائية

الحمد لله رب العالمين، والصلوة والسلام على خاتم النبيين ، الذى بعثه الله رحمة للعالمين ، وعلى آله الطيبين الطاهرين ، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين،وبعد .

فإن شيخ الإسلام مجدد الدين والملة ، العلامة الأوحد والحبر المفرد ، الإمام الهمام ، الداعية الكبير ، والمربي الجليل ، الجهبذ الناقد البصير الحافظ الشاه محمد أنوار الله الفاروقي، صاحب المؤلفات النفيسة وهو مؤسس الجامعة النظامية الغراء ، التى لها خدمات جبارة فى الأمة عامة والمسلمين خاصة .

ولد شيخ الإسلام رابعا من شهر ربيع الثانى سنة ١٢٦٤هـ بولاية مهاراشترا بمنطقة قندهار شريف ، وهو نجل أبى محمد قاضى شجاع الدين الذى كان من أعلام العلماء وأفاضل الفقهاء ، وتلقى شيخ الإسلام التعليم من أبيه المشفق ومن الأساتذة الآخرين البارعين الذين يشدُّ إليهم الرحال ويرحل إليهم من أطراف البلدان. هذا .

كان شيخ الإسلام إمام العلوم النقلية والعقلية ، وعرفه الناس عالما ربانيا ومفكرا إجتماعيا ، ومصلحا فى العقائد الدينية الإسلامية ، وكان العصر الذى عاش فيه الشيخ هو عصر فوضى وفساد وضلالة ، تتابعت فيه العقائد الباطلة ، كالإدعاء بالنبوة والإنكار للمعجزات والتأويلات الباطلة للآيات القرآنية وغيرها إنقرض جل هذه العقائد الكاذبة ، ولكن هذه الحوادث والمصائب لم تعوق الشيخ عن مواصلة الإصلاح والعمل ، ولم تؤخره من عن دعوية الإصلاحية التى إختارها الشيخ للأمة الإسلامية الحنفية ، ولم يخفض نشاطه فى خدمة الإسلام وإصلاح المسلمين تدريسا و تأليفا ونثرا منثورا .

وأول ما يميّز دعوة الشيخ وأهم ما تعرف به حركته الإصلاحية هو الإهتمام بنشر عقيدة أهل السنة والجماعة مستمدة من القرآن الكريم والسنة النبوية ، كما يتضح لنا هذا جليّا وصريحا من كتبه القيمة ، لأن عقيدة أهل السنة والجماعة هى أصل أصول البر وأنواعه ، وتتوقف عليه السعادة فى الدنيا و النجاة فى الآخرة ، وحاول الشيخ كل المحاولة بأن ردّ على سائر العقائد الباطلة .

وهنا يذكر من تعليقاته الغالية المقتبسة من كتبه الطريفة على الفرق الإسلامية منها :

من هم أهل السنة والجماعة ؟ !

إن أهل السنة والجماعة هم الفرقة الناجية والطائفة المنصورة الذين أخبر عنهم النبى صلى الله عليه وسلم

بـأنهـم يسيـرون عـلـى طـريقته وأصحابه الكرام دون إنحراف‘ومن سواهم إنهم أهل الفرق الباطلة ‘ كما قال الـعـالـم الـربّـاني سيد العلماء ومرجع الفقهاء ‘صاحب الكلام المعقول والمنقول الملقب بـ ” فضيلت جنغ “ شيخ الإسلام العارف بالله الإمام محمد أنوار الله الفاروقي .

” هـذه هـى الـفرقة الناجية التى لم تزل ولا تزال تشتهر منذ عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم الى وقتنا هـذا ‘ وبشّر النبى صلى الله عليه وسلم أهل السنة والجماعة إثر إخباره عن إفتراق أمته بأسلوب يتمتع به كل شـخـص أن يشـارک فيـه ‘ ولـكـن لا تنفع الأمنية فحسب ‘ بل يجب على المشارِک أن يمارس بإتباع النبى صـلـى الـلـه عليه وسلم وأصحابه “ كما روِى عن عبد الله بن عمرو رضى الله عنه قال : قال رسول الله صلى الـلـه عـليـه وسلم : تفترق أمتى على ثلاث وسبعين ملة ‘كلهم فى النار إلا ملة واحدة ‘ قالوا : من هى يارسول الله ؟ قال : ما أنا عليه

وأصـحـابـى . رواه التـرمـذى . وفى رواية احمد وأبى داؤد عن ومعاوية : ثنتان وسبعون فى النار وواحدة فى الجنة .كذا فى المشكاة “

(إفادة الأفهام ‘ ج ۱ ‘ ص ۶۹‘ مطبوعة مجلس إشاعة العلوم ‘ مارس ۲۰۱۵)

وزاد الـقـول عليه : ” وكـافة الـفـرق تـدعـى بـأنهـا تتبع منهج الصحابة ويعملون على الأحاديث الـصـحـيـحة ‘ ولـكـن الـحـقـيـقة تـنـكـشف إذا أمعنا النظر فى أن هذه الميزة لا تتحلى بها إلا أهل السنة والجماعة “ (المرجع السابق)

الـرد على القاديانية : إن فتـنة الإدعـاء الـكـاذب التـى عرضها ميرزا غلام احمد القادياني تعدُّ من أعـظـم الـفتن تداولت القرن العشرين ‘ بأن هذا الكذاب الدجال قام بإدعاء النبوة كذبا وزورًا ‘ ومما لا يخفى عـلـى احد أنه إدعى أولًا بالمحدثيّة ثم المهدوية ثم بالنبوة الغير التشريعية ثم بالنبوة التشريعية منكراً ما ثبت مـن القرآن الكريم والسنة المتواترة من كون سيدنا محمد صلى الله عليه وسلم خاتم النبيين ‘ وما زال علماء الـحق يقومون بنقض هذا الإدعاء الباطل منذ ذلک الوقت ‘ ولهم سجل حاول وطويل ‘ وإن أول من تأهل فى الهـنـد عـلـى وجـه الـكـمـال لفهم فتنة القاديانية بأسلوب بالغ التأثير هو الإمام الهمام ‘ العالم الراسخ ‘ قطب العلماء والمشائخ شيخ الإسلام الحافظ محمد أنوار الله الفاروقي بحيث إنه وضع جميع أسئلتها وأشكالاتها أمـامـه مـرتّبة ‘ ثـم وضع أجوبتها الشافية المقنعة على منهج قويم حيث لا يبقى فى ذهن القارئ أية شبهة حول الـمسـألة بـعـد الإطـلاع عـليهـا ‘ ويـجـدر بـالذكر أن شيخ الإسلام ترک تراثا علميا ‘ وذلک تأليفه الثمين الـمسـمّـى بـ ” إفادة الأفهام “ فى الردّ على القاديانية ‘ وبعد ما ردَّ العالم العلامة ‘ الحبر البحر الفهّامة الشيخ محمد أنوار الله الفاروقي على القاديانية علّق عليهم بهذ القول :

” قـد تبيـن من القرآن الكريم والأحاديث الصحيحة ما رواها البخارى وغيره أن من يدعى بالنبوة بعد نبينا

عليه أفضل الصلوة والتسليم هو كذاب ودجال ، فكيف يمكن للمسلمين أنهم فى التذبذب فى الدعاية بما إدعى ميرزا غلام أحمد القاديانى ؟ وكيف يقبلون أن من أنكر عليه أنه كافر ؟ هذا أمر مكذوب ومزّور من أكاذيبه وأباطيله وإن لم يعقل المسلمون الآن فلام كلام لهم إلا " إنا لله وإنا إليه راجعون" والمطلوب منهم أن يستدلوا بإرشادات الرسول صلى الله عليه وسلم دائما لكى يحذروا من تدابير هؤلاء الضالين " (إفادة الأفهام ، ج ۱ ، ص ۲۱۲)

الرد على الرافضة :

من المعلوم أن الرافضة بإتفاق أهل السنة والجماعة أنهم ليسوا من أهل الملة الإسلامية والطريقة المحمدية ، بل هم خارجوا عن جملتهم فإن الشيعة الرافضة يعتقدون كفر أكثر الصحابة وينكرون الخلافة للخلفاء الثلاثة ، ولله درّ من قال :

ودع عنک دين الرفـــض والبدع التى يقودک داعيها الى النار والعار
وسر خلفـــ أصحاب الرسول فإنهم نجوم هدى فى ضوئها يهتدى السار

ولا مرآء فيه أنهم قاموا بمبالغة حب علي رضى الله عنه واستخلافهم له بلا فصل .

ولقد قام العلامة بحر العلم الزاخر وصاحب العلم الواسع الفاضل الجليل شيخ الإسلام الشاه الحافظ محمد أنوار الله الفاروقي بالردّ على الرافضة فى تصنيفه القيم ، جزيل المباحث وغزير المادة " مقاصد الإسلام " وأفادنا بهذا التعليق قائلا :

" إن الفرقة الرافضة هم أعداء أهل بيت النبى صلى الله عليه وسلم من وراء الستار ، ويشهد الوجدان الحقيقى أنهم تدرّبوا لدى عبد الله بن السبا اليهودى المنافق ، والإمام علي رضى الله عنه يعلم بهم علما جما أنهم يبدوا شيعة وإنهم أعداء خفية " كما رُوِى عن على رضى الله عنه :

والله لولا رجائى الشهادة عند لقاء العدو لو قد حم لي لقائه لقربت ركابى ثم شخصت عنكم فلا أصلبكم ما اختلف جنوب وشمال إنه لا غناء فى كثرة عددكم مع قلة اجتماع قلوبكم (نهج البلاغة ، ص ۱۱۸)

وتسائل الشيخ بعد ذلک قائلا :

" فهل ينبغى لأحد أن يتنفر عن أصحابه كذلک ؟ وبالإضافة الى ذلک أن عليا رضى الله عنه كشف حقيقة الرافضة الكاذبة مرات عدية "

(مقاصد الإسلام ، ج ٦ ، ص ١٥ = ١٤ ، مطبوعة مجلس إشاعة العلوم ، فبراير ٢٠١٥)

و علّق الشيخ على الرافضة وتشنيعهم الخلفاء الثلاثة تعليقا هاما أشار فيه الى مكانة الخلفاء الثلاثة بهذا القول :

" وبالتأمل السريع أن الوعود كلها بإتفاق أهل السنة والرافضة ورَد ذكرُها فى شأن الخلفاء الثلاثة وأتباعهم ، وتشهد الوقائع والحوادث أن البشارة والوعود ذكرت فى القرآن الكريم بأنها كانت فى حقهم ،

ولو هناک نص آخر ورَد فيه أن الخلافة لعلي رضى الله عنه بلا فصل لوقع التعارض فى النصوص ' فلا يجوز الإعراض عن النصوص القطعية الصريحة "

(مقاصد الإسلام ' ج ۵ ' ص ۱۱۵ ' مطبوعة مجلس إشاعة العلوم ' فبراير ۲۰۱۲)

الرد على أهل القرآن : إن القرآن الكريم والسنة النبوية هما مصدران أصليان للشريعة الإسلامية ' وهما بمثابة الجناحين للطائر ولا يستقيم أن يطير طائر بجناح واحد ' وحقيقة أهل القرآن إن وصفناهم بوصف حقيقى فهم ليسوا أهل القرآن ' لأنهم لو تدبّروا القرآن الكريم لوجدوا آيات شتّى التى تحث على إتباع النبى صلى الله عليه وسلم ' وتؤكّد أن الدين هو عبارة عن كتاب الله والسنة المطهرة ' فتبيَّن من ذلک أنهم أهل الفرقة الضالة والمضلة ' وبهذا ردّ عليهم العالم النحرير ' الجهبذ الناقد البصير ' العلامة الراسخ الشاه الحافظ محمد أنوار الله الفاروقي ردّا سديداً ' وأسعدنا بهذا القول لهم أيضا :

" فما هو الفرق بين أهل القرآن وأهل الفرقة الآرية الذين يخالفون الإسلام ' وينسبون الفحش الى نبينا عليه الصلوة والسلام ' ويقومون بإهانة ديننا الإسلام ' ويفعل ذلک مثلهم أهل القرآن ' بل إنهم يقولون أن المسلمين مع جميع الصحابة كانوا مشركين ' وحكموا أن تعاليم الإسلام كانت دراسة الشرک والكذب' فهل يُعقل للمسلمين أن يظنّوهم أهل القرآن أو المسلمين ؟ "

(مقاصد الإسلام ' ج۴ ' ص ۸۲ ' مطبوعة مجلس إشاعة العلوم ' فبراير ۲۰۱۲)

الرد على منكرى التقليد : إن المنكرين والمشككين بمشروعية التقليد هم أصحاب الدعاوى الباطلة ' لقد إطلع العلماء الربانيون على أدلتهم ' ووجدوا ها من بيت العنكبوت ' حيث لا تلاقى بين الذين وما ساقوه أدلة عليها ' والحقيقة البارزة عن ظل الشبهات أن التقليد أمر لا بد منه كما قال إمام العلماء وقطب الصلحاء ' بحر العلم الزاخر وبدر العلماء الزاهر وكوكب العارفين الامع ' شيخ الإسلام الشاه الحافظ محمد أنوار الله الفاروقى فى تأليفه الأنيق " حقيقة الفقه " حتى لم يدع الشيخ شيئاً بأن ثبّت وجوب التقليد وعلّق عليه قائلا :

" الغرض من ذلک أن تقليد الفقهاء واجب بلا نزع ' كما يتبيّن من القرآن والسنة ' ألا ترون ؟ أن عمر بن عبد العزيز أجرى الأمر إلى سائر البلدان أن يعملوا على مااجتمع عليه الفقهاء ' كما روى الدارمى فى سننه عن حميد : قيل لعمربن عبد العزيز لو جمعت الناس على شيء فقال : ما يسرنى أنهم لم يختلفوا ' ثم كتب إلى الآفاق والأمصار ليقض كل قوم بما اجتمع عليه فقهائهم " وقد أشار الشيخ بعد ذكر هذا الحديث الى وجوب التقليد قائلا :

" قد بيّن عمر بن عبد العزيز تقليد أولى الأمر بإجراء الأمر إلى البلدان والأمصار كما يجب علينا إطاعتهم ، وأولو الأمر أحق أن يطاعوا فلا يحاول التدخل فيهم"

(حقيقة الفقه ، ج ۲ ، ص۴۰۷ ، مطبوعة مجلس إشاعة العلوم ، فبراير ۲۰۱۵)

الـرد على الفرقة الوهابية : قـد إفتـرقـت هـذه الأمة فـرقا شتى ، وخالف أكثرها ما جاء به الله ورسوله ، مرق غالبهاعن سنن الدين ، وحاد عن حجة اليقين ، ولكن الفرقة الناجية هى التى إتبعت كتاب الله وسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم ، ومن آخر الفرق الهالكة للدين وأشقها لعصا المسلمين الفرقة الوهابية المنسوبة إلى عبد الوهاب النجدى الذى ساد عليهم الجهل والبطل والضلال والكذب والغواية ، وإنه نشر عقيد الباطلة الفاحشة ، كتفكير أهل السنة والجماعة والزائرين للقبور ، ونفى التوسل ، وتفكير من ينادى الرسول ، ونفى الإجماع والقياس وغيرها الإعتراضات الواهية والعقائد الزائقة الباطلة ،وقد كفل المصلح الكبير والمربى الجليل ،العالم النحرير شيخ الإسلام محمد أنوار الله الفاروقي الردَّ البليغ على هذه الفرقة الضالة ، وعلّق مشيرا إلى مؤسسها الذى أهان رسول الله صلى الله عليه وسلم واستهزأ به وتعرّض له بنقائض .

فـما أشد قوله عليه الرحمة : " يتضح لنا بهذا الأحاديث المذكورة أنه (ذو الخويصرة التميمي) من العابدين والمتقين ، وقد ظهرت علامة السجود فى ناصيته بالبداهة ، وبالتأمل السريع فى الأحاديث والأخبار نستطيع أن نعلم أنه قام بكثرة الصلوة والصيام والقيام ، ورغم ذلک أنه صار من أشرّ الناس خلقا وأسوأهم خصلا واستحق مع أتباعه القتل ، والسبب وراء ذلک إهانة الرسول صلى الله عليه وسلم "

(انوار احمدى ، ص ۲۵۹ ، مطبوعة مجلس إشاعة العلوم ، ابريل ۲۰۱۳)

وأضاف قائلا : " والجدير بالذكر أن ذا الخويصرة كان تميمياً وعبد الوهاب النجدي أيضا تميمي فيمكن له أن يكون من ذريته وإن لم يكن ذلک لكان من قرابته " (انوار احمدى ، ص ۲۸۶)

الرد على الطائفة الطبعية : إن سرسيد أحمد هو مؤسس هذه الفرقة الباطلة الذين ينكرون الملائكة والجنات ، ولا يعترفون الجنة والنار والميزان ، ويقرّون أن العالم مادىٌّ غير مخلوق ، الغرض إنهم يحكمون بعقلهم الناقص فقط ، بل إنهم يتجاوزون الحد لأنهم يقولون أن كل موجود لا بد له من مكان يستقر فيه ولا بد له من زمان يقع فيه ، وإن العلوم الطبعية الحاضرة تقول بأن المادة موجودة فى الزمان والمكان ، إذن ليس فى الإمكان أن نتصور الخالق الأزلي خارجا عن الزمان والمكان ، العياذ بالله ، والرد على هذا السؤال أن الله تعالى غني عن الزمان والمكان ، وهكذا ردّ عليهم الهمام ، مقدام العلماء الكرام وبهجة الأنام الحافظ الشاه محمد أنوار الله الفاروقي رداً بليغا وأرشد الأمة الإسلامية بهذا الكلام الذى أشار فيه إلى إنكار الطبعيين للمعجزات ، فما أحسن الكلام :

" إذا لا يقدر العقل أن يقبل المعجزات فكيف أسلم الحكماء اليابانييون ؟ حسرة على المنكرين للمعجزات ! بأن غير المسلمين دخلوا فى الإسلام بسبب المعجزات ومسلمو هذا الزمان يخرجون عن الإسلام بسبب كونهم منكرين للمعجزات، والله ولي التوفيق "

مقاصد الإسلام ، ج ۲ ، ص ۱٦۹ ، مطبوعة مجلس إشاعة العلوم ، ابريل ۲۰۰۸)

جواز الإحتفال بمولد النبى صلى الله عليه وسلم :

يوجد هناك عديد من العلماء الذين استحسنوا الإهتمام بالمولد الشريف فى جميع البلاد وجرى به العمل ، فهو مطلوب شرعا للقاعدة المأخوذة من حديث ابن مسعود رضى الله عنه قال : مارآه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن ومارآه المسلمون قبيحا فهو عند الله قبيح.

(روى الإمام احمد فى مسنده .)

ومما لا يخفى على أحد أن فضل الجمعة لخلق الله فيه آدم وقبض فيه ، وفيه النفخة والصعقة ، ففى خلق آدم تشريف للزمان الذى ولد فيه فكيف لا يختصّ هذا التكريم باليوم الذى فيه ولد أفضل النبيين وأشرف المر سلين ، كما استدل الإمام العارف والعلامة الحاذق ، زعيم العلماء وقطب المشائخ شيخ الإسلام محمد أنوار الله الفاورقي من قصة إبراهيم وإسماعيل عليهما السلام ، وردّ من زعم أن الإحتفال بمولد النبى بدعة ، فما أحسن الإستنباط :

" ونظراً إلى قصة إبراهيم وإسماعيل عليهما السلام كتِب علينا الأضحية كل سنة ، وأُمرنا بتحديث تلك النعمة ، فبالتأمل الأدنى يمكن لنا أن نعلم أن حقيقة الحج وعيد الأضحية كلاهما محاكاة تلك الواقعة ، إذ تقرَّر إعادة الحياة لإسماعيل عليه السلام عيدا فمن المترجح أن يكون يوم ميلاد سيد الرسل والأنبياء عيداسعيدا "

مقاصد الإسلام ، ج ۱۱ ، ص ۹۳ مطبوعة مجلس إشاعة العلوم ۲۰۱٦)

إثبات العلم بالغيب للنبى صلى الله عليه وسلم : ومن أهم المعتقدات التى يعتقد بها أهل السنة والجماعة هى عقيدتنا أن النبى صلى الله عليه وسلم يعلم الغيب المقيد المحدود بما علمه الله تعالى ، وفقا للكتاب والسنة ، فالله جل وعلا يقول فى محكم كتابه : ﴿ عالم الغيب فلا يُظهر على غيبه أحدا إلا من ارتضى من رسول فإنه يسلك من بين يديه ومن خلفه رصدا﴾ (سورة الجن ، آية ، ۲٦ ، ۲۷)

وقال تبارك وتعالى : ﴿ وعلمك ما لم تكن تعلم وكان فضل الله عليك عظيما﴾ سورة النساء ، آية ۱۱۳)

بل يرى النبى صلى الله عليه وسلم ويشاهد ما كان وما يكون من أول يوم إلى وقتنا هذا ، كما أرشدنا الإما البارع ، الفقيه الأريب صدرالعلماء وقدوة الفضلاء شيخ الإسلام محمد أنوار الله الفاروقي معلقاً على من زعم أن النبى صلى الله عليه وسلم لايعلم الغيب ،

فما أحسن كلام الشيخ رحمه الله :

" إن الـوقـائع والحوادث لهذا العالم وذاك العالم كلها معروضة على النبى صلى الله عليه وسلم ' وهكذا يوجد القرب والبعد عنده على حدٍّ سويٍّ "

(مقاصد الإسلام ' ج ١٠ ' ص ١٠٩ مطبوعة مجلس إشاعة العلوم)

الـدليـل عـلى حياة النبى صلى الله عليه وسلم : هـذا أمـر عـظيم ومهم يتعلق بعقائد أهل السنة والـجماعة ' والعقيدة الصحيحة فى هذا الباب أن الله تعالى أحيا النبى صلى الله عليه وسلم بعد موته حياة تـامة ' واستـمـرّت حياته صلى الله عليه وسلم إلى الآن وحصل تلك الحياة جميع الأنبياء عليهم السلام ' كما ورد فى الحديث الشريف " الأنبياء أحياء فى قبورهم يصلون " رواه الإمام أبو يعلى فى مسنده . وأكّد الـعـلامة سيـد الـعلماء وقطب المشائخ الحافظ الشاه محمد أنوار الله الفاروقي على حياة النبى صلى الله عليه وسلم قائلا :

" ولا شک فـى أن الـنبـى صـلـى الـلـه عـليـه وسلم يطّلع على أعمالنا كل أسبوع (كما ورد فى الحديث الشـريف) وغيـر ذلک أنـه صـلـى الـلـه عليه وسلم يطّلع على أعمالنا كل وقت خاصة عند عملنا ' فعلينا أن نـعـمل أعمالا صالحة ونجتنب عن أعمال سيّئة ' ولا نكون من الغافلين ' لكى لا يغضب علينا سيدنا صلى الله عليه وسلم ' والله مكفّر السيئات و ولي التوفيق "

(مقاصد الإسلام ج ١١ ' ص ٩٣ ' مطبوعة مجلس إشاعة العلوم '٢٠١٥)

وفـى الـنهـاية لا يخطر على بالى إلا أن شيخ الإسلام قد قضى حياته فى الجهود الدعوية لإصلاح المجتمع الإسلامى خاصة فى باب العقائد الدينية الإسلامية الصحيحة المأخوذة من القرآن الكريم والسنة نبوية ' وإنه ثبّـت جميع العقائد لأهل السنة والجماعة مع الدلائل العقلية والنقلية ' وأجاب عن بعض الأسئلة التى عرضها الـمـنـكـرون على المعتقدات الهامة كالإحتفال بمولد النبى صلى الله عليه وسلم وعقيدة العلم بالغيب للنبى صـلـى الـله عليه وسلم وحياته جواباً صائباً ' وردّ على سائر العقائد الباطلة الكاذبة الضالة رداً شديدا ' ورحل هـذا الـعبـقـرىّ الفذُّ والمصلح الكبير إلى ربه العلىّ القدير ٢٩ مـن شهر جمادى الأولى سنة ١٣٣٦ هـ وقد خلّف الشيخ من ورائه تراثا علمياً ثريّاً يجعله حيا إلى أن يرث الله الأرض ومن عليها .

فـالـحـمـد لله الذى بنعمته تتم الصالحات وصلى الله على سيدنا محمد وآله وصحبه أجمعين ' والحمد لله رب العالمين .

ooo

أهداف المدارس الإسلامية السامية

سيده عطيه فاطمه : معلمة كلية البنات

المدرسة هى المركز العلمى الذى يحضره الطالب لحصول العلوم والمعارف وهى بمنزلة البيت التى يقضى فيها معظم اوقاته كل يوم .

انّ المدارس لها أهمية كبيرة فى حياة الإنسان لانّها مدار ارتقائه و تطوّره و مفتاح تقدّمه و سعادته . فبالعلم تتقدم الامم و ترقى المجتمعات . لا سيّما المدارس الإسلامية لأنها ترفع البشرية الى قمّة المعالى و ذروة الكمالات و تلقى الروح فى قالب الإنسان . والمدارس الإسلامية هى التى تقدّم صورة حقيقة للإسلام امام المجتمع .

أهداف المدارس الإسلامية : انّ الهدف الأساسى من العلوم الدينية هو ان يكون الإنسان ربّانياً . قال اللّٰه تبارک و تعالیٰ : " ولكن كونوا ربّا نيين بما كنتم تعلمون الكتب و بما كتنم تدرسون " . (سورة آل عمران : ۷۹) .

يتّضح من هذه الآية المباركة انّ الرّبَانى هو الذى يكون عالماً بدينه و معلماً له ، فمن لم يقم بمسؤلية تعليم اعضاء المجتمع و اصلاحهم و إفادتهم لا يكون ربّانياً ولا فائدة فى علمه .

غرس الأخلاق الحسنة والقيم العالية فى نفوس الطلاب و إنشاء الأجيال القادمة ذوات نفوس زكية و اخلاق فاضلة ليصيربهم المجتمع مجتمعاً إسلامياً و آية فى الامن والسلامة و منبعاً للعلم والثقافة . و تقلّ فيه ارتكاب ابحرائم والمعاصى ضدّ الإنسانية .

ايجاد القدرات والمهارات فى الطلبة و ابراز المواهب الفاترة فيهم فى جميع مجالات الحياة ليقوموا بخدمة البشرية و نفعها . قال اللّٰه تعالى : كنتم خير امة اخرجت للناس تأمرون بالمعروف و تنهون عن المنكر (سورة آل عمران : ۱۱) .

غرس حبّ الوطن فى القلوب و التزكيز على الافتخار به و الاحتفاظ على ارضه فانه قد قيل : حب الوطن من الإيمان .

تحسين العلاقات الاجتماعية لأن الطلاب فى المدرسة يلتقى بعضهم مع بعض و تبدأ صداقات ربما تبقى الى آخر الحياة فيتعلمون الوفاء والإيثار و التعاون فيما بينهم . قال اللّٰه تعالى : " و تعاونوا على البرّ والتقوى و لا تعاونوا على الإثم والعدوان " . (سورة المائدة)

تنظيم حياة الطلاب ، فانّ الطالب الذى يواظب على دوام المدرسة و يتعوده ... يكون محافظا للاوقات فلا يضيع و قته فى النشاطات التى لا تعينه فينجو من المساوى و المفسدات و يأمن منه المجتمع الإنسانى . قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " من حسن الاسلام المرء تركه مالا يعينه " (سنن الترمذى باب من حسن إسلام المرء ، حديث ۲٤۸۷)

و كـذلک يـجتنب الطالب المواظب من السهر فى الليالى لانه اذا نام متأخّراً بالليل يستيقظ متأخرا صباحا و لا يمكن له الحضور فى الدرس فيبتعد عن السهر للحفاظ على اوقات درسه . و نشاهد فى هده الأيام أنّ الطلاب ليـس لهم نشاط و رغبة فى الدراسات . لانهم تعوّدوا على السهر وقضاء الساعات الطوال ليلا على الانترنيت . ولا حاجة ان يذكر مافيه من المفاسد .

تـكـويـن رأى متيـن و فـكـرـة صـالـحة . انّ الـقرآن المجيد يدعوا إلى التفكير و التدبير فطالب العلوم السـلامية يتعود خلال دراسته العلوم على التفكير التدبير و النظر فى الأمورو تقل مواقع فشله و اخطاء ه ه فـانّ الـرأى الـصـالـح مـفتـاح السـعـادـة والـنجاح فى حياة الإنسان . وإذا كان له رأى بنفسه لايتأثر بآراء الآخرين المضلّه و المفسدة .

يتـعـلم الطالب فى المدرسة كيف ينتفع بالوسائل والأدوات التقنيّة (التكولوجيّة) الجديدة : مثلاً يعرف كيف يستـفيـد عـن المواقع الالكترونيّة و كيف يوصل فكرته العالية و دعوته الاسلامية الى الآخرين عبر فيس بوک (Face Book) أو و اتسبت (Whatsapp) .

الإهتمام باتقان اللّغتين العربية والانجليزيّة ‘ ليكونوا قادرين على متابعة دراساتهم الجامعية بدون مشقّة .

إقـامة الامـن والسـلامة فى المجتمع . فإنّ المدارس الإسلامية تقيم الأمن والسلامة بنشرها التعاليم الإسلامية والاسـلام يـدعو الى امن العالم و سلامته و دعوته عالمية . قال اللّٰه تعالى: ” وما ارسلنک الا رحمة للعالمين “ (سـورة الانبياء: ۱۰۸) . ولا فرق بين المسلمين وغيرهم فى اعطاء الحقوق والامن والسلامة فانّ السلامة حقّ لكل واحد من اعضاء المجتمع يتمتّع به فى حياته و يدفع كل عدوان و بغى يخلّ بهذاالامن .

و كـذلک يـؤكد الإسلام معتنقيه على العدل مهما كانت الظروف . قال اللّٰه تعالى : و لا يجرمنّكم شنآن قوم على ألاّ تعدلوا اعدلوا هو اقرب للتقوى “ (سورة المائدة : ۸)

و لا بـدّ أن نـعـلـم أنّ الـعـدل والـحرية هو الذى يفتح ابواب الفساد و لا يمكن حلّ المشاكل الاجتماعية الاّ بالعدل والحريّة فإذا تحقق العدل دام الأمن .

OOO

الاتجا الإسلامى فى الشعر العربى الحديث

طلفه محمد باحميد ، معلمة كلية البنات

الحمد لله الذى علم الإنسان البيان و شرف أمة محمد بالعلم والصلاة و السلام على الذى لم يورث ديناراً و لا درهماً و على آله و صحبه و من تبعهم بإحسان إلى يوم الدين اما بعد .

تبحث هذه المقالة ثلاثة عناوين مهمة وهى (١) دور الأدب الإسلامى فى الاوساط العلمية (٢) مكانة الأدب فى الإسلام و خاصة الشعر (٣) أهم الا تجاهات الإسلامية فى العصر الحديث و نماذاج بعض شعراء العصر الحديث فى تلميح الاتجاه الإسلامى .

لا شک بان للادب المقدره على الوصول الى الأوساط العلمية و لقد شهد الادب تصورات مختفلة فى هذا العصر مما ادى الى ظهور اتجاهات أدبية جديدة و مناهج نقدية حديثة بسبب الاختلاط مع الغرب و التاثير بالثقافة العربية و خاصة الثقافة الا انجليزية والروسية والفرنسية .لأن الادب العربى أصبح يواكب. روح العصر الحاضر و يسير فى عالم الافكار الفلسفية و يندمج فى عالم التاملات والسياحة . و ان هذا لانفتاح الادبى أدى الى ظهور اتجاهات جديدة لها تاثير عميق فى افصاح الادب العربى عن التيارات الفكرية المعاصرة و من تلک الاتجاهات الاتجاة الاسلامى الذى غلب على الشعر العربى قديماً و حديثاً .

فإن للادب المقدرة على الوصول الى الأوسط العلمية فهو صالح لان يكون بديلا للمذاهب التى تظهر مع الظروف المستجدة و تختفى مع زوالها لأنه يستقى فكره من مصدر موصول بالله الذى شرع هذالدين الذى يرتكز الادب الإسلامى عليه و يستمد منه فكره و رأيه و ان الشعر الإسلامى يمتلک عناصر الابدا ع الجمالية والمستمدة من المعاناة الذاتية والجماعيه وهو يسجل هذه المعاناة بعقوبة تامة لا تكلف فيها و لا طلاسم تحجبها بوجه عام بل تنم عن و عيى باصالة الامة و أصالة الثقافة التى يرتكز عليها و يقف بثقة أمام الحداثة المنحرفة ، فقد صد خضم هائل يحطم الموروث و ينبذ الدين و يتنكر للماضى و يبنى الحداثة والثورة من اجل الشهرة و قد كلفته هذه الوقفة كثيراً حيث ظل سنين طويلة بعيداً عن الاضواء مع بداعه و تميزه و أن ضرورة تشجيح الابحاث التى تتخذ الإسلام معياراً لها فى التقديم لتتآزر هذه الجهود وتقف ضد قيادات التغريب التى تريد مسخ الأمة من هو يتها هذا من ناحية الفكر ، و من ناحية النقد لا بد من توحيد المصطلحات الخاصة بالادب الاسلامى و هذه المهمة منوطة برابطة الادب الاسلامى العالمية التى تبنت هذا الاتجاه . و على الشعراء الاسلاميين ان ياخدوا مبدأ التجريب ، تجريب القوالب الفنية الجدية والأساليب الحديثة لإيصال فكرهم مع التمسک بالاصاله التى ستزداد قوة و بقاء اذا ما طمعت باطيب الاساليب الجديدة فى الاتجاه

الاسلامی ینطلق الشاعر من تصور دینی فی نظرته الی الکون و الانسان والحیاة وفی نظرته الی القضایا والاحداث والاشخاص والمشکلات ، وی تعبیرة عن العواطف المشاعر ، و قد نجد بذوراً للاتجاه الدینی ، او لمحات منه فی شعر بعض الشعراء ممن لیسوا من أصحاب الفکر الدینی بل من دعاة الفکر الوطنی أو القومی أو الا ٔممی و قد تظهر هذه اللمحات نتیجة للثقافة أو المشاعر ، نتیجة النظرة الشاملة المنبقة من التصور الدینی الکامل .

مکانة الأدب فی الإسلام و خاصة الشعر : لم یرفض الإسلام الشعر مطلقاً و انما رفض ما یدعوا الی الفساد قبل ما یدعوا الی الخیر و الصلاح ، و أن المتتبع لنشاط الشعر فی زمن الرسول صلی الله علیه وسلم یجده لم یقل کثیراً عما کان علیه قبل البعثة فلم یحجم الشعراء عن قول الشعر فی زمن البعثة او بعد الهجرة و أنما استمر الشعراء فی قول الشعر بل ان الشعر ازدهر حیث و جدت النقائض .

أما فتور الشعر بعد فتح مکه فیعود الی ورع الشعراء و عدم إطلاق العنان لالسنتهم والاسلام ینفر من الشعر السیئ و لکنه لم یحرم الشعر و کان الصحابة ملتزمین بالاسلام فی اشعارهم بینما الشعر فی العصر الاموی ابتعد قلیلاً عن الاسلام الذی لم یعد شرطا بل اختیاراً و من ثم وجدنا الاتجاهات الاسلامیة تقویٰ احیاناً و تضعف احیاناً استجابة للحالة التی یحیاها الشاعر .

و من ملامح الاتجاه الاسلامی عند جریر و فرذدق و مالک بن الریب و الراعی النمیری : العبادة و العقیدة و الشکر والایمان بالبعث والخوف من النار و الشوق الی الجنة والمدح بالاسلام والصبر فی الجهاد ، و ذم الفرار والفخر بالاسلام والتوجه الی الله بالدعاء و غیرها من الافاق التی حلق فیها ذراها الشعر الاسلامی و قد ظل للاتجاه الاسلامی الغلبة علی الشعر العربی حتی العصر الحدیث حیث نری بذوره فی أشعار ابن مشرف و ابن مبارک و ابن عثیمین و احمد شوقی و حافظ ابراهیم و غیرهم و ان أکثر شعر الاتجاه الاسلامی أیام الحروب الصلیبیة کان داعیاً الی الجهاد.

و ان أکثر شعر الإتجاه الاسلامی فی العصر العباسی کثیر علی الرغم من کثرة المجون الزندقة فیه .

هکذا ظل الاتجاه الاسلامی الغلبة علی الشعر العربی حتی العصر الحدیث لان الرد الی الله و الرسول والتفکیر المستنیر بنورهما الشرعة والمنهج الاقدر علی مواجهة النوازل و تحدیات المواقف والتلقی لابد ان یکون کما هو عند السلف الصالح والمتفلتون من سیطرة النص و ضوابط التفکیر و أسلوب التلقی یقعون فی المحاذیر .

و من ظواهر العصر التسیب والتمییع و کان الناس لا یریدون ضابطاً یاخذ بحجزهم هم و لا مانعاً یحد من اندفاعهم فکل ما قال کلمة الکفر فی قصیدة او روایة او قصة یری أن من حقه ذلک فهو باسم حریة القول یمتلک مشروعیة الفعل التی یبارکها الفارغون .

و لقد حرض المؤمنون على القول السديد (والذين يدّعون ان الشعر بمعزل عن الدين يضربون فى حجاج التيه ولا دعاء الكاذب ' فالقرآن الكريم فرّق بين شعر الهداية والغواية والرسول صلى الله عليه وسلم تعددت مواقفه من الشعر بتعدد المستويات الدلالية ' الاتجاه الاخلاقى فى النقد العربى القديم عدد من الدارسين و ر صدوه تاريخاً و اتجاهاً فنظيراً و تطبيقاً ' نجد ذلک عند (نجوىٰ صابر) فى ... الاتجاه الاخلاقى فى النقد اصوله و تطبيقاته) و عند (محمد بن مريسى) فى كتابه الاتجاه الاخلاقى فى النقد العربى حتى نهايه القرن السابع الهجرى .

وان كال فريق يود من الشاعر خدمة غاية محدودة دون النظر الى الغايات الاخرى ' القليل من يرى تكافؤ الفرص ولو امتدت نظرتنا الى التراث لا ستجلاء رؤيتهم فى مهمة الشاعر .

و الادب الاسلامى ابداعاً و هذا تنظيراً ' قائم على اشتده وهو خاضع لسنة التدافع والتداول ' يقوى و يضعف ولكنه لا يموت وهو كغيره من الاتجاهات والنزعات فى جزر و مد ' ولو اننا اجلنا النظر فيما جمعه المهتمون بالقوائم السردية للشخيات او للأعمال أو ما قام به الدارسون المترجمون للشعراء والكتاب والروائيين والقصاص النقاد ذوى التوجه الاسلامى لو قفنا على آلاف المبدعين و عشرات النقاد والدارسين و مئات الدوواين والاعمال الروائية القصصية و ما تم رصده قليل من كثير فى زمن الريادة لهذ الاتجاه عندما يبلغ الادباء مرحلة التاسيس والانطلاق ياخذ الادب الاسلامى موقعه الطبيعى .

ان التاسيس التورى للاسلام والولاء الطائفى يزج الادب فى أتون الادلجة و يؤدى هذا التوظيف التعسفى الى الدخول فى الفتنة و تفريق الكلمة و عندما تكون الكلمة غالية أو مجهضة او فاسدة تفقد الامه قوة الكلمة والامه من قبل ما قده لقوه السلاح اننا مطالبون بالتوازن و الكلمة كالسلاح عمار أو دمار و الحديث عن اتجاه الشعر الاسلامى فى الشعر المعاصر يتطلب منا توطئة أعناب العنوان وتحرير مفرداته التى تندرج .... عدة مصطلحات فاقدة. تحت فعل إجرائى وهو القول الشعرى ذو المضمون الاسلامى .

والمنتبع للمشهد الثقافى العربى ' يجد أنه من الصعوبة الاستقرار على مفهوم جامع مانع ' فان نظرية التلقى تنحصر فى : النص و العقل فالرد الى الله والرسول والتفكير المستنير بنور الله هما الشرعة والمنهج و تحديات المواقف كما هو عند السلف الصالح .

وإن الاسلمة لسائر شؤون الحياة لما فيها الادب ابداعاً و نقداً تضع الضوابط و تأطر على الحق فإن المستغربين يعدون مثل ذلک معوقاً لابداع و سبحات الفكر ولا تجاه الاسلامى فى الشعر من معطيات الادب الاسلامى و حين طرح هذا المصطلح قام جدل عنيف مع العلم انه مصطلح الالى والادب اليوم يتجه كلياً الى الصواب محولاً الفن لخدمة العقيدة والحياة .

لان من حق الإسلام ان يهيمن و من واجب المسلمين أن يدخلوا فى الدين كافه و ليس من منقتضيات ذلک

التطرف او التخلف و ان كافة المشتغلين بالادب ابداعاً تنظيرة فيخافهم ما وقع فيه الادب من انحرافات فكرية و سقوط اخلاقى فحل بالقيم . و ما من احدمنهم تمعر وجهه من ذلک ، بل اننا نجد البعض المواطأة والمداهنة فالروائى الذى يعتمد الرذيلة مادة ابداع و يستمرئ إشاعة الفحش و لا يخش من تدنيس المقدس .

فالأدب الاسلامى يستمد جمالياته من الاعجاز البيانى و ممن أوتى جوامع الكلم و يستلهم قيمه من معانى الذكر الحكيم وا لهدى النبوى و من أدب السلف الصالح و اذا اضعفت موهبة الشاعر او تدنى خياله تعثرت لغته أو تفهت معانيه أو تضاءلت تجار به و تسطحت معارفه و جب على الناقد أن يذودهن حياض الادب الاسلامى و ألا يشفع له شرف المعنى فالشعر لا يكون شعراً حتى يستكمل متطلبات الفن الرفيع الشاعر لا يكون شاعرًا حتى يكون قوى الموهبة عميق الثقافة ناضح البحرية بعيد الرؤية و للذين يتعقبون سقط الشعر الدينى أو ردئ الشعر الاسلامى يجرمهم شنآن الاسلام على ألاّ يعدلوا .

و من واجبا ان لا نتعاطف مع الذين يهتاجون لنصرة الدين وهم فارغون من الامكانيات فالاسلام غنى عن المتردية والنطيحة . الاسلام دين القوة دين البيان والفصاحة دين الكلمة الطيبة والقول السديد اذ لا يقبل التناجى بالاثم والعدوان فإنه لا يعول على ردئ القول و ضعيف الاداء . واذا كان المتحفظون من النقاد يشفتون على الأدب من اثقال الموضوعات الاسلامية ثم لا ينظرون الى تحقق ذلک فى القرآن و السنة و أدب السلف فانهم ناقصوا الرؤية .

والشعر العربى الحديث الذى لا يحمل هما اسلامياً استمد من القرآن بعض آية و لطائف حكمه و عبر قصصه و جميل صوره فكان اشعاعه وأثره و منهم محمد عباس الدراجى صاحب كتاب(الإشعاع القرانى فى الشعر العربى) والدكتور شلتاغ عبود مراد فى كتابه (أثر القرآن فى الشعر العربى الحديث) فان الثقافة العربية إسلامية والحضارة الإسلامية قائمة و مؤثره و العالة عليها ينقمون على ضوابطها العقدية والسلوكية ، و بعض النصوص المتمرده يحسبها البعض ادباً اسلامياً و ما هى من هذه الوجهة و تلک من اشكاليات المصطلح ، فكم يحمّل الاتجاه الاسلامى مالا يحتمل و كم يقترف الشعراء خطيئات و انحرافاً لا ينتبه لها النقاد والدارسون فيعدون ذلک ادباً اسلامياً ، ياتى ذلک فى الادب الصوفى المتجاوز حد السلوک الى المعتقد فى الادب الدينى المغرق فى الخرافة و فى الزهديات التى تمعن فى تحريم ما أحل اللّه والاتجاه الإسلامى الصحيح لا يتسع لهذه التجاوزات و ان النقد الإسلامى يعيى موقفه و مهمته و ينفى الشطح و سوء الأدب .